کشمیری زبان اور ادب میں طنز و مزاح

ڈاکٹر ظاہر بانہالی

کشمیری زبان اور ادب میں طنز و مزاح

ڈاکٹر ظاہر بانہالی

ایک ہوشیار اور ذہین قلم کار

ظاہر بانہالی ایک اچھے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ہُوشیار مغز اور باریک بین محقق بھی ہیں۔ اسکے علاوہ یہ جموں صوبہ میں کشمیری زبان کے لیے سنجیدگی سے کام کر رہے ہیں۔

آپ کے ہاتھوں میں جو کتاب ہے وہ اِنہوں نے اُس موضوع پر لکھی ہے، جس پر ابھی تک بہت کم لکھا گیا ہے۔

نقطہ دانوں کا کہنا ہے کہ طنز اور مزاح ادب میں وہی مقام رکھتا ہے جو مسالوں میں نمک کی ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کشمیری لوگ صدیوں سے خراب حالاتوں کی وجہ سے نفسیاتی طور پر متاثر ہوئے ہیں اور اپنا وطیرہ کھو چکے ہیں۔ مگر اسکے باوجو کشمیری زبان میں ادب لکھنے والے لوگ ظرافت اور طنز لکھ کر یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر ہنسیں گے نہیں تو زندہ کیسے رہیں گے۔

ہمارے لوک ادب میں اس قسم کا بہت سا بہترین مواد موجود ہے۔ موجودہ دور میں بھی کچھ ادیب اور شاعر آگے آ کر اس قسم کے ادب کی آبیاری کر رہے ہیں۔ تاہم ہمارے محققوں اور ادبی نقادوں نے اس معاملے میں کوئی خاص پیش رفت نہیں کی ہے۔ تاہم کامِل صاحب نے اسن ترایہ کے نام سے ایک گُل دستہ ترتیب دیا ہے جو ریاستی کلچرل اکیڈمی کی وساطت سے شائع ہوا تھا۔ مگر وہ محض ایک جمع کیا ہوا مواد تھا۔

دَرِدَست کتاب اس سلسلے کی ایک سنجیدہ تحقیقی اور تنقیدی کوشش ہے۔ جو ظاؔہر بانہالی نے بڑی کوششوں اور محنت سے بر سرِ عام لائی ہے۔ میں ظاہؔر بانہالی کو اس تحقیقی کام کو منظرِ عام پر لانے کے لیے دِل سے مبارک باد دیتا ہوں۔

مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب کشمیری پڑھنے والے ریسرچ اسکالروں اور طالب علموں کے لیے بہت فایدہ مند ثابت ہوگی۔

اِخلاص مند

عزیز حاجنی

(کشمیری سے ترجمہ)

کشمیری زبان اور ادب میں طنز و مزاح

ڈاکٹر ظاھر بانہالی

☆☆☆☆☆

کتاب کا نام------- کشمیری زبان اور ادب میں طنز و مزاح

مصنف------------------ ڈاکٹر ظاہر بانہالی

سال اشاعت----------------- 2024ع

تعداد------------------ پانچ سو

قیمت---------- تین سو روپے۔/300 روپے

چھاپ خانہ------------ تاج پرنٹنگ سروس دہلی

کمپوٹر کمپوزنگ اور گرافکس:۔

نور کمپوٹرس محلّہ عالم شاہ صاحب بانہال

ملنے کا پتہ:۔

1۔ مسرور پریمسز محلّہ عالم شاہ صاحب بانہال۔

2۔ پیر پنچال ادبی فورم بانہال

☆☆☆☆

فہرست مضامین

انتساب

اُن ادیبوں کے نام جنہوں نے
اپنی
ظرافت اور خوشدلی سے ہماری زندگی
کو خوشگوار بنانے میں مدد کی اور
بُرے وقتوں میں ہمیں ہنسانے کا
کام کیا۔

ڈاکٹر ظاہر بانہالی

گذارش

بہت عرصہ پہلے مرحوم عبدالاحد آزاد نے ''کشمیری زبان اور شاعری'' کے نام سے ایک کتاب اردو زبان میں لکھی تھی جو کشمیری قلم کاروں کے تذکروں پر مشتمِل ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اور لنگویجز نے جناب محمد یوسف ٹینگ سیکریٹری کی ادارت میں منظر عام پر لائی تھی۔ اس کتاب میں بہت سے سرکردہ اور نمایندہ شاعروں کے علاوہ دیگر شعرائے کرام کا ذکر (اردو میں) کیا گیا ہے اور ساتھ میں نمونہ کلام بھی دیا گیا ہے۔ اُسکے بعد بھی بہت سی کتابیں معرض وجود میں آئی جنمیں ان شعرائے کرام کے ساتھ ساتھ بعد میں آنے والے دیگر ادیبوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

کشمیری ادب میں دیگر زبانوں کی طرح ہی طنز و مزاح یا مزاحیہ شاعری کا کسی طرح کا فقدان نہیں رہا ہے۔ اکثر کشمیری شاعروں نے اپنا غم غلط کرنے اور سماج میں زمیندار یا مزدور پیشہ لوگوں کی تھکاوٹ دور کرنے کے لیۓ طنز و مزاح سے کام لے کر ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ جو اُس زمانے میں وقت گزارنے

اور تفریح کا ایک بہترین اور واحد ذریعہ رہا ہے۔

جہاں تک کشمیری زبان و ادب میں طنز و ظرافت کا تعلق ہے اس موضوع پر بہت کم کام ہوا ہے اور الگ سے اس مضمون کو جاننے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے۔

بزرگوں اور اُستادوں کی ایماء پر میں نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا۔ کشمیری ادب میں جو طنز و مزاح کا ذخیرہ موجود ہے اور جو اس وسیلے سے شاعری کی گئی ہے اُس کو الگ سے ترتیب دے کر ایک کتاب ترتیب دینے کی جسارت کی ہے۔ اس کوشش میں مجھے بہت سا وقت درکار تھا۔ میری کاوشیں اور آپکی نیک دعاؤں سے یہ کام انجام کو پہنچا جس میں تقریباً دو سال کا وقت صرف ہوا۔

اس کام کو اردو میں اس لیئے رقم کیا گیا ہے تاکہ کشمیر سے باہر دوسرے زبان دان بھی کشمیری طنز و ادب کے بارے میں جان سکیں اور کشمیری شعرائے کرام کے فن سے واقف ہو سکیں۔

قبلہ جناب بشیؔر بھدرواہی محترم و مکرم اسیؔر کشتواڑی صاحب، جناب منشور بانہالی، مکرم شہاب عنایت ملک سابقہ سربراہ اردو ڈپارٹمنٹ جموں یونیورسٹی، جیسے سربرآوردہ قلم کاروں کی ہمیشہ نظر عنایت شامل حال رہی ہے جس سے میری حوصلہ افزائی ہوتی رہتی ہے اور مجھ میں کچھ کرنے کی جسارت

آتی ہے۔

جناب ڈاکٹر محمد ریاض احمد سربراہ اُردو ڈپارٹمنٹ جموں کی شفقت اور محبت میرے ساتھ ساتھ رہی جس سے یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی۔

جناب رنکو کول جی کا میں بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے املا کو ٹھیک کرنے میں میری مدد فرمائی۔

یہ کتاب اردو دانوں کے لیے میری طرف سے ایک تحفہ ہے۔

گر قبول اُفتند زہے عز و شرف

ڈاکٹر ظاہر بانہالی

مسرور پریمسز بانہال 7889527398

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض احمد

کشمیری زبان اور ادب میں طنز و مزاح ڈاکٹر ظاہرؔ بانہالی کی کتاب ہے۔ اس میں طنز و مزاح کا تعارف پیش کرتے ہوئے اس کی اقسام اور طنز و مزاح کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے ساتھ ہی اس میں طنز و مزاح کے اثرات پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے اور یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ طنز و مزاح کے اثرات سماج و معاشرے پر شعوری یا غیر شعوری طور پر مرتب ہوتے ہیں۔ ظاہرؔ بانہالی نے برصغیر میں مزاح نگاری کی ابتدا کا ذکر کرتے ہوئے ملا وجہی کی سب رس، قطب مشتری اور میر امن کی باغ و بہار کو اولین نقوش میں شامل کیا ہے۔ اردو نثر میں طنز و ظرافت کے ابتدائی نقوش سب رس، باغ و بہار اور فسانہ عجائب میں بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان کے بعد رتن ناتھ سرشار کی فسانہ آزاد میں طنز و مزاح کی واضح صورتیں نظر آتی ہیں۔ اس دور کی بعض پری داستانوں، حیدر بخش حیدری کی طوطا کہانی، حاتم طائی اور الف لیلی کے تراجم میں بھی مزاح دیکھنے کو ملتے ہیں۔ انشا اللہ خاں انشا کی رانی کیتکی کی کہانی میں

ان کا خاص ظریفانہ انداز نمایاں ہے۔ اس حوالے سے غالب کا نام اہم ہے۔ غالب نے اپنے خطوط میں مزاح نگاری کا ایک خاص نمونہ پیش کیا ہے انہوں نے مشکل الفاظ اور روایتی آداب والقاب سے انحراف کیا اور اپنے خطوط میں سادگی اور عام بول چال کا لہجہ اپنایا۔ ساتھ ہی انہوں نے مزاح اور ظرافت کی کیفیت بھی پیدا کی۔ انہوں نے زبان و بیان سے بھی مزاح پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ غالب کے بعد اردو نثر میں مزاح نگاری اودھ پنچ میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ رتن ناتھ سرشار اس کے اہم مصنفین میں سے شامل ہیں اودھ پنچ کے ایڈیٹر منشی سجاد حسین تھے۔ ان کے دیگر مصنفین میں تربھون ناتھ ہجر، مرزا مچھو بیگ، ستم ظریف، بابھو جوالا پرشاد برق، احمد علی شوق منشی احمد علی کسمنڈوی اور نواب سید محمد آزاد کے نام قابل ذکر ہیں۔ اودھ پنچ نے اردو نثر میں طنز و مزاح کو فروغ دینے میں بہت ہی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اودھ پنچ کے بعد طنز و مزاح کا ادبی رنگ زیادہ واضح نظر آتا ہے۔ ان کے اسلوب میں شگفتگی کا احساس ہوتا ہے۔ اس دور کے اہم لکھنے والوں میں مہدی افادی، محفوظ علی بدایونی، خواجہ حسن نظامی، سلطان حیدر جوش، سجاد حیدر یلدرم، پریم چند، سجاد علی انصاری، قاضی عبد الغفار اور ملا رموزی کے نام قابل ذکر ہیں۔ جدید اردو نثر مین خالص مزاح کا رنگ بڑا واضح ہے ان میں عظیم بیگ چغتائی شوکت تھانوی، شفیق الرحمان اور

پطرس بخاری کے نام اہم ہیں۔ پطرس بخاری، موازانہ مبالغہ کردار، واقعہ، اسلوب اور ایک مخصوص زاویہ نظر سے ایک نیا رنگ پیدا کرنے کی کوشش کرت حوالے سے اہم ہے۔ ساتھ ہی رشید احمد صدیقی، کنہیا لال کپور اور کرشن چندر کے نام بھی قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ مزاح نگاری کے حوالے سے احمد جمال پاشا، یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین، مشتاق احمد یوسفی کے نام خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

اردو طنز و مزاح میں ان فنکاروں نے بہت ہی اہم کردار ادا کیا ہے۔ طنز دراصل ایک ایسے باشعور اور دردمند انسان کے ذہنی ردعمل کا نتیجہ ہے جس نے اپنے ماحول کی ناہمواریوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ یعنی ایک حساس اور دردمند انسان کو اپنے ماحول کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی بے قرار کرتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ مزاح کے برعکس طنز میں نشتریت کا پہلو غالب رہتا ہے۔

ظاہر بانہالی نے اپنی کتاب ''کشمیری زبان اور ادب میں طنز و مزاح'' مزاح کی مختلف شکلیں پیش کی ہیں جن میں ہجو، ہنرل، پروڈی، ٹیپ، ٹسنہ، زیرکی، ٹھٹھہ، چاٹھ، جھوٹ، تحریف، اشارہ، شوخی، کارٹون اور باتونی وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے جموں و کشمیر کے طنز و مزاح نگار ادیبوں اور شاعروں کو کتاب میں شامل کیا ہے۔ خطہ کشمیر کے طنزیہ و مزاحیہ شعراء میں شیخ نورالدین، مہجور غلام احمد، عبدالاحد آزاد، مرزا عارف بیگ، رسول میر شاہ آبادی، لالہ لکشمن، پیر

مقبول کرالہ واری، محمد احسن، عبدالستار، امین کامل رحمان راہی، غلام نبی آتش، پرفیسر غلام نبی فراقؔ، بشیر احمد ڈار، عبدالغنی پروازؔ، غلام رسول نازکیؔ، میر غلام رسول، دینا ناتھ نادم، ارجن دیو مجبورؔ نور شاہ، مکھن لال محو، منظور حسین میر، عبدالاحد بٹ، ظریف احمد ظریفؔ، غلام علی مجبورؔ، نظام الدین شاہ، مخدوم سجاد انقلابیؔ، منظفر حسین دلبرؔ، راجیش رینہ، غلام قادر شاہ، وغیرہ اہم ہیں۔ ظاہرؔ بانہالی نے ان شعرا کی کوائف کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے ان کے نمونہ کلام کے ساتھ ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔ مُصَنِف نے خطہ جموں کی طنز و مزاح نگار شعراء کو بھی اپنی کتاب میں شامل کیا ہے، جن میں عبدالرحیم اعمیؔ، غلام رسول نشاطؔ، رحیم گراٹالی، غلام قادر بیرواڑیؔ، جگن ناتھ ساگرؔ، میر محمد قاسم، ستار ڈار، غلام رسول کھورہ، غلام نبی جانبازؔ، بشیر احمد خطیبؔ، رند شمسؔ بانہالی، غلام نبی نائک، عبدالغنی گیری منشور، غلام محمد خان، غلام نبی میر ظاہرؔ، شبیر حسین شبیرؔ، غلام صفی، محمد امین ڈولوال، محمد عبداللہ گنائی، وزیر محمد وزیر، غلام رسول خان محمد یوسف بٹ، گل محمد لون اور عبد الوحید میر، ڈاکٹر مطلوبؔ، خضر مغربیؔ وغیرہ اہم ہیں۔

ظاہرؔ بانہالی کی کتاب " کشمیری زبان اور ادب میں طنز و مزاح" کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ کشمیری زبان و ادب کے شعری میراث سے براہ راست اردو زبان و ادب کے قاری فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

میں ظاہر بانہالی کو اتنا اہم کام کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ہم جیسے اردو والوں کے لیے بھی کشمیری ادب کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ اس کتاب سے باذوق قاری کے علاوہ ریسرچ اسکالر بھی مستفید ہو سکتے ہیں اور اپنے مطالعے کو مزید وسعت دے سکتے ہیں۔ توقع ہے کہ کشمیری زبان و ادب کے ساتھ ساتھ اردو زبان و ادب کے قاری کے لیے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی۔

پروفیسر محمد ریاض احمد

صدر شعبہ اردو جموں یونی ورسٹی

یکم جنوری ۲۰۲۴ء

ایک ہوشیار اور ذہین قلم کار

ظاہر بانہالی ایک اچھے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ہُوشیار مغز اور باریک بین محقِق بھی ہیں۔ اسکے علاوہ یہ جموں صوبہ میں کشمیری زبان کے لیے سنجیدگی سے کام کرر ہے ہیں۔

آپکے ہاتھوں میں جو کتاب ہے وہ اِنہوں نے اُس موضوع پر لکھی ہے، جس پر ابھی تک بہت کم لکھا گیا ہے۔

نقطہ دانوں کا کہنا ہے کہ طنز اور مزاح ادب میں وہی مقام رکھتا ہے جو مسالوں میں نمک کی ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کشمیری لوگ صدیوں سے خراب حالاتوں کی وجہ سے نفسیاتی طور پر متاثر ہوئے ہیں اور اپنا وطیرہ کھو چکے ہیں۔ مگر اسکے باوجو کشمیری زبان میں ادب لکھنے والے لوگ ظرافت اور طنز لکھ کر یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر ہنسیں گے نہیں تو زندہ کیسے رہیں گے۔

ہمارے لوک ادب میں اس قسم کا بہت سا بہترین مواد موجود ہے۔ موجودہ دور میں بھی کچھ ادیب اور شاعر آگے آ کر اس قسم کے ادب کی آبیاری کرر ہے ہیں۔

تاہم ہمارے محققوں اور ادبی نقادوں نے اس معاملے میں کوئی خاص پیش رفت

نہیں کی ہے۔تاہم کامِل صاحب نے اَسن ترایہ کے نام سے ایک گُل دستہ ترتیب دیا ہے جو ریاستی کلچرل اکیڈمی کی وساطت سے شائیع ہوا تھا۔مگر وہ محض ایک جمع کیا ہوا مواد تھا۔

دَرِ دَست کتاب اس سلسلے کی ایک سنجیدہ تحقیقی اور تنقیدی کوشش ہے۔جو ظاؔہر بانہالی نے بڑی کوششوں اور محنت سے برسرِ عام لائی ہے۔

میں ظاؔہر بانہالی کو اس تحقیقی کام کو منظرِ عام پر لانے کے لیے دِل سے مبارک باد دیتا ہوں۔

میرا یقین ہے کہ یہ کتاب کشمیری پڑھنے والے ریسرچ اسکالروں اور طالب علموں کے لیے بہت فایدہ مند ثابت ہوگی۔

اِخلاص مند

عزیز حاجنی

(کشمیری سے ترجمہ)

ظاہر بانہالی ایک ہمہ گیر شخصیت

ظاہر بانہالی ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک ہیں جنہیں نثر و نظم دونوں میں دسترس حاصل ہے۔ اگر چہ کشمیری غزل اور نعت اُنکا خاص میدان رہا ہے لیکن اِن کے قلم سے بہترین افسانے بھی عالم وجود میں آئے۔ کشمیری زبان اور ادب میں طنز و مزاح ظاہر بانہالی کی ایک تحقیقی اور تنقیدی کتاب ہے، جس میں طنز و مزاح کا تعارُف اسکی اہمیت و افادیت اور کشمیری شعرا کی طنزِیہ اور مزاحیہ شاعری کو یکجا کر کے منظر عام پر لایا گیا ہے۔ اردو ادب میں یہ کتاب اُس وقت نہایت ہی اہمیت کی حامِل ہو جاتی ہے جب ظاہر بانہالی اس کتاب کو اردو میں تصنیف کر کے اردو دانوں کے قارئین کو مطالعہ کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ ظاہر بانہالی کشمیری، اردو، فارسی اور انگریزی زبانوں پر بھرپور دسترس رکھتے ہیں اس لئے اس مشکِل فن کو سر انجام دینے میں کامیاب ہوئے۔

زیرِ نظر کتاب اردو زبان میں بڑی اہمیت کی حامِل ہے اور جموں و کشمیر کی یونیورسٹیوں کے ساتھ ساتھ کالجوں کے نصاب میں پڑھانے کے قابِل ہے۔ اور نئے طلباء وِ اسکالرس کے لیے کافی کار آمد ثابت ہوگی۔

ڈاکٹر خالد رسول گنائی

پرزیڈنٹ اعمی عبدالرحیم فاونڈیشن بانہال ۳۔ جنوری ۲۰۲۴

طنز اور مزاح ایک تعارف

طنز و مزاح ادب کی وہ شاخ ہے جس میں آوازوں کی ذریعے، جسمانی کرتبوں کے یا تحریر کے ذرائع سے کوئی مخصوص شخص، کارپوریشن، گورنمنٹ یا گورنمنٹ کا کوئی حصہ یا ادارہ ان باتوں سے شرمسار کیا جا سکے، جو سچی تو ہوں مگر ہنستے ہوئے اس انداز اور مذاق میں کہی جائیں کہ اس کا کڑواپن سُننے والے کے دل تک محسوس ہو سکے اور وہ اس پر غور کرنے پر مجبور ہو جائے۔ ظرافت میں ہنسنے و ہنسانے کے تمام گوشے گنے جاتے ہیں۔ ظرافت اور مزاح فیروز اللغات ڈکشنری میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

ظرافت:۔ خوش طبعی، دل لگی، مذاق تمسخر اور ٹھٹھاہ

مزاح بکسر اول:۔ خوش طبعی، مذاق، ہنسی۔

اور یہی معنی ہم کشمیری ادب میں بھی استعمال میں لاتے ہیں اور کشمیری ڈکشنری میں بھی لگ بھگ یہی معنی نکالے گئے ہیں۔

طنز اور مزاح ایک ہی معنی میں اکثر شمار کیے جاتے ہیں مگر جب غور سے دیکھا جائے تو یہ دو مختلف المعنی الفاظ ہیں اور دونوں کے اپنے اپنے حدود مقرر ہیں۔

البتہ اس کے باوجود یہ دونوں متوازی صورتحال قائم کر کے چلتے رہتے ہیں اور اس طرح سے ان دونوں کو علیحدہ کرنا عموماً مشکل ہو جاتا ہے۔ طنز تعمیراتی اور سوشل تنقید ہوتی ہے جو کبھی کبھی کسی خاص شخص یا سماج کے ذمہ داروں تک کوئی اہم بات پہنچانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اس میں نثر ڈرامہ افسانہ شاعری زبانی بات چیت وجسمانی طریقوں سے دکھانے والے ڈرامہ ٹیلی ویژن اور فلم ساز ڈانس Dance اور تصاویر انٹرنیٹ کے ڈرامہ شاعری جس میں نثر اور نظم دونوں شامل ہیں۔ یہ ادبی شاخ تقریباً چار ہزار سال پرانی بتائی جاتی ہے۔

رابرٹ ایلیٹ Robert Elliot دی نیچر آف سائنس "The Nature Of science کتاب میں لکھتا ہے ہے "مزاح کبھی کبھی براہ راست یا رُو برو اور زیادہ اس کے الٹ بالواسطہ بتایا، لکھایا یا ڈرامائی انداز میں دکھایا جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی اس میں زیادتی ایگزاگیشن Exaggeration جو مزاحیہ مبالغہ آرائی سے جانی جاتی ہے اور کبھی ایہام اور ابہام بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ نقال اس کو اس طرح کا رنگ ڈھنگ بخشتا ہے کہ بات بھی بتائی جاتی ہے اور اگلے والے کو یہ بھی محسوس نہیں ہوتا کہ کسی کو شرمندہ مت کیا جا رہا ہے۔ نقال کو انگریزی میں روبورٹ، Robort سخت گیری یا فولادی کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اس کو ہیومر بھی کہا جاتا ہے۔

ہیومر اصل میں لاطینی لفظ ہے جس کے معنی تری یا نمی بتائی گی ہے۔ کیونکہ یہ ذہن کی تھکاوٹ کو تر کر کے مستعد اور خوش کرتی ہے اس طرح سے اس کی ایک خاص اہمیت ہے سولہویں صدی عیسوی میں ہیومر ایک اہم موضوع مانا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ غیر اخلاقی کرداروں کو اصلاح کرنے کے لئے کامیڈی کی صورت میں اپنایا گیا۔ ظرافت کا فن فرانس سے انگلستان پہنچا تب وہاں کے قلم کاروں نے اس کو ایک خاص وقت اور مقام بخشا۔ چنانچہ انیسویں صدی میں اس صنف نے ایک خاص درجہ حاصل کیا اور اسے ایک اہم مقام حاصل ہوا۔ معنی کے لحاظ سے ظرافت اس ادبی نثر، نظم یا بات کو کہہ سکتے ہیں جس سے انسان خوشی محسوس کر کے کچھ دیر کے لیے ہنسی تیار کرے۔ گویا ظرافت کو ہنسی کے ساتھ قریبی رشتہ ہے اور بغیر ہنسنے کے ظرافت کوئی ادب نہیں ہے۔ طنز کو ٹھٹھاہ، مسخرہ پن، تنقیص یا اشارہ بازی کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے جبکہ مزاح خوش طبعی مذاق یا ظرافت کے طور پر استعمال میں میں لایا جاتا ہے۔

جو تحریر انسان کو ہنسنے پر مجبور کرتی ہو اور طنز سے بھر پور ہو اس تمام کو طنز اور مزاح کہا جاتا ہے۔

(y.u.tang) وائی یوٹنگ اپنی کتاب امپورٹنس آف لیونگ Importance of livinig میں رقمطراز ہے "مزاح نگار ایک ہنسی یا مسکراہٹ لا کر اچھے

خواب دیکھنے والوں کی امنگوں اور امیدوں کی نشاندہی کر کے آنے والے خدشا ت اور ذہنی صدماتوں کو تیار کرتا ہے اور اگر دیکھا جائے تو یہ ایک بڑی انسانی خدمت ہے۔

برگسان Bergson ظرافت کو یوں بیان کرتا ہے "ہنسنے کا کام فراریت کے رجحان کا قلع قمع کرنا ہے اور انسان کو حال بھلا کر کل کے لئے تیار کرنا اور اس میں مدغم ہونا ہوتا ہے (laughter page177)۔

ایسٹ مین Eastman اپنی کتاب انجوائمنٹ آف لافٹر Enjoyment of laughter میں رقم طراز ہے" کوئی بھی عجیب حرکت کرنا جس سے ہنسی آجائے کو مزاح کہا جاتا ہے۔" وہ ایسے کے اگر بچے کے سامنے کوئی عجیب وغریب صورت بنائی جائے تو وہ ہنس پڑے گا یہی ظرافت ہے۔

پروفیسر سسلی Sisly کہتے ہیں" مسرت، ہنسنے کا عمل یا سیلاب اس اچانک رکاوٹ کو دور کرنے کی غیر متوقع شے ہے جو کسی بیرونی دباؤ سے دور ہوتی ہو جو ہمیں یکا یک زندگی کے ایک بلند مقام تک پہنچا سکتی ہے۔"

اسٹیفن لیکاک stephen Lecock

اپنی کتاب ہیومر اینڈ ہیومنٹی میں لکھتا ہے" مزاح کیا ہے یہ زندگی کی ناہمواریوں کے اُس ہمدردانہ شعور کا نام ہے جس کا فنکارانہ اظہار ہو جائے۔ لیکن جب زندگی

کی ناہمواریوں کے اس ہمدردانہ شعور کی جگہ تیز اور تلخ شعور لے لیتا ہے اور فنکارانہ اظہار میں دھیمے پن اور نرمی کے بجائے کرختگی اور تیکھا پن آجاتا ہے تو مزاح نہیں رہتا بلکہ طنز بن جاتا ہے۔

رونالڈ ناکس Ronald knox اپنی کتاب ایسے آن اسٹائیر (Essay on satire) کے صفحہ 31 پر لکھتا ہے "مزاح نگار خرگوش کے ساتھ بھاگتا ہے جبکہ طنز نگار کتوں کے ساتھ شکار کھیلتا ہے"

ادبِ لطیف میں لکھا گیا ہے " قبل از طعام طنز، بعد از طعام مزاح"

علی گڑھ کے ایک میگزین میں لکھا گیا ہے "مزاح و طنز کے عمل، جراحی کے لیے غش اور دوا کی سی حثییت رکھتا ہے۔

طنز اور مزاح کا منبع

طنز انگریزی لفظ ساٹایر SATIRE سے ماخوز اور ترجمہ کیا گیا ہے اس کا منبع لاطینی لفظ ساتر Satur ہے۔ جو انگریزی میں شامل کیا گیا ہے اس کا مطلب بھرا ہوا ہے ساتر اور لانکس کا معنی میوے سے بھرا ہوا ٹوکرا یا برتن کیا گیا ہے۔ ساتر لفظ سب سے پہلے پہل ایک رومن مفکر نے استعمال میں لایا مگر یہ صرف رومن شاعری کیلیئے لئے مختص تھا۔ اس کے بعد فلپ کا بیٹا ارسٹوفوز Arislophoes جو ایتھنز روم Atheins کا رہنے والا ایک ڈراما نگار تھا، نے اس کو ساٹایر کے نام سے اپنے ڈراموں میں استعمال کیا۔ اس کے بعد لاطینی زبان کا نثر نگار اور ڈراما نگار ادیب ایپولینس Apuleius تھا (124 سے 175 بی۔سی) نے ساٹایر کو ایک وسیع تناظر میں استعمال کر کے ایک نئ شکل بخشی۔

کچھ تواریخ دان اس کو عربی لفظ "ھجا سے تعبیر کرتے ہیں ہیں جو عرب سماج میں قدیم وقتوں میں شاعروں نے کسی بھی شخص وغیرہ کے لیے طنز وظرافت کے طور پر استعمال میں رائج کیا تھا۔

انسانی تاریخ میں اس کے دو نظریئے وجود میں آئے عرب کے شاعر اور

ادیب یا عام لوگ اس کو کو زیرکی، چالاکی، مذاق کیھلنا یا دانائی سے تعبیر کرتے تھے۔ایک نظریہ ارسطو (ایرسٹوٹایل Aristotle) کا ہے، جو ایک یونانی مفکر تھا اس کا زمانہ 273 سے لے کر 384 بی سی تک رہا ہے۔

ارسطو کا کہنا ہے کہ ہنسی انسان کی کمی اور خوبصورتی کو دیکھ کر وجود پذیر ہوتا ہے اور یہ درد انگیز یا سخت نہیں ہوتی۔

دوسرا نظریہ ایمانیول کانٹ Immanuel Kant کا ہے جو 1724 سے لے کر 1804 عیسوی تک ایک جرمن مفکر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے "جب کوئی واقع یا چیز ہونے والی ہوتی ہے مگر ہوتے ہوتے رہ جاتی ہے پھر جو توقع ہم نے اس کے ساتھ وابستہ کیئے ہوتے ہیں وہ ایک بلبلے کی طرح ٹوٹ جاتے ہیں اور ہمیں ایک عجیب سا محسوس ہوتا ہے۔" برگسان ہینری لویس (BergsonHenri Louis1859-1941) جو ایک فرانسیسی ادیب تھا مزاح کو خالص ایک ذہنی عمل قرار دیتا ہے اس کے برعکس فرایڈرچ (Nielzsche Fried Rich 1844-1900) جو ایک جرمن فلاسفر اور لیکھک تھا۔ وہ مزاح کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

1۔بے ضرر مزاح 2۔افادی مزاح 3۔خالص مزاح 4۔مزاحیہ مزاح۔

بیضرر مزاح:۔ جیسے کہ نام سے ہی ظاہر ہے اس کا مقصد سوائے اس کے اور

کچھ نہیں ہوتا کہ لفظوں کی جادوگری سے مزاح نگار صرف خوشی کا مواد مہیا کرے۔ افادی لطایف بھی کچھ قدرے اس کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔

مگر ساتھ میں وہ جنسی تشدد آمیز خواہشوں کے لیے بھی تسکین فراہم کرتا ہے۔ اس قسم کا مزاح کسی نہ کسی کے خلاف ضرور صف آور ہوسکتا ہے مضحکہ انداز سے خوشی حاصل کرنے کے متعلق فرایڈرچ Friedrich جرمن فلاسفر اور رائٹر رقمطراز ہے کہ یہ ایک تخیلی قوت سے بحث کر کے پیدا کیا جاتا ہیکھو دا پہاڑ نکلا چوہا اس کی ایک بہترین مثال ہوسکتی ہے۔ یعنی بحث و مباحثہ کر کے مزاح پیدا کرنا مزاح نگار جن عناصر کا رہین منت ہے۔ اس میں دو باہم چیزوں کی مشاہبت ہوسکتی ہے

جیسے کہ شیخ سعدی کہاں اور شیخ چلی کہاں، دونوں ایک ہیں مگر کام اور کرتوت الگ الگ ہیں۔ مزاح نگاری کا دوسرا فن زبان اور بیان کی بازی گری اور تعلیمی بازیگری ہے۔ تعلیمی بازی گری سے مزاح پیدا کرنا اور تکراری صورت دینا جس کو رعایت لفظی بھی کہا جاتا ہے۔ لفظی بازیگری کے مضحکہ خیز نکات مذاق ہے بذلہ سنجی کے زمرے میں آتے ہیں۔ مزاح نگاری کی تیسری صورتحال جو تین عناصروں کے تابع ہے جیسے ناہمواریوں کی اچانک پیدائش، الجھنوں میں پھنسا ہوا انسان، ناظر کا احساس برتری اور پھر اس احساس کا تسکین جو اس واقع کا

صدمے یا دکھ کا پہلو اجاگر کر کے مزاح پیدا کرتا ہو۔

مزاح نگاری کا چوتھا حربہ مزاحیہ کردار ہے۔ جس سے تمام ماحول ایک مضحکہ خیر صورتحال میں تبدیل ہوتا ہے اور اس کا آخری حربہ پیروڈی یا تحریف کرنا قرار دیا گیا ہے اس سے مزاح نگار بہت سا فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہوتا ہے. پیروڈی کسی تصنیف یا کلام کی وہ لفظی نقالی ہے جس سے اس کلام کی تضحیک ہوتی ہو۔

طنزاورمزاح کا مقصدوَاِفادیت

مزاح اورطنزیا ہیومرقدیم ترین کمنٹری Commentary) تروتیج مانی جاتی ہے اس میں بات چیت تو ہوتی ہی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس میں وہ باتیں بھی بیان کی جاتی ہیں کہ جب لوگ مشکلاتوں سے دوچار ہوں تو یہ بات حکومت تک پہنچانے کے لئے اسے استعمال میں لایا جاتا رہا ہے۔

طنزکوبحشیت تنقید بھی مانا گیا ہے ادب کے دائرے میں طنز کرنے کی اہمیت اس کی مقصدیت اورافادیت کونظر میں رکھ کرکیا جاتا ہے۔اسی طرح اس کی کرواہٹ یاتلخی کو برداشت کیا جاسکتا ہے۔جس بات میں کوئی مقصد نہ ہواس پر طنزیامزاح کرنا کوئی لطف نہیں دیتا۔اس سے صرف دل لگّی مذاق یاہنسنا اورکھیلنا ہی ہوسکتا ہے۔یہ اس کی عمومی سطح ہے مگراس کی کوئی واضح سمت یاصورتحال سامنےنہیں آتی۔

اکثر طنزومزاح نگار معاشرے کی ناانصافیوں،ناہمواریوں اور برائیوں کواجاگر کرکے اس طور سے چوٹ کرتاہیکہ انسان یاسننے والااسپر ذاتی طورتنقید کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ایک مزاح نگارخواجہ غفورفرماتا ہے"مزاح نگارکی سطح اس وقت بندہوجاتی ہے جب وہ ذاتی طوراس پرغورکرنے پرمجبورہوتا ہے۔تنقید کوچھوڑکر

حالات سماج سیاست واقعات اور ماحول کو اپنی گرفت میں لائے اس سطح پر پہنچ کر
مزاح تنقید میں تبدیل ہو جاتا ہے اور مزاح نگار
رکاکت کی نیت سے گریز کر کے انسانی ماحول کا انعقاد اور نقیب بن جاتا
ہے۔ مسرت اور حیرانگی استعجاب کے عنصر مزاح کے لازمی جزو ہیں۔ مزاح
نگار اپنی مزاح نگاری، اپنی ذہانت اور فطانت سے کسی صورت حال کا وہ پہلو
معلوم کرتا ہے جو عام شخص کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ مسرت اور حیرانگی
استعجاب کے عنصر مزاح کے لازمی جزو ہیں۔ مزاح نگار اپنی ذہانت اور فطانت
سے کسی صورت حال کا وہ پہلو معلوم کرتا ہے جو ہمیں نظر نہیں آ سکتا۔ یہ کسی خاص
وقت پر اس کا اظہار نہیں کرتا ہے تا کہ سننے والے کو حیرانی اور مسرت محسوس ہو اس کا
یہ سارا کھیل ایک مشکل اور پیچیدہ عمل رہتا ہے۔

مزاح نگار اس کو ایک فطری انداز میں پیش کرتا ہے اور اس کا حل بھی سامنے رکھتا
ہے اس بارے میں رشید احمد صدیقی فرماتے ہیں "طنز و مزاح کا شمار دنیا کے
مہلک ترین ہتھیاروں میں ہوتا ہے۔ اس کا بروقت استعمال کرنے کا وطیرہ دنیا کی
ہر سپاہی کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ بلکہ سپہ سالار کی قیادت اور اجازت سے براہ
راست استعمال میں لانا جانا چاہیے۔" طنز و مزاح سے محظوظ ہونے کے لیئے ہر
شخص میں اس کا ہونا ضروری ہے جو اسے حیوان ظریف کے مقام پر تعینات کرتا

ہے۔مزاح عیب جوئی، فقرہ بازی، طعنہ بازی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا، بلکہ یہ
ہم آہنگی تفاوت میں امتیاز نامعقول کاموں سے احتراز اور نا ہمواریوں کو اس
انداز سے اُجاگر کرنے کا فن ہے کہ سننے والا اس کی بات سے قائل اور متفق ہو
جاتا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر کہتے ہیں "ہنسنا انسان کی جبلت میں شامل ہے جب اس کا اظہار
تخلیقی سطح پر کیا جائے تو مزاح وجود میں آتا ہے دوسروں کو اپنے مزاح میں شامل
کرنا مزاح نگار کا اولین فرض ہوتا ہے۔"

مزاحیہ صورت حال طنز اور مزاج کی ایک اہم اور مشکل صورت حال ہوتی ہے
یہ ایک ایسا حربہ ہے جس میں زبان و بیان اور الفاظوں کی سلاست و بلاغت
بندش کے ساتھ ساتھ مضحکہ صورتحال کا پیدا کرنا بھی شامل ہے، مثلاً ایک انسان
جب کیلے کے چھلکے پر سے پھسلتا ہے اس میں بے اختیاری طور پر ہنسی نکلتی
ہے۔

ہیومر ظرافت کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس میں بھی ایسی ذاتیں موجود ہیں جس سے
نہ تو ہنسی ہی نکلتی ہے نہ کسی تک کوئی بات یا پیغام پہنچایا جاسکتا ہے حتیٰ کہ آسان یعنے
سرسری مزاح یا ہلکا مزاح بعض اوقات سنجیدگی لے کر ہوتا ہے یعنی اس کو سنجیدہ
مزاح بھی کہا جاسکتا ہے جو اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے کام آتا ہے۔کہا جاتا

ہے کہ لوگوں کو پہلے ہنسانا چاہیے- پھر انہیں سوچنے پر مجبور کرنا چاہیے۔ یعنی ایسا کوئی مخول یا ٹھٹھاہ کرنا چاہیے کہ پہلے اِنسان ہنسے پر اور پھر سوچنے پر مجبور ہو جائے اور سوچنا شروع کرے کہ کہنے والے نے کیا کہا۔

مزاح ہمیں دو چیزیں باور کراتا ہے۔ ایک یہ کہ مِخول یا ٹھٹھا کے ساتھ ساتھ ایک خیال بہم کرنا، دوسرا اس پر سوچنے کے لئے مجبور کرنا- اس طرح یہ مزاح صرف لطف اٹھانے کے لیے استعمال میں نہیں آتا۔

مثال کے طور پر کالوِن اور ہوبس Calvin and hoobs" ایک روزانہ اخبار جو امریکہ سے نکلتا تھا اور اس کو ایک مزاح نگار بل واٹرسن Billwatterson چھپایا کرتا تھا- ایک شمارے کے کارٹون میں دکھایا گیا تھا کہ حکومت غریبوں کے لیے کیا کیا اقدام کرتی ہے- ایک غریب کسان کو اس نے سڑک کے کنارے سوتے ہوئے دکھایا تھا اور وہ اخبار لپیٹے یا اوڑے ہوئے تھا، جس پر لکھا گیا تھا" شہر کی آمدنی بڑھ گئی ہے اب شہر میں کوئی غریب نہیں رہا"۔

نفسیات کے ماہرین کہتے ہیں کہ جب ہم کوئی ہنسانے والی بات کہتے ہیں، ہم خود میں ایک احساس برتری محسوس کرتے ہیں کیوں کہ یہ بات دوسروں کو خوش کرتی ہے اس قسم کی اچانک خوشی اپنے اندر خوبی کا اظہار کر کے پیدا کی جاسکتی ہے مشہور

یونانی فلسفی ارسطو "اریسٹوٹایل" کہتے ہیں:-

ہنسی انسان کی کوئی کمی یا صورت دیکھ کر وقوع پذیر ہوتی ہے دوسرا ایک فلاسفر افلاطوں اس بارے میں کہتے ہیں کہ کسی ناہمواری یا بے توازنی کا اچانک احساس انسان کی ہنسی کا وسیلہ یا ذریعہ بن جاتا ہے"۔

ایسی تمام صورتحال مجموعی طور پر ظرافت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔تو اس طرح ظرافت انسان کے ہنسانے، خوش کرنے اور دل کو راحت بخشنے کا ایک اہم ذریعہ بن جاتا ہے۔ظرافت صرف ہنسانے کا ہی کام نہیں کرتی بلکہ

آسکر وائلڈ (1900-Oscarwild1854) آئرش ادیب اور شاعر کہتے ہیں کہ "ادیب کسی شخص کی سچائی سے واقف کرانے میں ایک نقال کا کام انجام دیتا ہے۔"

کوئی بھی بات جس میں ظرافت ملی ہوئی ہو جلدی ہضم ہو جاتی ہے اور اس کے اچھے نتیجے نکلتے ہیں اس سے ظرافت ایک با مقصد اور ادبی صنف بن جاتی ہے-ظرافت نگاری کا فن کوئی عام یا آسان بات نہیں ہے- اس میں بھی ایک فن کار کی ضرورت ہوتی ہے۔ظرافت میں لفظی ظرافت، خیالی ظرافت موقع محل اور کردار نگاری کی ظرافت بھی شامل ہے۔ان تمام میں کردار نگاری کی ظرافت پہلے درجہ رکھتی ہے جو تخلیق کرنا پڑتی ہے۔پھر موقع محل دیکھ کر مناسب الفاظوں کا جا

مہ پہنا کر خیالوں کی کاریگری کے ساتھ کردار کو سامنے لاکر پیش کرنا پڑتا ہے۔ عرب تواریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اس وقت کے شاعروں کے کلام میں بھرپور ظرافت ہوا کرتی تھی۔ ایک مشہور مقولہ ہے

"الملح فيِ الكلام كالماح فِي الطعام ۔"

معنیٰ" کھانے میں جسطرح نمک کا مرتبہ ہے وہی مرتبہ کلام میں ظرافت اور مزاح کا ہے"۔ دوسری جگہ ایک اور مقولا کہا گیا ہے

اَلمِزاح سَبَتُه فقالَ سُنَتَه لِمنیَ هسَنه۔ مزاح اُس کے لئے سنت کا درجہ رکھتی ہے جسے یہ پسند آتا ہو" اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ چونٹیوں کے یہ کہنے پر مسکرادئے تھے جب اعلان ہوا کہ اے چونٹیو اپنے اپنے بلوں میں گھس جاو کہیں سلیمان کا لشکر تمہیں مسل نہ دے:- (جب سُلیمان کا لشکر چونٹیوں کے ایک میدان میں آئے۔ تو ایک چونٹی نے کہا اے چونٹیو اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو یعنی داخل ہو جاو کہیں تمہیں سلیمانؑ کا لشکر کچل نہ ڈالیں۔ سو سلیمانؑ اسکی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے میرے رُب مجھ کو اسپر ہدایت دیجئے کہ میں آپکی نعمتوں کا شکر ادا کروں"

بات غور کرنے کی ہے یہ مقولہ صرف ادبی صداقت یا سچائی کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ وہ

لطیف عنصر اور پیمانے مقرر کرتا ہے بلکہ اس کی آمیزش سے ادب کے صاف ستھرے طلب کے پانی میں چھوٹی چھوٹی لہروں کے تلاطم پیدا مانند انسان کے ذوق سلیم میں کر کے تبسم کرنے پر مائل کرتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ کسی بھی زبان کی لطافتِ یا کسی قوم کی ذہنی پختگی کا اندازہ ان کی زبان کی ادبی ظرافت اور ان کے زبان کی ظرافت اور قوم کا مزاج ایک بڑے میعار کے طور سے جانا اور مانا جاتا ہے۔ یہ بات بھی وثوق سے کہی گئی ہیکہ کسی زبان کی ظرافت عالیہ اسی وقت وجود میں آتی ہے جب اس قوم کا ادب پختہ ہو۔ مزاح سے اسکا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ Lin Y.U.Tang"لن وائی یوے" اپنی کتاب امپورٹنس آف لیونگ Importance of Living میں واشگاف کرتے ہیں کہ "اگر تم ہنسو گے تو سارا زمانہ تمہارے ساتھ ہی ہنسے گا اگر تم رو لو
گے تو کوئی تمہارے ساتھ نہیں روئے گا"۔ جانوروں کی خوش الحانی، قسم قسم کی بولیاں اُنکی چہچہاہٹ سُن کر دِل کو ایک فرحت محسوس ہوتی ہے۔ آرتھر اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔ خیالات و تصورات ایک خوبصورت تصویر کو دیکھ کر یا ایک اعلا پایہ کی نظم پڑھ کر ہمارے دلوں کو ضرور متحرک کرتے ہیں مگر وہ خاص عنصر پیدا نہیں کر سکتا جو ہر کسی کے معرض وجود میں آتا ہو۔ راجیہ کردار ہمیں اس لیے خوش لگتا ہے کیونکہ وہ ایسے کام اور کردار ادا کرتا ہے جس

سے لوگ محظوظ ہو جاتے ہیں ایک لطیفہ سن یا پڑھ کر ہمارے جذبات اور احساسات نمایاں طور پر کام کرنے لگتے ہیں۔

ہنسی غموں سے فراریت کے رجحان کا قلعہ قمع کرتی ہے اور اچھے کل کی ترغیب دیتا ہے۔ حکیموں کا ماننا ہے کہ زور سے ہنسنا یا قہقہہ لگانا ایک ورزش کا کام دیتا ہے اور طبیعت پر ایک اچھا اثر ڈالتا ہے۔ قہقہہ لگانے سے انسان کے اعضاء جھنجھوڑے جاتے ہیں اور تناو کا احساس کم ہونے لگتا ہے۔

انسان اس سے ایک ہلکا پن محسوس کرتا ہے اور اس کا دماغی دباؤ کم ہوتا ہے اسے انسان کے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور تناؤ کا احساس کم ہو کر ایک فرحت سی محسوس ہوتی ہے۔

طنز اور مزاح کے سماج پر اثرات

سماجی حیثیت سے انسانی زندگی پر طنز و مزاح کا ایک اچھا اثر پڑتا ہے۔ اولین وقتوں میں صرف یہی ایک ذریعہ تھا جس سے لوگ اپنا بھائی چارہ قائم رکھتے تھے اور اس سے دماغی طور پر کچھ ہلکا پن محسوس کرتے تھے۔ تاریخ سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ پرانے دور میں لوگ مل بیٹھ کے آپس میں اپنے سماجی سیاسی اور دوسرے مسلوں کو طنز و ظرافت کے ذریعے بحث و مباحثہ کر کے سلجھانے کی کوشش کرتے تھے۔

سیاست دانوں یا حاکموں کی کمی ناروا داری، غلطیاں اور ظلم و ستم بھی اس بحث میں شامل ہوتا تھا۔ ایک آسٹریلین ادیب کاری کر Karikar طنز و مزاح لکھتے لکھتے اپنے زمانے میں اتنا مشہور ہوا تھا اور اسی وجہ سے جانا جاتا رہا تھا۔ اس نیا تنا طنز و مزاح لکھا کہ اسے نوبل انعام کے لیے منتخب کیا گیا حالانکہ اس نے جرمنی اور آسٹریا کلچر کی طنزیہ انداز میں سخت مخالفت کی تھی۔ سماجی اور بہترین رول ادا کرتے ہوئے طنز اور مزاح نے بہت اچھے رول ادا کئے ہیں جس کے بعد میں اچھے نتیجے نکل آئے اور کسی حد تک لوگوں کی مشکلوں کا ازالہ بھی ہوا۔

حتیٰ کہ وہ سیاسی سماجیات یا کسی اور کے ساتھ تعلق رکھنے والے مسلۓ تھے۔ایسی طنز و مزاح لوگوں کے حقوق کو بروئے کار لانے کی مدد کرتی ہے اور اس کے وسیلے سے جو بات کہی جائے وہ کسی نہ کسی طور حاکموں اور ذمہ داروں تک پہنچ کر اپنا حل ڈھونڈنے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔قدیم ترین روم کے شاعر اور ادیب اب بھی طنز و مزاح کو مختلف طریقوں سے استعمال میں لاتے تھے کہا گیا ہے کہ ظرافت ادب میں وہی مقام اور مرتبہ رکھتا ہے جیسے کہ کھانے میں نمک۔ مفکروں کا کہنا ہے کہ کسی بھی قوم کی ذہنی پختگی کا اندازہ اس قوم کی ظرافت اور مزاح کے احساس سے جانا جاتا ہے۔کسی ادب کی ظرافت اور مزاح اسی وقت معرض وجود میں آتی ہے جب اس ادب کا مقام پختہ ہوکر اپنے وسائل کے اظہار کے لیے میعاری لطافت حاصل کرسکتا ہے۔انسان جو زندگی کے نشیب وفراز میں اتنا گھر چکا ہے کہ اس مشکل سے اس کے لئے باہر آنا مشکل رہتا ہے اور کسی وقت یہ اتنی خوفناک ماحول سے گھر جاتا ہے کہ وہ خودکشی کرنے پر آمادہ ہوتا ہے، اگر آپ کو اس جیسے انسان کے ساتھ واسطہ پڑے اور آپ تھوڑے سے وقت کے لئے اس کے ساتھ مل بیٹھ کے اس کو خوش کرنے اور ہنسانے کی کوشش کروگے تو اس کا ذہنی دباؤ کم ہوکر ایک راحت محسوس کرنے لگے گا۔اور اسکی جینے کی خواہش پھر سے جی اٹھے گی۔

یعنی ہنسنا ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔ سماجی لحاظ سے ہنسے کا پہلو اس لیے بھی ضروری ہے اس سے

ہم باہری سماجی مضر اثرات سے محفوظ رہتے ہیں ہماری سوسائٹی کو زندہ رکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے دوسری جانب یہ ہمارے اندرونی نقائص کا توجہ ہماری جانب مبذول کرتا ہے۔ احساساتوں نے تو مضحکہ خیز صورتحال اختیار کر کے ہمارے ذہن کو ماؤف کر کے دوسری جانب یہ ہمارے اندرونی نقائص کا توجہ ہماری جانب مبذول کرتا ہے، جن احساستوں نے مضحکہ خیز صورتحال اختیار کر کے ہمارے ذہن کو ماؤف کر دیا ہو دیا ہو۔

اور آرتھر ریمبارڈ (1891-Arthur Rimbard1854) ایک فرانسیسی شاعر اور ادیب اپنے

خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

خیالات و احساسات ایک خوبصورت تصویر کو دیکھ کر یا اعلیٰ تعلم پڑھ کر ہمارے دلوں کو ضرور متحرک کرتے ہیں، مگر ایسا کوئی عضویاتی مظاہرہ پیدا نہیں ہوتا جو ہر ہنسنے کے دوران ہم میں پیدا ہوتا ہے۔ عناصر صرف اور صرف ہنسنے کے لئے مخصوص ہوتے ہیں کہ انسان ایک لطیفے کو سن یا پڑھ کر اپنے جذبات کا نمایاں اظہار کرتا ہے۔ ہنسنا جذبہ افتخار یا احساس برتری جو دوسری خامیوں سے نظر

انداز کیئے ہوں نمایاں طور پر نظر آنے لگتے ہیں۔

ارسطو یونانی فلاسفر کہتے ہیں کہ اس کے برعکس کوئی کمی اور بدصورتی دیکھکر جب ہمیں کچھ عجیب سا لگنے لگتا ہے تو ہمارے اندر ایک ہنسنے والی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک جرمن مفکر کانٹ (kANTIMMANUEL اس کو وسعت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "جب کوئی واقعہ ہونے والا ہوتا ہو اور ہوتے ہوتے رہ جاتا ہے اور ہمارے توقع کے مطابق نہیں ہوتا تو ہمیں بے حساب ہنسی آجاتی ہے۔"
ہنسنا اور موسیقی انسان کو اطمینان قلب میسر کرتا ہے اور کچھ دیر کے لے ایک الگ دنیا کی سیر کراتا ہے مزاح زندگی کی ناہمواریوں کے اس شعور کو کہا جاتا ہے جس کا فنکارانہ اظہار ہوتا ہے۔ مگر جب اس فنکارانہ اظہار میں نرمی اور دوستانہ ماحول ختم ہوکر ترشی اور سخت مزاجی داخل ہوتی ہے
یہ طنز بن جاتا ہے hummanity اور hummor) ہیومر اینڈ ہیومنٹی کتاب میں اسٹیفن کاک کہتے ہیں:۔

مزاح کے اس طریقہ کار کے مطابق ایک مزاح نگار زندگی کی ناہمواریوں کو نہ صرف محسوس کرتا ہے بلکہ تخیلی سطح پر اس کا اظہار بھی کرتا ہے جس سے انسان کو ہنسنے ہنسانے کی ایک تحریک مل جاتی ہے۔ طنزومزاح میں اتنا ہی فرق ہے کہ ایک مزاح

نگار اس کا حصہ دار بن کر اس کا لطف لیتا ہے، جب کہ طنز نگار اس تمام ماحول سے الگ تھلگ رہ کر دوسروں کو چوٹ کرتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہیکہ طنز میں جارحیت اور ایذا کوشی کا عنصر موجود رہتا ہے۔ اس کے برعکس مزاح میں خوشی کا عنصر موجود رہتا ہے۔ پروفیسر یوسف زئی ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ اردو حیدرآباد یونیورسٹی کہتے ہیں "مزاح نگار ذہنی شگفتگی اور اسلوب میں بذلہ سنجی کا عنصر قایم کر کے اس تمام سے جو مرکب حاصل کرتا ہے، جو مزاح اور طنز میں ایک قسم کی نشتریت اور چبھن کی صورت میں پس پردہ رہتی ہے اور جو سماج کی برائیوں اور نابرابری کی نشان دہی بھی کرتا ہے ان پر ہنسی مذاق کر کے بھی اور پھر انکو ٹھیک یا صیح کرنے کے جتن بھی کرتا ہے مشہور مزاح نگار مجتبیٰ حسین فرماتے ہیں کہ طنز اور مزاح کے دو الگ الگ مقصد ہوتے ہیں۔ زندگی کی ناہمواریوں بے

اعتدالوں میں جو اوبڑ کھابڑ راستے ہمیں ملتے ہیں اور جن پر چلنا دشوار اور مشکل ہوتا ہے انمیں ایک توازن اور اعتدال قائم کرنے کے لے طنز اور مزاح ایک بنیادی فلسفہ لے کر آتا ہے۔ ہنسنے اور خوش و خرم رہنے میں ایک تحریک مضمر ہے جو قدیم وحشی انسان سے لے کر آج کے ترقی یافتہ انسان تک کا سفر ہے۔

ڈاکٹر یوسف زئی کا کہنا ہے کہ انسان کو اُس چیز یا شخص کا مذاق نہیں اڑانا چاہے جس کا وہ احترام کرتا ہو۔ ہم کسی کا مخول کیوں کریں یا کسی قسم کا مذاق کیوں اُڑائیں اس

پر قدغن لگانے کی ضرورت ہے۔ کچھ مفکر طنز کو ایک تنقید کی حثیت سے بھی مانتے ہیں مگر کچھ کا کہنا ہے کہ تنقید کا ایک علحیدہ عمل ہے اور طنز کا ایک دوسرا عمل ہے۔ اسی لحاظ سے اس کی تلخی یا کرواہٹ برداشت کرنا پڑتی ہے۔ جس طنز و مزاح کا کوئی مقصد نہ ہو وہ مزاح بے وجہ ہوتی ہے بلکہ یہ صرف دل لگی اور مذاق کرنے کے لے مفید ہوسکتا ہے۔ یہ سماج کا آئینہ ہوتا ہے جس میں اس سماج کی شکل بھی نظر آتی ہے۔ یہ خرابیوں کی نشاندہی کرتا ہے اور خرابیوں کو دور کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ادب میں اسکی ایک اپنی خاصیت ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا کہتے ہیں کہ طنز ایسا ہونا چاہئے جس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو اور کسی کا دِل نہ دُکھے۔

مختلف زبانوں میں طنز اور مزاح نگاری

(دِی ٹریڈس آف سٹایر)(The trades of satire)   ایک
Egyptian اکتاب ہے جسمیں طنز وظرافت کی تمام حربے موجود ہیں(-
یونان کی قدیم ادب میں اس کا بہت ذخیرہ موجود ہے-یونان کا ایک بڑا ڈرامہ
نگاراور کامیڈین (comadian) ارسٹوفینز (Aristophanes) جس
نے لوگوں کی مشکلات اور نا همواریوں پر مشتمل خاص کر سیاسی مسلوں پر بات کی
ہے-

روم اسپین کا پہلا طنز و مزاح نگار مارکوس فبلاس کوینٹاین کوئنا Marcus
faablus Quintillian ہے، جس نے "دی ٹروسٹوری کتاب" (The
True Story) لکھی-لوسین Lucin ایک سایئرن ناول نگار تھا اس نے طنز و
مزاح پر چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھی-

نویں صدی عیسوی میں عرب میں ایک ادیب نے طنز و مزاح کو استعمال کر کے بہت
لکھا ہے اس کا نام الجوزی تھا۔ بہت سے اپنے مضمونوں میں اس نے انتھر وپولو

جی Anthrophology انسان کی (بشریت اور حقیقت) سماجی اور فطرتی

وغیرہ مضمون پر ہجا کی صورت میں لکھا ہے اس کی بہت سی

مثالیں موجود ہیں۔ ابو منصور انقلابی اور عبدالمالک ابن محمد اسماعیل جو فارسی و

عربی کے معلم تھے نے بھی طنز و ظرافت کا استعمال کیا ہے۔

عرب کا مشہور شاعر میمون جو آنکھوں سے لاچار تھا اور اسے لوگ ایسا آعشی بہ

معنی اندھا کہتے تھے۔ کہا جاتا ہے اس کا یہ لقب بھی تھا۔ وہ ایسا بہترین کلام

لکھتا تھا کہ وہ عربی ادب میں ایک ضرب المثل کی حثییت سے جانا جاتا تھا۔ کہا

جاتا ہے کہ جس کی وہ تعریف کرتا تھا وہ لوگوں میں قابل احترام شخص مانا جاتا تھا

اور جس کی وہ تکذیب یا ہجو کرتا تھا یا لکھتا تھا وہ لوگوں میں خوار ہو جاتا تھا کیونکہ

لوگ اس شخص کو اسی نظر سے دیکھتے تھے۔ عربستان میں طنزیہ اور ہجویہ اشعار لکھنے

کا اور لوگوں کو کسی بھی کام کے لے بھڑکانے کا قدیم سے ہی رواج تھا یہ بھی بتایا

گیا ہے کہ اگر کوئی قتل کرتا تھا اور اس کے وارث اس کا خون بہا لینے کو تیار

نہیں ہوتے تھے۔ مگر شاعر اس کو بے غیرتی کا طعنہ دے کر مرنے مارنے پر تیار

کر لیتے تھے اور اس طرح سے وہ قتل و غارت کرنے کو تیار ہو جاتے تھے بہ نسبت

وہ خون بہا حاصل کرتے۔ ایسی مثالیں عربی ادب میں بہت سی واقع ہوئی ہیں

۔عرب میں یہ وطیرہ عام تھا کہ جس قبیلے میں کوئی شاعر پیدا ہوتا تھا وہ قبیلہ ذی

عزت مانا جاتا تھا لوگ ان کو مبارک بادی کے پیغام لے کر آتے تھے کہ تمہارے قبیلے میں شاعر پیدا ہوا ہے۔ یہ باور کیا جاتا تھا کہ شاعر اپنے قبیلے کی تعریف وہ توصیف کر کے اپنے قبیلے کی شان بڑھا کر دوسرے قبیلے کی تکذیب اور ہجو کر کے ان کی شان کو کم کرے گا۔

لڑکیاں اچھے کپڑے پہن کر گانے گاتی تھیں کہ انکے قبیلے میں شاعر پیدا ہوا ہے جوان کی عزت کا رکھوالا اور مقام کو بلند کرنے والا ہوگا۔

اموی دور خلافت میں عربی ادب کی دونوں شاخوں نثر اور نظم کو بہت زیادہ ترقی مِلی۔ دراصل اسلامی دور کی عربی شاعری اور نثر کا بے حد زریں دور تھا اور عربی شاعری میں اگر جاہلی شاعری سے کوئی دوسری شعر گوئی لگاو کھاتی ہے تو وہ اُموی شاعری ہے۔ اسی طرح عربی نثر کی اصل ترقی اسی دور میں ہوئی اور دونوں اپنی اپنی کمییت اور کیفیت کے لحاظ سے فائق و بَرتَر ہے۔ عربی شاعری کا سب سے خالص اور زریں دَور زمانہ جاہلیت کا تھا۔ عہد نبوی اور خلافتِ راشدہ کے اولین دور میں اس کو وہ پرانا مقام اور امتیاز نہ رہا لیکن اُموی دور میں عربی شاعری نے اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ پائی۔ اس دور میں قبایلی روایات کی حفاظت زبان کی صفائی اور ترقی خیالات واقدار کی فروانی کے ساتھ ساتھ اموی خلفاء اور

امراء کی سر پرستی عربی شاعری کی ترقی اور ارتقائکے اہم ترین اسباب تھے۔ عرب میں پروپگنڈہ کا بڑا ذریعہ شاعری تھا۔ شعرا کی زبان کی کاٹ شمشیر آبدار سے کم نہ تھی۔ اس لیئےاُس زمانے میں جماعتی شعرا کی بڑی تعداد پیدا ہوگئی تھی۔ نعمان بن بشیر انصاری، یزید بن ربعیہ المعروف بہ اِبنِ مقرخ، اَیمن بن حزیم وغیرہ علویوں کے حامی تھے۔ مسکین داری، عبداللہ بن حجاد بیانی خارجیوں اور آل زبیر کے حمایتی تھے۔ اس دور کی شاعری خیالات کی لطافت اور رنگینی کے لحاظ سے عرب جاہلی کی شاعری سے بہت بڑھ گئی تھی۔ قصاید، تغزُل اور تشبیب میں اس کا اثر نُمایاں نظر آتا ہے۔ اس دور میں شاعری کی تمام قسموں کو ترقی ملی۔ اِن میں غزل بھی تھی، قصیدہ بھی، نعت بھی اور مدح بھی شعرا کی باہمی نوک جھونک یعنی نقائیس اور طنز و ظرافت کی شاعری بھی تھی۔ عیش و سر مستی کی نغمہ سَرائی بھی، فطرت نگاری بھی موجود تھی اور جنگ ورَجزِ نگاری بھی پائی جاتی ہے۔ غرض ہر صنف نے خوب ترقی پائی۔ سیاسی شاعری کی ایک شاخ نقایض (عہد شکنی) ہے جو شعرا کی باہمی رقابت اور چقلس جھونک جھونک کو پیش کرتی ہے اس کے اہم ترین شاعر جریر، فرزوق اور اخطل تھے۔ رجز گوئی میں ابوالنجم العجلی 660 تا 737 اور روبتہ العجاج (685 تا 763 عیسوی) نے قصیدہ کی لطافت و اقدار ملا کر نیا لطف پیدا کیا ہے۔ ہجو کے شاعر الحطیہ تھے جن سے ہر شخص خوف

زدہ رہتا تھا اور فخر و مباہات میں فرزوق نے اِمامت کا درجہ حاصل کیا تھا۔

اُندلس میں عرب فاتحین کے ساتھ ہی عربی شعر و ادب بھی وہاں پہنچا اور مشرقی ممالک کے شعراور شعرا بھی وہاں پہنچے۔ چونکہ اُنکی زبان عربی تھی اس لیے انہیں عربی شعر و شاعری سے خاص دِلچسپی بھی تھی اور اِن میں کٔ ایک نامور شاعر و ادیب بھی تھے۔ چناچہ فاتح اندلس طارق بن زیاد ایک بہترین خطیب تھے انکا خطبہ فتح اندلس، عربی ادب کا شہکار شُمار کیا جاتا ہے۔ اُموی حکمران عبدالرحمان الداخل اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے۔ ابتدائی اندلسی شعرا میں متعدد اموی حکمران، شہزادوں اور اُنکے خاندان کے افراد شامل تھے ان میں عبدالرحمان الداخل حکم اول عبدالرحمان دوم، محمد بن منظر اول، عبداللہ بن محمد، عبدالارحمان، عبدالعزیز بن عبدالرحمان، عبداللہ محمد بن عبدالمُلک، عبدالرحمان پنجم وغیرہ اندلس کے بہترین شعرا میں سے تھے۔ اسی طرح مشرقی مرکز سے اندلس پہنچنے والے شعرا، ادبا اور مغنیوں میں سے مہشور مغنی ذریاب (852 عیسوی) کا نام اہم ہے۔ ذریاب نے مشرقی موسیقی اور شاعری کو اندلس میں متعارف کرایا اور ساتھ ہی اندلسی موسیقی کے خاص مکتب فکر کی بنیاد دالی۔ ابو عمر احمد بن محمد بن دراج القسطلی م. 1030ھ نے بھی شعر و شاعری میں خوب شہرت حاصل کی تھی اور وہ طنز و مزاح بھی کہتے تھے۔ اسی طرح امیہ بن ابی الصلا عیسوی کا نام

بھی اہم شعرا میں شمار ہوتا ہے انہوں نے "الحدیقہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔خاتون شعرا بھی اُس زمانے میں موجود تھے جن میں خلیفہ مستکفی کی صاحب زادی ولدہ کا نام اہم ہے۔ گیارویں صدی عیسوی کی مشہور شعرا میں حفصہ بنت حمدون کا شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح مریم بنت یعقوب اور لبانہ شاعرہ تھیں۔

مروان بن حفصہ 775-785))جو خلفاء مہدی کے زمانے کا ایک مانا ہوا شاعر تھا- اس مروان نے معن زایدہ جو شجاعت اور بہادری میں طاق تھا کے مرتبہ میں ایک ایسا شعر لکھا جو خلفہ وقت کو پسند نہیں آیا۔شعر ایک طنزیہ شعر تھا خلیفہ نے اس شاعر کو دربار سے بے عزت کر کے نکال دیا- کہا جاتا ہے کہ بہت سے شعراء خلیفہ ہارون کی زمانے میں قتل کیے گئے تھے، کیونکہ انہوں نے حکومت کے خلاف ظرافت یا پھر طنز لکھا تھا اور حکومت کی نکتہ چینی کی تھی فردوسی جو 940 سے 1020 کا ایک آزاد منش اور قانع ادیب تھا- حسن میمندی وزیر سلطان محمود اس کو بہت تکلیف اور زک پہنچایا کرتا تھا مگر باوجود اس کے فردوسی اس کی برابر ہجو گوئی کرتا رہتا تھا۔اس نے سلطان کے نام پر بھی ذم اور ہجو لکھے۔

من بندہ کز مبادی فطرت نبودہ ام

مایل بہ مال ہرگز طالح بہ جاہ نیز

سوے درو زیر چرا ملتفت شوم

چوں فارغم ز بارگاہ پادشاہ نیمیری

(فطرت مجھے بندے (انسان) کی بندگی کرنا نہیں سکھاتی اور مال ودولت کی طرف مائل بھی نہیں ہوتا ہوں - وزیر کے دروازے کی طرف کیوں مائل ہو جاؤں جب کہ میں اللہ کی بارگاہ سے مستفید ہو گیا ہوں - اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی جس کا صلہ اور انعام ہر شعر پر ایک سونے کی مثقال رکھا گیا تھا تمام کالعدم قرار دیا گیا، صرف اعتزال اور تشیع اس کے ہاتھ آیا اور اس طرح وہ بادشاہ کے عتاب کا شکار ہوا۔

شفانی صفابانی ایران کا شاعر صرف ہجو لکھا کرتا تھا جس سے اس کی شاعری بہت متاثر ہوئی مگر کہا جاتا ہے کہ سوسائٹی کے دباؤ کے تحت اس وقت ایسا لکھنا ضروری تھا اوبید زکانی ubayed zakani ایک فارسی ادیب اور شاعر ہو گزرا ہے۔ اس شاعر نے موش وگربہ ایک انقلابی مثنوی لکھی جس پر بہت ہلچل ہوئی - اشراف اخلاق اور دل گوشہ بھی اسی شاعر نے لکھی جسمیں ظرافت کا کافی مواد موجود ہے، جو زمانے کی اقتضاء کے لیے ضروری تھا۔ رودکی (940-858/ء) جو ایک بڑے درجے کا ادیب اور فارسی شاعر تھا نے طنزیہ قصید بھی لکھے ہیں - اس

کے ایک قصیدہ لکھنے سے امیر نصر بن احمد ساسانی ہرات چھوڑ کر بخارا واپس آیا جس نے بہت دیر سے وہاں پڑاو ڈالا ہوا تھا اور وہاں سے نکلنے کا نام تک نہیں لیتا تھا۔

فارسی میں طنز اور مزاح ہجو سے ہی شروع ہوتا ہے رُودکی کے علاوہ فردوسیؔ نے بھی ہجویہ اشعار رقم کیے ہیں۔

یکے بندگی کردم اے شہریار۔ کہ مانند زِ تو در جہاں یادگار

ے افگندم از نظم کاخ پلند۔ کہ از باد و باراں نیابد گزند

بسے رنج ہر دم دریں سال سی۔ عجم زندہ کردم بدیں پارسی

اگر شاہ را شاہ بودے پسر۔ پسر بر نہادے مرا تاج زر

وگر مادر شاہ بانو بدے۔ مراسیم وَ زرتا بہ زانو بدے

ازاں گُفتم ایں پنہاے بُلند۔ کہ تا شاہ گیرَ دازیں کار پند

کہ شاعر چو رنجید بگوید بجا۔ بماند بجا تا قیامت بجا۔ (ترجمہ)

" میرے دوست، میں نے آپ کی خدمت کی ہے۔ مجھے باد و باراں کی قطعی پرواہ نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ انہیں محل کے حکم کی فکر ہونی چاہیے۔ میں نے اپنے تیس سال کے عرصے میں مصائب کی وجہ سے زندگی گذاری، عجم کو پھر سے زندہ کر دیا۔ اگر بادشاہ، (یعنی تُم) با اختیار بادشاہ ہوتے تو مجھے سونے کا تاج

پہناتے۔

اگر شاہ بانو کی ماں مجھے مال و زر دیتی ہے۔ اور اپنے گھٹنوں کے بل جھک جاتی ہے تب بھی یہ میرا اصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں نے کہا کہ وہ اتنی دیر تک چھپے ہوئے ہیں کہ انہیں شاہ گرداز سے خبردار کیا جائے گا۔ شاعر کا یہ کہنا درست ہے کہ وہ ناراض ہے۔ مرنے دم تک یہ ناراضگی بدستور رہے گی اور جیسے ہے ویسی ہی رہے گی۔"

فارسی زبان میں جن شاعروں اور ادیبوں نے ہجو یا طنز پر طبع آزمائی کی ہے ان میں کمال انوری، اسماعیل خطاط، المعانی اصفہای، عمر خیام، امیر خسرو، حافظ شرازی وغیرہ نام ور شاعر ہو گزرے ہیں۔ اسمیل اصفہانی نے وہ طریقہ استعمال کیا کہ ایک تو اس سے لکھنے والا ہی نہیں، بلکہ جس کے متعلق کوئی ہجو کی جاتی تھی وہ بھی مزے لے لے کر اپنے ہی ہجو سن کر محظوظ ہوتا تھا اور لوگ اس سے مستفید ہوتے تھے۔ اس سے فحش گوئی اور ابتذال جو اس زمانے میں مروج تھی کسی حد تک کم ہو گئی اور اس میں ایک اعتدال اور ٹھہراؤ آ گیا اور اس میں ایک توازن قائم ہوا امیر خسرو اپنے شعر میں فرماتے ہیں۔

زبانِ شوق من ترکی مگر ترکی نمی دانم
چہ خوش بودے اگر بودے زبانش در دہانِ من

(میرے محبوب کی زبان ترکی ہے مگر میں ترکی زبان جانتا ہی نہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر اسکی زبان میرے منہ رکھی جاتی۔)

چاسر یورپ (انگلینڈ) Geoffery chauce کا ایک زبردست اور اعلی پائے کا ادیب ہو کر گزرا ہے۔ اس کے ادب میں طنز اور ظرافت کا پہلو نظر آتے ہیں۔ فرانکولیس ریب کلانس Francois Rabeclais سہولویں صدی کا ایک یورپی ادیب ہے، جس نے بہت حد تک ظرافت اور طنز لکھا اور اس وقت کے بادشاہ کی ناراضگی مول لے کر اس کے عدم توجہی کا شکار ہوا۔ ایتھنز روم کا مشہور مصنف سولن کے ہاتھوں سے ایسی شاعری وجود میں آئی جس میں طنز و مزاح کا بہت سا مواد شامل تھا اور اس نے لوگوں کو اس میں لڑائی کرنے کی ترغیب دی، تا کہ وہ جزیرہ سیلمس کو فتح کر سکں جو انہوں نے پہلے ہار دیا تھا۔

انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ کی مثال بھی لکھنے یا توجہ دینے کے لائق ہے۔ اس بادشاہ نے جب ویلز پر فوج کشی کی، تو شاعروں نے پر جوش نغمے لکھے۔ جس میں طنز و ظرافت اور لوگوں کو اکسانے والے اشعار شامل تھے (جزیرے کے لوگ اندر سوئے ہوئے ہیں اور دشمن کے خلاف صف آرا نہیں ہو رہے ہیں یہ کون سی مردانگی ہے) اسطرح کے اشعار لکھ کر جزیرہ کے لوگوں کو اکسایا اور

انہوں نے بڑی بے جگری کے ساتھ لڑا۔ چونکہ ویلز فتح نہ ہوا بادشاہ نے اعلان کیا کہ جہاں بھی کوئی شاعر ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ شاعر عام لوگوں کو بھڑ کانے اور اُکسانے کا کام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یورپ میں بہت سے ایسے ادیب ہو گزرے ہیں جنہوں نے اس وقت کے حکومت پر لکھا اور طنز کر کے اس وقت کے بادشاہوں کی ناراضگیوں کا شکار ہوئے۔ ان ادیبوں میں Giovanni sebastian, Till Germen philosff) Euleuspiegel, Sebastian, Thomes more(duchenglishwritter) Erasmus وغیرہ شامل ہیں۔ جنہوں نے اُس وقتوں کے ذمہ داروں کے خلاف لکھا اور روگرداں ٹھہرائے گئے۔

جوزوف۔ حال سہولویں صدی کا ایک ادیب ہو گزرا ہے۔ اس نے چھ کتابیں جو صرف طنز اور ظرافت پر مبنی تھیں لکھ ڈالی - ان میں کورپٹ نظام اور اس وقت کی تاناشاہی پر خوب طنز کیے گئیے تھے۔

چارلس جان ہو فائنڈ کی Charles John Huffayn Dicke ایک انگریزی ادیب اور ناول نگار تھا اس نے بھی کچھ ایسے مضامین لکھے جس میں طنز کا عنصر موجود رہتا تھا یہ اکثر اپنے تحریروں میں طنزیہ مضمون اور

کالم لکھ لکھ کر حکومت کی نکتہ چینی کرتا رہتا تھا جس سیاسکو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

انگریزی ادب میں طنز اور ظرافت کے بہت سے شاعر ہو گزرے ہیں اور ابھی بھی موجود ہیں۔ جیمس تھربر (1894 - 1961) ایک کارٹونسٹ، ادیب جرنسلٹ، ناول نگار اور ڈرامہ نگار رہا ہے جو کارٹون اور مزاح لکھتا تھا۔ جارج ایس کوف من 1889-1961 بھی ایک تھیٹر ڈائریکٹر تھا جو ایک مزاحیہ کارٹونسٹ تھا۔ اسی طرح بینٹ سرف 1898۔1971 جین شفرڈ 1921 -1999 گریسن کیلور 1942 آرٹ بوچھ والڈ 1925 - 2007 اور اور بہت سے مزاحیہ شاعر اور ادیب موجود ہیں۔ اور رہے ہیں۔ طنز اور مزاح بہت سے ملکوں میں قانونی طور پر رائج ہے اور اس کے لکھنے پر کوئی پابندی نہیں، ہے جرمنی اور اٹلی اس میں سرفہرست ہیں۔ طنز اتنا ہی برداشت کے قابل رہتا ہے جب تک کسی شخص یا حکومت کے ناموس اور وطنی وقار کو زک نہ پہنچائے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے پندرہ سو ننانوے 1599 عیسوی میں ایسی کتابوں پر قدغن لگائی گئی جس میں حکومت کے خلاف تحریک کے طور پر دکھایا گیا تھا ان کو یا تو آگ لگائی گئی یا دریابُرد کر دیا گیا تھا۔ ان کتابوں میں حد سے زیادہ قابل اعتراض مواد شامل کیا گیا تھا۔

برصغیر میں بھی طنزیہ و مزاحیہ ادب نے کبھی کبھی یا وقتاً فوقتاً ایک سنجیدہ رول ادا کیا ہے یہ ویر گاتھا کال یا بھگتی کال کی یاد دلاتا ہے جس وقت ہندی ادب کا بول بالا رہا ہے۔ اس میں شر نگار رس جو انسان کے جذباتوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے موجود ہے۔

لداخی ادب میں بھی طنزیہ ادب موجود ہے جس کو "ژ یک لو" کہا جاتا ہے اس کو طنزیہ ادبی مجلس بھی کہا جاتا ہے اس مجلس میں گانوں کو سوال و جواب کی صورت میں گایا جاتا ہے۔ مقابلہ ایک عورت اور ایک مرد جو ایک پارٹی کی سربراہی کرتا ہے، کے درمیان رہتا ہے ایسے گانے اور ناچ سماجی محبت کے لئے ایک شکوہ لے کر آتے ہیں۔ جس میں معشوق کی بے رخی اور عاشق کی بیرفائی کے گلے شکوے بیان کیے جاتے ہیں۔

☆☆☆

برصغیر میں طنز اور مزاح نگاری کی ابتدا

برصغیر میں مزاح نگاری کی ابتدا اور ظرافت کے ابتدائی نقوش اردو ادب کے حوالے سے قدیم داستانوں میں ملتے ہیں۔ ملا وجہی کی سب رس (36-1434) قطب مشتری (1409) میر امن کی باغ و بہار میں ان کے اولین نقوش سے ثابت ہیں۔

اودھ پنچ اخبار (1877-1912) اردو نثر کا ایک ایسا ہفتہ وار اخبار تھا جو سنگ میل کی حثییت رکھتا ہے۔ اس میں شاعروں کا اکثر طنز و مزاح ہی چھپتا رہتا تھا اس کا اہم رکن اور ایڈیٹر منشی سجاد حُسین تھا۔ جس نے یہ اخبار چھتیس برس تک بڑے اہتمام سے جاری و ساری رکھا۔ اس اخبار کے ذریعے ملک میں ظرافت کا ذوق عام ہوا اس کے لکھنے والوں میں رتن ناتھ سرشار، سجاد حسین۔ تربون لال ہیر، مرزا مچھو بیگ، ستم ظریف، جوالا پرشاد برق، احمد علی، شوق، منشی احمد علی اور نواب سید محمد آزاد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ سرشار کی تحریر میں مضحکہ خیز واقعات لکھنو کی تہذیب اور زبان و بیان لطافت اور بذلہ سنجی اور ضلع جگت نظر آتی ہے۔ اس کے بعد جو دور شروع ہوا اِس کے اہم رکن مہدی افادی، مُلا رموزی، حسن نظامی، سجاد حیدر یلدرم وغیرہ بہت سے احباب شامل ہیں۔ اپنے

مخصوص شگفتگی اور رعنائی سے ان لوگوں نے اس میں اضافہ کیا اور اس کے بعد عظیم بیگ چغتائی، شوکت تھانوی، شفیق الرحمان نے اس صنف کو بڑھاوا دیا۔ پطرس بخاری جو زیادہ تر مغربی مزاج سے متاثر تھا اس نے طنز و مزاج کا ایسا تاثر اور سماں پیدا کیا کہ ادیب اور عام لوگ دھنگ رہ گئے مگر وہ مقامی رنگ اور مزاج کا بھی خیال رکھتا تھا۔ مرزا فرحت اللہ بیگ، عبدالعزیز ملک فلک نُما اور نیاز فتح پوری بھی اس قافلے میں شریک رہے ہیں۔ اس صنف کو رشید احمد صدیقی، کنیالال کپور اور کرشن چندر وغیرہ نے پروان چڑھایا جو باہمی مزاج رکھنے والے مزاح نگار تھے۔

مشتاق لطیفی ایک ایسا مزاح نگار ہے جس نے اردو ادب کی اعلی پیمانے پر بہت خدمت کی۔

میر امن کی مثنوی باغ و بہار میں لطیف بیانات اختصار اور جمالات پایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود اس میں مزاح نگاری کی صورت حال سامنے آتی ہے۔

رجب علی سرور کی داستان اسیر عجائیب میں بھی کچھ ظرافت کے نمونے ملتے ہیں۔ میر حسن کی مثنوی نو رتن، داستان امیر حمزہ، غالب کے خطوط اور سودا کی شاعری میں ہجو نگاری عام اور مقبول ہے۔ سید محفوظ علی کے مزاح میں شگفتگی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے جو بھی تحریر کیا ہے اُس میں طنز

اور مزاح کے اچھے نمونے دستیاب ہیں۔ وزیر آغا ایک کامیاب مزاح نگار اور ادیب ہیں جس نے طنز و ظرافت پر ایک مکمل کتاب لکھی جس پر اُن کو پی، ایچ، ڈی کی ڈگری عطا کی گئی۔ اکبر الہ آبادی کی مزاح نگاری بہت مشہور ہے۔ اس کی شوخی و ظرافت اور طنز و مزاح کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ اکبر کے طنز و مزاح بھرپور اور لطیف ہیں۔

پریم چند ایک سماجی شعور رکھنے والا ادیب تھا۔ اس کے ادبمیں بھی سماج کے تیئں مشکلات، معاملات اور حادثات پر طنزیہ مواد بھرا ہوا ہے۔ پطرس بخاری نے اردو ادب میں ایک نیا اسلوب اختیار کیا۔ اس نے جہاں انگریزی ادب سے متاثر ہو کر لکھا مگر اس کے کردار ایک مخصوص مزاح نگاری کے کردار تھے جنمیں موازنہ، مبالغہ، واقع، اسلوب اور کردار کے انوکھے انداز اور زاویے اُجاگر ہوئے ہیں۔

مجتبیٰ حسین ایک مانے ہوئے طنز اور مزاح نگار ہیں مگر وہ زیادہ تر نثر میں لکھتے ہیں۔ ظریفؔ لکھنوی ایک ایسے ظرافت نگار ہیں جو بہت زیادہ ظرافت کی طرف مائل ہیں۔ اقبال کے بعد مولانا ظفر علی خان کے یہاں بھی ظرافت اور طنز کی چاشنی پائی جاتی ہے۔

دہلی کے شاعروں اور ادیبوں کے علاوہ لکھنو کی شاعری میں بھی اس کا ایک اچھا

کردار ادا ہوا ہے اور لکھنو کے شاعر اور ادیب اسمیں پیچھے نہیں رہے ہیں۔ زندہ دلان حیدر آباد کے جھنڈے تلے طنز و مزاح کے موضوع پر ایک قومی کُل ہند کانفرنس 1966 میں منعقد ہوئی اس کے بعد انس سو پچاسی 1985 عیسوی میں ایک عالمی کانفرنس بھی منعقد کی گ ء جو بہت کامیاب رہی اور ایک سنگ میل کی حیثیت سے جانی جاتی ہے۔

ستارہویں اور اٹھارویں صدی میں بہت سے ایسے ادیب اور شاعر ہو گذرے ہیں جو مختلف زبانوں میں مختلف مضامین لکھتے رہے اور لوگوں کی مشکلات اور پریشانوں کی پروا کرتے ہوئے حکام تک پہنچاتے رہے۔ اس میں نثر اور نظم دونوں شامل ہوا کرتے تھے۔ اِن ادیبوں میں رتن ناتھ سرشار، شفیقں الرحمان، محمد خالد اختر، مشتاق احمد لطیفی، پطرس بخاری، ستم ظریف، تربن ناتھ، جواہر لال، اکبر الہ آبادی، شاد برق، فرحت اللہ بیگ، فلک نُما، مہدی آفادی، محفوظ علی، ابوالکلام آزاد، صدیق سالِک۔ ابن انشا وغیرہ ادیب شامل رہے۔ مزاحیہ شاعروں میں انور مقصود، اطہر شاہ خان انعام الحق، جاوید، انکل سرگم، دلاور فگار، ضیالحق قاسمی۔ جون ایلیا۔ حاجی لقلق۔ ہکلا، حسن نظامی، شفیق الرحمان۔ وغیرہ بھی گنے جاتے ہیں۔

ادبی دنیا میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جس میں اسوقت کے ادیب

اور قلم کاروں نے اس وقت کے بادشاہوں یا انگریز حکمرانوں تک لوگوں کی مشکلات اور بات پہنچائی، اور پھر حتی المکان انکا تدارک بھی ہوا۔

سر سید احمد خان نے اپنے مخالفوں کے جواب میں جا بجا طنز سے کام لیا ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کی شخصیت میں طنز و مزاح کی وجہ سے بڑی دل آویزی پیدا ہوئی ہے۔ ان کی زبان کی ساحری خصوصاً محاورے پر عبور انکے ناولوں میں ہی نہیں بلکہ ان کی سنجیدہ تصانیف میں بھی چھلک پڑتی ہے۔ سرشار کا کارنامہ یہ ہے کہ وہ اپنی شوخی اور طنز کے سارے ہتھیار لکھنو کی زوال آمادہ تہذیب پر ضرب لگنے میں صرف کردیتے ہیں اسکی طنز اور ظرافت میں گہرائی اور دل آویزی ہے۔

بیسویں صدی کے طنز نگاروں اور مزاح گاروں میں سید محفوظ علی، مرزا فرحت اللہ بیگ، پطرس بخاری، رشدا احمد صدیقی، عبدالمجید سالک، کنیالال کپور اور مشتاق یوسفی وغیرہ کے نام زیادہ اہم ہیں۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کے یہاں طنز سے زیادہ مزاح لکھا گیا ہے۔

اردو ادب میں ظرافت بذلہ سنجی، طنز، ہجو وغیرہ کے بہت سی اقسام موجود ہیں جو اودھ پنچ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے میں لکھی گئی مگر اس سے پہلے بھی اس کے نقوش ملتے ہیں۔ رجب علی سرور کی فسانہ عجائب، کان پور کی برسات، وجہی

کی سب رس امیر حمزہ کی داستان، بوستان خیال، سید حیدر علی بخش کی تو تا کہانی، سید انشا اللہ خان کی رانی کیتکی کی کہانی، نورتن وغیرہ میں بھی طنز و مزاح پایا جاتا ہے۔ شفق الرحمان وغیرہ نے اپنے مزاح میں ایک افسانوی رنگ بھر دیا شوکت تھانوی بھی ممتاز مزاح نگار تھے اور ان کا بھی ایک انوکھا رنگ تھا۔ رشید احمد صدیقی آزادی کے بعد بھی لکھتے رہے۔ کرشن چندر ناول کے فارم میں طنز لکھنے کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ ابراہیم جلیس حیدر آباد سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے طنز اور

مزاح میں اپنا کمال دکھایا۔ کرنل محمد خان ایک اور طنزیہ اور مزاحیہ تحریریں لکھنے والا ادیب تھا۔ انہوں نے بجنگ آمد اور یورپ ترکی وغیرہ کے سفر نامے لکھ کر اردو طنزیہ ادب کو مالا مال کر دیا عصر حاضر کا سب سے درخشاں نام مشتاق احمد یوسفی کا ہے وہ مزاحیہ ادب کی ایک عہد ساز شخصیت ہے ان کی چار کتابیں منظر عام پر آئی ہے جن میں چراغ تلے، خاکم بدہن، زرگزشت اور آب گم دستیاب ہیں۔ مفید خلایق ایک اخبار 1856 عیسوی میں زیر نگرانی منشی شیو نراین آرام آگرہ سے نکلتا تھا اسکی اشعت 1839 تک جاری رہی۔ اس اخبار میں بھی ظرافت کے مضامین چھپتے رہتے تھے۔

سید ضمیر جعفری، طاہر مسعود، محمد خالد اختر، عطاء الحق قاسمی، صدیق سالک

پاکستان کے اہم مزاح نگار اور ادیب ہیں- احمد جمال پاشا، یوسف ناظم کا مزاح شائستہ اور لطف انگیز رہتا ہے ان کے مزاح میں شگفتگی اور متانت پائی جاتی ہے۔سید مصطفیٰ کمال نے نومبر 1967 میں شگوفہ نام کا رسالہ جاری کیا۔اس رسالے کو زندہ دلان حیدر آباد کے ترجمان کی حثییت دی گئی- شگوفہ کو تمام بڑے قلمکاروں کا ساتھ رہا جن میں کرشن چندر. کنیالال کپور فکر تونسوی، سلمہ صائی، وغیرہ شامل ہیں- شگوفہ نے نئے لکھنے والوں کو بھی طنز و مزاح کی طرف مائل کیا۔ یہ رسالہ برصغیر کا واحد رسالہ ہے جو 37 برسوں سے پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔اس کے مزاح نگاری کے خصوصی شمارے بھی نکالے گئے ہیں، جو بہت کامیاب رہے اور قابل داد ہیں- اس میں اور بھی ادیب شامل ہوئے جس میں راشدہ قریشی، بھارت چند کھنہ، نریندر لوتھر، مسیح انجم، پرویز اللہ مہدی، عتیق شاہ نیام زبیری وغیرہ اور بھی معتبر نام لیے جانے کے قابل ہیں۔

مجتبیٰ حسین رجحان ساز مزاح نگار ہیں۔پطرس بخاری، رشید احمد صدیقی مشتاق احمد یوسفی اور مجتبیٰ حسین مزاح نگاری کے چار ستون گنے جاتے ہیں۔ حسین صاحب بسیار نویس ہیں- مزاح کے مزاحیہ خاکے، مزاحیہ مضامن ، مزاحیہ سفر نامہ اور مزاحیہ کالم لکھنے میں وہ طاق ہیں۔شفیقہ فرحت خواتین مزاح نگاروں میں ایک اہم نام ہے۔ان کی تحریروں میں شگفتگی اور بے ساختگی پائی

جاتی ہے۔ پروفسر حبیب ضیاء بھی خواتین مزاح نگاروں میں شامل ہے۔ وہ عام زندگی سے موضوع تلاش کرتی ہے۔ ڈاکٹر رشید موسوی کا مجموعہ " کاغذی پیراہن "اور پروفیسر لئیق کے مضامین کا مجموعہ "سنی سنائی"شائع ہو چکے ہیں۔ مجید لاہوری، نازش کشمیری، دلاور فگار، انور مسعود، احمد فراز، احسان دانش، جون ایلیا، راحت اندوری، منور رانا وغیرہ بھی مزاح کہتے رہے ہیں۔ خواتین مزاح نگاروں میں ڈاکٹر زینب ساجدہ، جیلانی بانو، فاطمہ عالم، علی خان، نسیمہ تراب الحسن، حلیمہ فردوس اور بنوسر تاج بھی شامل ہیں۔

☆☆☆

طنز اور مزاح نگاری کی قسمیں

طنز اور مزاح کو عملی طور پر یا موٹے طور پر تین حصوں میں بانٹا گیا ہے:۔

ا۔ہاراٹاین سٹایئر Horatian satire

2۔جووِنالین سٹایئر Juvenalian satire

3۔مینی پین سٹایئر Menippean satire

ا۔ہاراٹاین سٹایئر Horatian satire

Horatian satire:۔اگر لوگوں کو صرف ہنسانا مطلوب ہو تو اس قسم کا مزاح استعمال کام میں لایا جاتا ہے اس کا مقصد صرف لوگوں کو مزاحیہ انداز میں مسخرہ پن کر کے ہنسانا ہے۔مزاح نگار ہارلیس Horace جو ۳۵ قبل مسیح میں لکھتا تھا اور بہت بڑے پایہ کا ادیب تھا۔ اس کے نام پر اس مزاح کا نام پڑ گیا ہے۔وہ لوگوں کی مخالفت نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کا دل دکھاتا تھا اس سے لوگ خوش ہوتے تھے اور کچھ وقت کے لئے اپنے دکھ درد کو بھول کر اُسکا لطف اُٹھاتے تھے۔

اِس طنز میں کچھ قدرے مسخری بھی مضمر ہوتی ہے اس مزاح سے کسی خاص

زمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے بدلنے کی کوشش نہیں رہتی ایسا ادب رومن زبان میں مزاحیہ انداز میں لکھا جاتا رہا ہے۔ اس ادب میں زیادہ تر مثبت واقعوں کی طرف دھیان دیا جاتا رہا ہے- اس میں ذاتی باتیں یا پھر تیز طرار حملہ نہیں ہوتا ہے مگر اس کے باوجود اس میں اچھے اوصاف اختیار کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے وہ بھی طنزیہ انداز میں یہ ایسا ادب ہے کہ جس میں نرم لہجہ اختیار ہوتا ہے۔ اس ادب میں بالواسطہ طنز کیا جاتا ہے اس طرح سے یہ نرم مزاح میں شامل ہے۔

2۔ جووِنالین سٹایئرَ Juvenalian satire

اس قسم کا مزاح تھوڑا سا سختی لے کر آتا ہے مگر بلاواسطہ استعمال ہوتا ہے اس میں ادیب کچھ اعتراضات کے طور طریقے بھی مہیا رکھتا ہے۔ مگر اس قسم کے مزاح میں غصہ اور سختی بھی شامل ہے اور اسکو بدلنے کے طور طریقے بھی مہیا کرتا ہے۔ کسی مخصوص شخص یا گورنمنٹ یا کسی ادارے کے خلاف احتجاجاً شکایات بھی اس میں مضمر رہتی ہے۔ اس میں سخت وطیرہ استعمال کیا جاتا ہے اس کو آئرن ironمزاج بھی کہا جاتا ہے یہ ایک رومن مزاح نگار جووِنالین Juvenalion جو پہلی صدی قبل مسیح کا ادیب ہو گزرا ہے کے نام پر مشہور ہوا ہے .یہ ایک قسم کی کرواہٹ لے کر آتا ہے۔ گلیلیو Gallalio جو ایک

مشہور سائنسدان تھا کا سفرنامہ اس کی بہترین مثال کہی جاسکتی ہے۔ جارج اروِل George Arwal ایک انگریزی ناول نگار اور ادیب ہے اس نے اس قسم کا مزاحیہ ادب لکھا ہے۔ خاص کر کے اینیمل فارمین Animal for Man 489 ناول میں اس کا مزاحیہ دو ہم پہلو باتیں لکھنے میں خاص اہمیت رکھتا تھا۔ اس قسم کا طنز ومزاح لکھنے کے لیے ادیب کا ہمت اور حوصلہ افزا ہونا ضروری ہے۔

3۔ مینی پین سٹایئر Menippean satire

تیسرے قسم کا اسٹائر کہلاتا ہے اس میں دماغی طور طریقہ ید لنے کا مشورہ دیا جاتا ہے حالانکہ اس میں اتنا سخت اور تُند وطیرہ نہیں ہوتا مگر اس میں بھی ویسی ہی باتیں کہی جاتی ہیں جو کسی قسم کی زیادتی، جنسی رنگ ونسل کے ساتھ تعلق رکھتی ہوں یا براہ راست کسی کی مخالفت یا طنز ہو۔ یہ مینی فین جو ایک مشہور ادیب اور قلم کار تھا اور طنز اور ظرافت لکھتا تھا کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ بھی اتنا سخت گیر یا حملہ آور اگریسو؟ Aggressive نہیں ہوتا مگر تھوڑی سی سختی اور ترشی لے کر ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس قسم کے طنز میں جنسی، سماجی، اور کئی قسم کے مزاح یا طنز سمجھے جاتے ہیں جو کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ تینوں قسم کے مزاح اور طنز زیادہ فرق لیے ہوئے

نہیں ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے ساتھ باہم ملے ہوئے رہتے ہیں۔ یہ صرف ادیب اور قلم کار کا کرشمہ ہے کہ وہ کس طرح سے اپنی بات لوگوں تک پہنچا سکتا ہو۔ اسمیں اس کا تجربہ ہی کام کرسکتا ہے۔

David Luber امریکا کا ادیب ہے جس نے نوجوانوں کیلیے ایک کتاب The quality of being funny لکھی۔ وہ نوجوانوں کو سمجھاتے ہوئے لکھتا ہے۔ مزاح ایک ایسا آرٹ ہے یا وطیرہ ہے جس سے انسان تھوڑی دیر کے لیے اپنے من میں ایک ہلکا پن اور اطمینان حاصل کرتا ہے ہم تمام کسی نہ کسی طریقے سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اس سے منسلک ہیں۔ اگر ہم یہ صنف استعمال میں نہیں بھی لائیں تب بھی ہم اس میں ملوِث ہو جاتے ہیں - ہر عمر کے لوگ اس سے استفادہ اٹھاتے ہیں اور راحت پا کر محظوظ اور خوشی حاصل کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو کچھ بھی نہیں کہہ سکتے وہ بھی کچھ نہ کچھ ایسا کہتے ہیں۔ جس میں خوشی کا عنصر موجود رہتا ہیوہ ایک اچھا ماحول بناتا ہے اور ہمارے جذباتوں کو بیدار کر کے خوشی کا احساس دلاتا ہے۔ اس جیسے ماحول کا ہر ادب میں عنصر موجود رہتا ہے- اسجیسے ادب میں زبانی کچھ بولنا آنکھوں سے دکھانا یا ذاتی و جسمانی طور ڈراما کر کے دکھانے کا عنصر بھی شامل رہتا ہے-

☆☆☆

ہیومر HUMOR

ہیومر لفظ انگریزی زبان سے مستعار لایا گیا ہے مگر ذاتی طور یہ قدیم یونانی جڑی بوٹی کا نام ہے جو انسان میں خوشی اور جذبات کے جسمانی مواد کو توازن میں رکھنے کا کام کرتی ہے۔ ہیومر کا مطلب، خوش طبی اور مذاق اور مذاق کے طور پر ہی ہنسنا کھیلنا اور اس سے لطف اندوز ہونا ہے۔ انسان کی ذہنی کیفیت جو لطیفہ گوئی سے بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔

ہیومر ہمیشہ سننے والوں پر منحصر ہوتا ہے اس کے تین اقسام بتائے گئے ہیں۔

یونیورسل ہیومر Universal humor جو ہر کوئی بول، سمجھ اور سوچ سکتا ہے اسکے معنی کئے گئے ہیں۔۔ دوسرے درجے کا ہیومر وہ ہوتا ہے جو لوگوں میں جنسی مذہبی اور سیاسی تکلیف کا افاقہ کرے۔

تیسرے درجے کا کا ہیومر مخصوص زبان پر گرفت command مانگتا ہے اس کا طور طریقہ ذرا سخت اور بھاری رہتا ہے اور لوگوں کے دلوں سے سیدھے طور پر جڑا رہتا ہے پروفیسر محمد طلحہ خان کہتے ہیں کہ بین الاقوامی مزاح واقعاتی مزاح ہوتا ہے اور بذلہ سنجی witty یا مخول نکتہ آرائی اور برجستگی کا حربہ مانا

گیا ہے۔ سید عابد علی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ جہاں جہاں بظاہر مشابہت موجود نہیں رہتی وہاں متضاد اور مخالف چیزوں میں ایک شُبہ پایا جاتا ہے یا جہاں یک رنگی پائی جاتی ہے وہاں مصنف اپنی بذلہ سنجی یا اپنے بہترین ذوق عمل کو بروے کار لا کر مشابہتوں سے کام لیتا ہے۔

اس میں مزاح نگار اس طرح کے الفاظ استعمال میں لاتا ہے جن کے دو معنی نکلتے ہیں، ایک نزدیکی معانی اور ایک دور کا معانی یعنی اس میں ابہام یا ایہام پوشدہ رہتا ہے۔

الفاظوں کی الٹ پھیر سے پیدا ہونے والا مزاح لفظی بازیگری کے زمرے میں گنا جا سکتا ہے۔ مبالغہ آرائی بھی مزاحیہ شاعری میں استعمال ہوتی ہے مبالغہ آرائی میں کبھی بھی کوئی چھوٹی بات بڑی بات بنا کر پیش کی جاتی ہے اور ایک خوشگوار اور ہنسانے والا ماحول پیدا کیا جاتا ہے مثال کے طور پر۔

اس عشق کا کیا میزان ہے

میں کنالوں میں اور وہ مرلوں میں جا رہی ہے۔

تشبیع اور استعارہ میں مزاح کا ایک اہم جز ہے اور مزاح میں استعمال کیا جاتا ہے۔

رعایت لفظی بھی کسی کسی جگہ کبھی بھی شاعری میں استعمال کر کے مزاح

پیدا کیا جا سکتا ہے۔

پیروڈی تحریف یعنی بدلنے کو کہا جاتا ہے۔ کوئی بھی شعر مزاحیہ طور طنز وہ مزاح پیدا کرنے کے لئے بدلا جائے تو پیروڈی کہلاتا ہے۔ انفرادی یا اجتماعی سطح پر طنز و مزاح کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

طنز تاریخی، اخلاقی، سماجی، ادبی رجعت پسندی اور رول پذیری پر اسطرح کا چوٹ کرتا ہے کہ ہنساتا بھی ہے اور حساس دلوں کو رلاتا بھی ہے۔ اچھا طنز زمانے کا آیئنہ دار ہوتا ہے جبکہ گدگدی اور چمٹی مارنا خوش طبی کا سرچشمہ بتایا گیا ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ طنز ہمیں سماج کے انسانی رشتوں کے زخموں کی نشاندہی کرتا ہے مگر دوسری طرف مزاح ہماری بے مزہ زندگی کو خوش رکھنے کے لیے ایک اچھا کردار بھی ادا کرتا ہے اس حساب سے دونوں ہماری زندگی کے لیے غمگسار اور رقیب رہتے ہیں اور ہم ان کو ایک دوسرے پر فوقیت نہیں دے سکتے (اصناف ادب)

مزاح کا احساس اور اس کے مظاہر یعنی تبسم یا ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسنا ہمیں کائنات میں زندہ رہنے میں مدد کرتا ہے۔

اسی کے سہارے ہم زندگی کا ساتھ سمجھوتہ کر کے کامیاب ہوتے ہیں۔ اس کا یہ

احساس ہماری زندگی کو جینے کے لیے آسان اور قابلِ برداشت بنا دیتا ہے۔
یہ انسان کی بے لگام آرزوں خواہشاتوں اور خوابوں کو ایک اچھے اور سہل انداز
میں مقید کر کے حقائق کا احساس دلا کر بہت سی مایوسیوں سے بچاتا ہے۔
مزاح ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ایک نا قابل شکست رشتہ وجود
میں لاتا ہے۔ عام زندگی میں اگر ہم دیکھیں گے جہاں دو چار انسان مل کر
کہیں ہنستے ہوئے ہونگے ہمارے قدم چلتے چلتے یکدم رک جاتے ہیں اور ہم
ان کے ہنسنے میں شریک ہو جاتے ہیں۔
کامیڈی ایک ڈرامائی فن ہے، جو مزاح لے کر وجود میں آیا ہے اگر اس کو
مزاح کے ساتھ منسلک کیا جائے تو اس میں بھی واضح فرق محسوس ہوگا۔
مگر وہ نظر نہیں آتا۔ سٹائر اور ہیومر، چالاکی، سخت گری اور جارحانہ انداز لے
کر آتا ہے جبکہ کامیڈی ایک نرم اور سیدھا سا انداز لئے ہوئے ہوتا ہے۔
سخت مقولہ اور پرفارمنس performance سٹائر میں سوسائٹی کی حماقتوں
کا ذکر اور ان کا واشگاف کرنا مقصود رہتا ہے، ساتھ اور ان میں انکا ازالہ بھی
زیرِ نظر رہتا ہے۔ یہ ایک پر زور کامیڈی سختی گیری اور ادرک کا جذبہ لے کر
ہمارے سامنے آتا ہے۔ دوسری قسم کی کامیڈی اس سے کم یا نرم لہجہ اور طنز لے
کر آتا ہے۔

طنز معاشرے میں تصورات، عقاید، رائے زنی، کرنے کے لئے تنقید کرنے کا ایک طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔ طنز سامعین کو خوش کر کے ان میں ہنسنے کا جذبہ پیدا کر سکتا ہے مگر اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سماجی برائیوں کو سامنے رکھ کر اور اجاگر کر کے تنقید کے دایئرے میں لایا جا سکے۔ ایک طنزیہ کام عام لوگوں کی بدعنوانی کمزوریوں برائیوں اور زیادتیوں کو اجاگر کر کے ان کو بے نقاب کر سکتا ہے

پیروڈی

پیروڈی لفظ پیروڈیا سے لیا گیا ہے یہ لاطینی لفظ ہے جس کے مطلب جوابی نغمہ یا صبح کا نغمہ بتایا گیا ہے۔

اصطلاح عام میں پیروڈی ظرافت نگاری کی نظم یا نثر میں وہ شاخ ہے، جو کسی کی نظم یا نثر کو تبدیل کر کے ایک طنزیہ اور ظرافت کی شکل دے کر اس کا عنصر بدل دے۔ یا کسی کی نگارش شاعری کی تقلید کر کے اسی کو دوسرے لفظوں کا جامہ پہنا کر مزاحیہ یا طنزیہ انداز میں پیش کر کے سامنے لائیں اس کو پیروڈی کہا جاتا ہے۔

یہ صرف نظم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ نثر کے ساتھ بھی وابستہ رہتا ہے اس کو تحریف بھی کہا جاتا ہے۔ تحریف معنی بدلنا یا کسی دوسرے انداز میں دیکھنا مثال کے طور سے:۔

اصلی؛ خدایا بہ بخشائے برحال ما

پیروڈی؛. خدایا بخشائے برحال خر

جسے بوجھ اٹھاتے ہے ٹوٹی کمر

اس تحریف کو مزاحیہ نقل مزاحیہ بہروپ کسی کا مزاحیہ نقل کرنا تضمین یا ہنستے ہنستے کسی کا مذاق اڑانا بھی کہا جاتا ہے۔

عام طور پر شاعروں کی تخلیقات پر طنز کر کے ان کا مذاق اڑانا ہی پیروڈی میں شامل ہے ایک صورتحال مبالغہ آمیز کرداروں پر بھی کسی کا مذاق اڑانا بھی کہا جاتا ہے

عام طور پر شاعروں کی تخلیقات پر طنز کر کے ان کا مذاق اڑانا ہی پیروڈی میں شامل ہے ایک صورتحال

مبالغہ آمیز کرداروں پر بھی مشتمل ہوتی ہے اس کو فورس Force مزاح کہا جاتا ہے۔

کشمیری زبان اور ادب میں طنز و مزاح کی مختلف شکلیں

کشمیری زبان اور ادب میں طنز و ظرافت کے نقوش تقریبا چھ ہزار سال پرانے بتائے گئے ہیں۔ یہ مزاح اور ظرافت قدیم وقتوں میں لکھی داستانوں میں جو فارسی یا سنسکرت سے درآمد کی گئی ہیں ملتے ہیں۔

بانڈ پاتھر (ایک کشمیری لوک ناچ)، لڈی شاہ، روف اور ونہ وُن، (کشمیری عورتوں کا مقامی ناچ) میں پایا جاتا ہے

بلہن دسویں صدی کے سنسکرت زبان کا شاعر ہو گذرا ہے۔ اسکی کتاب وکرمانکیہ چیریاترم

Charitriam.Vikarmauha

میں اس مزاح کا ذکر ملتا ہے۔

کلہن پنڈت kalhan بھی اپنی راج ترنگنی میں بانڈ پاتھر، بانڈ ناچ کا ذکر کر کے اسکی تصدیق کرتا ہے۔ 1089 سے لیکر 1101 عیسوی تک ہرش دیو کشمیری کا بادشا رہا ہے۔

روایت ہے کہ وہ کھیلنے، ناچ رنگ کرنے اور گانے کا بہت دلدادہ اور شوقین تھا کلاکاروں فنکاروں کو بلا کر دربار میں محفلیں منعقد کرتا رہتا تھا اور ان کو سونے اور چاندی کے روپے انعام میں دیتا رہتا تھا۔

ساتویں صدی عیسوی میں ہیون سانگ ایک بودھ بھکشو کشمیر میں آیا تھا۔ اس نے اپنے سفرنامہ میں کشمیر

کے ان تمام صنفوں کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ دامودر بٹ اپنی کتاب Kantikant کنٹی مت میں لکھتے ہیں کہ کشمیر میں گانے ناچنے اور کھیلنے کا بہت پرانا چلن رہا ہے۔ کشمیری قوم قدیم وقتوں سے ہمیشہ زمانے کے نشب وفراز کے انوکھے دور سے ہو گزرے ہیں اور حکمرانوں کے ظلم وستم سہتے آئے ہیں۔

مغلوں کا دور ہو چاہے سکھ دور ہو، افغان حکومت کا زمانہ ہو یا ڈوگر حکمرانوں کا دور رہا ہو، کشمیری لوگ ہمشیہ مشکلات سے دوچار رہے ہیں اور پریشانیوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کرتے آئے ہیں۔

جب بھی انہیں آرام کے کچھ لمحے میسر آئے۔ انہوں نے اپنے دکھ درد کو بھلانے کے نئے نئے طریقے ڈھونڈ نکالے اور ظرافت کا استعمال کر کے تھوڑی سی راحت محسوس کرتے رہے ہیں۔ یہ عمل صدیوں سے جاری ہے۔

دنیا کے ہر ایک زبان میں مزاحیہ اور ظرافت نگاری کے شاعر موجود ہیں۔چاہے وہ انگریزی زبان ہو،فارسی اردو یا یونانی زبان ہو یا کوئی اور زبان ہر ایک زبان میں طنزیہ نظم یا نثر موجود ہے۔

اسی طرح کشمیری ادب میں بھی طنز و مزاح کا ادب کثرت سیموجود ہے - ظرافت نگاری کی بہت سی اقسام پائی جاتی ہیں۔جن میں ہجو، پیروڈی،ٹسنہ ٹھٹھا ہ،جھوٹ وغیرہ شامل ہیں- ان تمام کا ہم یہاں الگ الگ جائزہ لیں گیے تاکہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکے-

ھجو:۔عربی لفظ ھجا سے مشتق ہے-ھجو گوئی عرب میں بہت زیادہ رائج ہوا کرتی تھی اسلامی عمل دخل سے بہت پہلے اس کارواج تھا۔یہاں سے یہ ایران پہنچا اور ایران سے ہندوستان یہ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں مستعمل ہے۔عرف عام میں کسی کی کمزوری کی نشاندہی کرنا،غیبت کرنا، عیب جوئی کرنا،بدگوئی کرنا حتی کہ کسی کی کمزوری کو تخلیقی انداز میں لپیٹ لپیٹ کر بلاواسطہ رائیزنی کرنے کو ہجو کہتے ہیں ۔اسکی دوسری شاخ ہزل ہے۔

ہزل:۔عربی لفظ ہے اور کشمیر میں بھی اسی شکل کے ساتھ مستعمل ہے۔بے ہودہ کلام مذاق کرنا یا ٹھٹھا کرنا lampoon دل آزاری کو بھی کہا جاتا ہے- اس کے اندر طعنہ ٹسنہ mockery موکری کرنا،غصہ کرنا،رِشک کرنا بھی

شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی طریقے سے اپنے مخالف کو تنگ کیا جائے۔

پیروڈی:۔ پیروڈیا سے نکلا ہے جس کا مطلب جوابی نغمہ کہا گیا ہے۔ کسی نغمہ یا نثر کو نقل کر کے بدلنا اور اس میں مزاحیہ رنگ بھرنے کو بھی پیروڈی کہا جاتا ہے۔

ٹیپ:۔ Burlesque. کوئی بھی سنجیدہ موضوع مذاق کے طور پر نقل کر کے پیش کرنے اور ہنسی والی صورت بنانے کو ٹیپ کہا جاتا ہے یہ تھوڑا سا پیروڈی کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔

ٹسنہ کرنا:۔ کسی خاص شخص کے متعلق اس کے اوصافوں کی برائی، مذاق تضحیک کرنا یا نام نکالنا طعنہ بازی کرنا جو تہذیب کے خلاف ہو اس کو تضحیک یا ٹسنہ کرنا کہا جاتا ہے۔

زیرکی:۔ زیرک wity بہت چالاک قسم کے آدمی کو کہا جاتا ہے۔ یہ فارسی سے مستعمل ہے۔ دانائی، ہوشیاری اور عقلمندی بھی اس کی معنی نکالا گیا ہے ۔عربی زبان میں اس کو ذکی (دانا) کہا جاتا ہے۔

ٹھٹھاہ:۔ ٹھٹھاہ یہ اصل میں پنجابی لفظ ہے اور کشمیری میں الف اور ہے نکال کر ٹھٹھہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب چھیڑ خانی، مذاق اڑانا یا طنز آمیز بات کرنا بتایا گیا ہے۔ سنجیدگی سے بات بات میں میں ایسی ظریفانہ

چوٹ کرنا جس سے ہنسی آجائے اس کو سرکاسٹک ریمارکس sarcastic Remarks طنزیہ مسکراہٹ بتایا جاتا ہے۔

مذاق joke:- کشمیری زبان میں اس کو چاٹھ کہا جاتا ہے۔اس سے مراد دل لگی یا لطیفہ سنانا ہے۔کشمیری زبان میں اس کو اکثر استعمال میں لایا گیا ہے امینؔ کامل اس کو مزید سمجھانے کے لئے یوں رقمطراز ہیں:-

اپنے اندر سمایا ہوا ایک مختصر ظرافتی شے،جس کا ایک ہی مرکزی نقطہ یا خیال ہو۔ دوسرے لفظوں میں اگر کسی ظرافت والی چیز کے سارے جز الگ الگ کئے جائیں اور پھر ان میں سے کسی ایک جز کا لطف اٹھایا جا سکے،اس جز کو ہم جوق،مذاق یا (کھٹی) چاٹھ کہہ سکتے ہیں۔

جھوٹ:۔سچائی کے خلاف یا کسی واقعہ کے خلاف بولنے کو جھوٹ کہا جاتا ہے کسی شخص کو بہتان لگانا بھی اس میں شامل ہے۔عربی میں اس کو کِذِب بولا جاتا ہے۔کشمیری طنزیہ ادب میں استعمال ہوتا ہے۔

تحریف:-یہ بھی پیروڈی کی تعریف اور زمرے میں آتا ہے۔اس کو بدلنا یا بدل کر کچھ لکھنا کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے۔

نام نکالنا یا ستانا:۔نام نکالنا Teas یا ایسی کوئی بات کرنا جو کسی شخص کے اوپر منطبق ہو جائے۔کسی انفرادی شخص کے مطلق بات کرنے یا نام نکالنے کو ستانا

tease کہا جاتا ہے- یا بگڑی ہوئی شکل استعمال کر کے کسی کا نام لینا بھی ستانے tease کے دائیرے میں آتا ہے-

اشارہ:- اصلی لفظ عربی سے لایا گیا ہے- کشمیری میں اسے غمزہ بھی کہا جاتا ہے جو اردو میں بھی مستعمل ہے- کسی کی طرف آنکھ سے، انگلی سے، یا سر کے ہلانے سے ہلکا سا توجہ دلانا جو اشارے میں آتا ہے- اسمیں شوخی، دل لگی، بے باکی، شرارت کرنا، الھڑپن اور بچپنا بھی شامل ہے-

کارٹون:- کسی کی شکل بگاڑ کر بنانے کو کارٹون کہا جاتا ہے- یہ اس طرح سے بنائے جاتے کہ بے ساختہ ہنسی نکل آتی ہے- کسی خاص واقعہ کی طرف بھی اوٹ پٹانگ صورت شکل بنا کر خاکے کی صورت میں بگاڑ کر لکیروں میں سمانے کو کارٹون کہا جاتا ہے-

باتونی:- بہت باتیں کرنے والا- گھڑی گھڑی باتیں کرنے والا جس سے انسان زچ ہو سکتا ہے-

ریختہ گوئی:- یہ فارسی الاصل مونث ہے جس میں کلام کو ظرافت کے طور بھی لکھا جاتا ہے یہ کشمیری میں بہت کم استعمال میں ہے مگر موجود ہے- اردو کو ریختہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے-

کشمیری ادب میں نثر کے علاوہ نظم میں بھی طنز و ظرافت کے عناصر موجود

ہیں۔ ان صنفوں میں ڈرامہ، لڑی شاہ، بانڈ پاتھر، داستان گوئی، افسانہ نگاری کشمیری عورتوں کا گانا (وَنہ وَن اور روف) کارٹون وغیرہ بھی شامل ہیں۔

ان سب سے کشمیری لوگ اپنا غم غلط کر کے خوشی کا سامان بہم کر لیتے ہیں اور تھوڑا سا سکون حاصل کرتے ہیں۔

ظرافت نگاری اولین وقتوں سے رائج ہے۔لل دید کشمیری شاعرہ، شیخ العالمؒ کی شاعری (شروک) میں بھی ہمیں ظرافت کے نمونے ملتے ہیں۔

اس کے بعد مقبول کرالہ واری، عبدلاحد آزاد، حبیب اللہ نوشہری، لالہ لکشمن، غلام رسول نازکی، غلام احمد مہجور، روسل میر، دینا ناتھ نادم، مکھن لال محو، ایوب صابر، نظیر جوش، علی محمد مجبور، ثنااللہ بٹ، خضر مغربی، ارجن دیو مجبور بکواس کشمیری، ایس راضی، مرزا عارف، قاضی غلام محمد، پشکر بھان، بشر اختر، غلام نبی ناظر، گلشن یوسف اور بہت سے شاعروں نے ظرافت کے ساتھ شغل کیا ہے.
اور لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے۔

کشمیری ادب میں اس کا بہت سا ذخیرہ موجود ہے یہاں ہم ان کچھ شاعروں کا تذکرہ کریں گے، جنہوں نے ہمارا کشمیری ادب طنز و مزاح کی صنف سے مالا مال کر کے لوگوں کو راحت پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

کشمیری زبان اور ادب میں طنز و مزاح استعمال کرنے والے ادیب اور شعراء

(الف)

للہ عارفہ/لل دید

لل دید، لل عارفہ یا لل ایشوری کشمیر کی ایک مذہبی اور صوفی شاعرہ ہے جو چودھویں صدی کی ایک عظیم شاعرہ ہیں۔ یہ عظیم شاعرہ پاندریٹھن سرینگر میں پیدا ہوئی تھی۔اس کا وقت 1330 عیسوی تک بتایا جاتا ہے۔ کشمیر صوفی سنتوں کی زمین رہی ہے اس زمین میں زنانہ اور مرد دونوں قسم کے فقیر اور درویش رہتے آئے ہیں۔

لل دید کے شعروں کو واکھ کہا جاتا ہے یہ قدیم کشمیری زبان میں لکھے گئے ہیں۔ انکے یہ واکھ ایک آفاقی پیغام لے کر آتے ہیں۔ کسی کسی جگہ بات کو سمجھانے کے لئے ظرافت سے بھی کام لیا گیا ہے۔

نمونہ کلام یوں درج کیا جا رہا ہے۔

پرِ تھ تہ بوزِ تھ برہمن ژھٹن ۔ آگُر کھٹن رِتھند ویدٕ سیتی
پنٹھ سن دِتھ تھاون مٹن ۔ موٕ ہتھ مَن گرِشھن آہنکارِ ری

(کشمیری سے ترجمہ)

پڑھ لکھ کر برہمن نا سمجھ بنیں گے۔اور اصلی بات چھپا کر رکھیں گے۔پٹن

میں چوری کریں گے اور مٹن میں چھُپا کر رکھیں گے۔ پوچھنے پر بھی اَہنکاری (بات نہ سمجھنے والے) بنیں رہیں گیا ور اصلیت چھُپائیں گے۔

☆☆☆
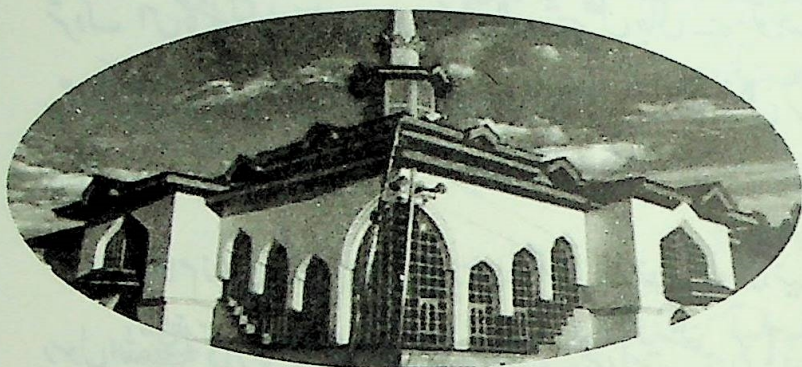
شیخ نورالدین نورانی

شیخ نورالدین جس کو ننده ریوش بھی کہا جاتا ہے ایک ولی کامل اور دیندار شخص ہو گزرا ہے۔اس نے اپنے کلام اور زندگی لوگوں کی بہبودی کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ننده ریشی کیموه کولگام کے ایک مسلمان گھرانے نیں AD_1377 میں پیدا ہوئے۔اسکے آبا و اَجداد کشتواڑ سے ہجرت کر کے آئے تھے۔انکے والد کا نام شیخ صلاح الدین اور ماں کا نام سدره دید تھا۔شیخ صاحب صرف تیس سال کے تھے کہ اللہ کی عبادت کے لئے ایک گوپھا میں چلے گئے۔جہاں سے گیاره سال کے بعد نکل آئے اور لوگوں میں واعظ اور تبلغ شروع کی۔

شیخ نورالدین نورانی نے نصیحت آموز کلام لکھا جن کو شروک کہا جاتا ہے۔

شروک اس گانٹھ کو کہا جاتا ہے، جو بڑی مشکل سے کھل جاتی ہے۔تو جب بھی یہ گانٹھ کھُل جاتی ہے اُس میں سے نصیحتوں اور فلاسفی کے انبار نِکل کر آتے ہیں۔

ان کا کلام زندگی کے راستوں کی رہنمائی کرتا ہے خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اچھی زندگی کے لئے راستہ متعین کرتی ہے یہ بزرگ اور ولی کامل اس دنیائے فانی سے چودہ سو اٹھتیس 1438 AD میں وفات پا گئے۔

شیخ نورالدین نورانیؒ کا سارا کلام جہاں خدا کی وحدانیت اور نصیحت آموز ہے، وہاں اپنی بات لوگوں تک پہنچانے اور سمجھانے کے لیے کہیں کہیں ظرافت کا بھی استعمال کیا ہے تا کہ بات بات میں ہنستے ہوئے لوگوں تک اچھی بات پہنچ سکے۔نمونہ کلام یوں ہے:۔

ے نصر بابہ بوز گور سند وُژن ۔۔ سور سنزِ ووڑِ آسہ مور سُند تاج
وبتھ ہوکھن تہ ہمیز گریزن ۔۔ سُے ہامالہِ آسہِ واندر راج
ے ملاہ ڈیوٗ ٹھم موشی کھیوان ۔۔ ہاکس ونان یہ پچھ پچھ
ما کرُ کھیوان ڈاگر تراوان ۔ مشیدن دپان یتہ چھوپچھ
ے وپچھ بتہ اَنی وو، رَنی وُ ولو کھرے

وپھ بتہ لو کھرے کھیہ کھیہ سانگ
وپھ بتہ کھیویود ملہٕ سنز کو کرے
تمہٕ تہٕ مالہِ پریایہ شونگ تھےٕ بانگ

☆☆☆

تیلہِ مالہِ آسَن تتھی کیرن
ٹنگ ژونٹھ پیپن ژیرن ستی
ماجہ کورِ کرتھ اتھ واس نیرن
دوہ وین برن گارن ستی
خوش ینی حقس دُنیاہ لورن
سُے ہا مالہِ آسی واندر راج
ملہٕ ہےَ دپی زِتہ مولوی رٲمی
نتہ مَلہِ وچھتھ پری زِ اِستغفار
صدرس تار دِتے تمی پأنی پانس سپُن یار
کمینس خدمتھ کرتھ زندس ترِی
ہرنس نشہِ ذات نیرنہ زانہہ
یوسہ بوے بَبر تتھ نہ زانہہ پھیری

ہۆنی بستہِ کافور نیری نہ زانہہ

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔نصر بابا تم اپنے استاد کی بات گانٹھ باندھ کر رکھو۔ بے وقوفوں کی سر پر مور کیتاج رکھے جائیں گے۔ بڑے بڑے دریا سوکھ جائیں گے اور چھوٹی نالیوں میں سیلاب آئے گا۔ بس یہ نشانی ہے کہ زمانے پر بندروں کا راج ہوگا۔

2۔مفت کا کھانا کھا کر لوگ سوانگ رچاتے میں ماہر ہو جائیں گے۔ اور جب یہ مفت کا کھانا مولوی کی مرغی بھی کھائے گی وہ بھی سوتے سوتے ہی اذان دینے لگے گی۔

3۔ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ ناشپاتی اور خوبانی ایک ہی وقت میں تیار ہونگی ۔یہ ایک عجیب زمانہ ہوگا ۔ماں اور بیٹی دونوں غیروں کے ساتھ نکل پڑیں گی اور سارا سارا دِن غیر مردوں کے ساتھ رہیں گی۔ جو حق تعالیٰ کو منظور نہ ہو گا بس یہ زمانہ ہوگا کہ بندروں کی بادشاہت ہوگی۔ (یعنی اچھے لوگوں کا نام نشان نہ رہے گا)

4۔اگر مولوی کو جاننا چاہتے ہو اور وہ صرف مولائے روم ہی ہو سکتا ہے ورنہ مُلا کو دیکھ کر استغفار پڑنا چاہے۔ سمندر کو پار کرانے والا صرف اللہ ہی ہے وہی ہر مشکل کا ساتھی ہے۔

5۔ کمینہ انسان کی کبھی پذیرائی نہیں کرنی چاہے اس کی ذات کبھی بدلنے والی نہیں ہے۔ خوشبو کبھی بھی ختم نہیں ہوتی اور کتے کی کھال میں کبھی خوشبو نہیں آسکتی۔

باہر سے کچھ اور اندر سے کچھ۔ ہر کسی کے ممبر پر چڑھنے والے اور واعظ کرنے والے کو صوفی نہیں کہا جا سکتا۔ اگر صوفی یا مولوی کو جاننا ہے تو مولانا روم کو جانو ورنہ مولوی دیکھ کر استغفار کرتے رہو۔

عطا محمد خان جو شیخ نورالدین نورانی کیدور میں کشمیر کا گورنر تھا۔ اُس نے حضرت شیخ صاحب کے نام کا سکہ رائج کیا تھا۔

شیخ صاحب کے یہاں دو فرزند اور ایک لڑکی تولد ہوئی ۔ ان کا آستانہ شریف چرار میں واقع ہے۔ ہزاروں لوگ اس کے آستانے سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ ہر سال وہاں چراغاں کیا جاتا ہے اور حضرت کا عرس منایا جاتا ہے۔ دور دور سے عقیدت مند لوگ یہاں آجاتے ہیں۔ راتوں کو یہاں درود و اذکار کی محفلیں سجتی ہیں اور لوگ اس کی برکت سے مالا مال ہو کر اللہ کی رحمت سے فیض یاب ہو جاتے ہیں۔

مہجور غلام احمد

کشمیری ادب میں ایک اعلیٰ مقام رکھتا ہے یہ عظیم شاعر 11 اگست 1887 عیسوی میں پلوامہ کے متری گام گاوں میں پیدا ہوا۔ محکمہ مال میں پٹواری تھا۔ اسنے اردو اور کشمیری دونوں زبانوں میں شاعری کی ہے۔ قومی اور وطن پرست شاعری کے ساتھ ساتھ ظرافت سے بھرپور شاعری کر کے لوگوں کو بہت محظوظ کرتا رہتا تھا۔ وہ محکمہ مال میں پٹواری کی حیثیت سے کام کرتا تھا اسطرح سے ہر گاوں میں اسکی پہچان رہتی تھی۔ لوگوں کو بہت اچھی طرح سے جانتا تھا۔ اس بات کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے اس کا کلام اس کی زندگی میں ہی گیارہ جلدوں شائع ہوا تھا۔ اس کا کلام عام طور پر گاؤں کی لوگ، عورتیں، بچے اور بچیاں گاتی رہتی تھی اور ایک سماں باندھ دیتے ہیں۔ جس سے یہ شاعر کشمیر کونے کونے میں مشہور اور مقبول ہوا۔

اسکے گیت کھیتوں کھلیانوں باغوں، دریا کے کناروں پر گائے جاتے تھے

جو اپنے آپ میں ایک سماں باندھ دیا کرتے ہیں۔ زیادہ تر عورتوں کی زبان پر اس کے گانے ہوا کرتے تھے جس سے وہ گھر گھر میں مشہور ہوا۔

یہ نغمے ابھی تک ہمارے گھروں میں زبان زد عام ہیں اور اکثر مختلف مواقع پر گائے جاتے ہیں۔

یہ عظیم شاعر 9 اپریل 1952 کو اس عالم فانی سے رخصت ہوا جب کہ اس کی عمر آڑسٹھ سال کی تھی۔

جب مہجور اس دنیا سے چلا جائے گا باغ میں پھول ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ میرا رازدار اور میرے بچپن کا ساتھی ہمدرد کہاں چلا گیا۔ اس شاعر کو پہلے پہل اپنے آبائی قصبہ مترِ گام پلوامہ میں دفن کیا گیا، مگر اس وقت کے وزیر اعظم بخشی غلام محمد کے حکم سے پلوامہ سے لاکر اِسکو اتھواجن کے قریب بڑی عزت و احترام کے ساتھ اکیس توپوں کی سلامی دے کر سپرد خاک کر دیا گیا۔ اسے شاعر کشمیر کا خطاب بھی کیا گیا۔ اور ایک لوح مزار بھی یادگار کے طور پر وہاں لگایا گیا ہے۔

ہر گاہ چہ مہجور قومی اور وطن پرستی شاعری کے طور پر جانا جاتا ہے مگر اس نے اپنے کلام میں طنزیہ اور ظرافت بھرے اشعار کہے ہیں جواب بھی زبان زد عام ہیں ملاحظہ کریں:۔

یہِ آزادی چھا سورگچ ہٕو ر پھیراہ وانہ پتہٕ وانے
فقط کینژن گرن منز گرایہِ ماران آیہِ آزادی
نبرٕ شیٔخ زانہِ کتھِ ہُند معنہِ تس ژٕلی خاندارِنی ہیتھ
سہٕ گوفریاد ہیتھ پتیٚ کنٚزلو کہ ہندتس پیایہ آزادی
یہ آزادی چھَ تراون مغربس کُن رحمتک باراں
کران سانس زمینس پیٹھ ژھرے گگرایہ آزادی

☆☆

میوٗن بڈبب مال وجان ہیتھ ترامہ پوٗنسن کنہ آوٗ
مال ہورُم جان چھُم باقیٚ قدن وچھتکھ حساب

☆☆☆

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔ یہ آزادی (1947 کی) جنت کی حور تھوڑی نا ہے جو گھر گھر اپنا جلوہ اور رونق بکھیرے گی یہ صرف کچھ گھروں (امیروں) کے لئے آئی ہے۔

نبر شیخ (ایک گاوں والا) آزادی کا معنی اور کیا مطلب سمجھ سکتا ہے وہ کسی دوسرے کی مدد کرنے کو گیا ہوا تھا تو پیچھے سے اس کی بیوی کو کوئی بھگا کر لے گیا۔

2۔ یہ آزادی صرف مغرب والوں کو ہی راس آئی مشرق والوں کے لئے تو صرف شوشہ ہے اور کچھ نہیں۔

دوسری جگہ کشمیر اور کشمیریوں کو جب مہاراجہ گلاب سنگھ نے 75 لاکھ نانک شاہی روپوں میں خریدا تھا تو یہ فرماتے ہیں:۔

3۔ میر آباؤ اجداد کو کھوٹے سکوں کے عوض خریدا گیا تھا۔ مال میرا تو سارا ختم ہو گیا اور اب جان باقی ہے اب اسی کا حساب دے رہا ہوں۔

☆☆☆
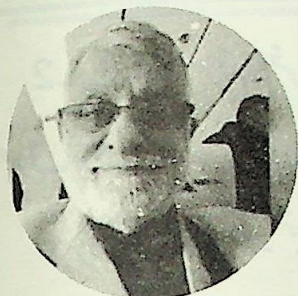
لالہ لکشمن

Laa lakshmanایک بڑا اور بزرگ شاعر ہو گزرا ہے اس نے زیادہ تر ہزل اور ٹسنہ لکھا ہے۔

اکیڈمی نے اس پر کتاب لالہ لکشمن چھپا کر اِجرا کی ہے

یہ شاعر کولگام تحصیل کے مانند چوگام گاو؟ں میں 1892 عیسوی میں تولد ہوا اور 70 سال کی عمر میں 5 دسمبر 1962 عیسوی کو وفات پا گیا۔ یہ ایک استاد تھا اور فارسی پڑھایا کرتا تھا۔ زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھا اس لئے ایک مکتب میں ہی فارسی پڑھانے کا کام کرتا تھا۔ اس کی نظمیں گاڈ دیگل اور شکھ داری کے علاوہ بہت سی نظمیں مشہور ہیں کچھ بند حاضر ہیں:۔

باش دوہہ برنہِ پٹھ بیہ بٹہ وارے لالہ لکشمن شکھ دارے دراوَ

تھال تےٓ بھوگن تُلُن اَتہ بارے لالہ لکشمن شکھ دارے دراوَ

دوہہ اکہِ لالہ جو پھوٹ اَکس گملس داہ مہنیوتس لمنس لگِ

در دَر دِوان ورلوگُس کارے لالہ لکشمن شکھ دارے دراوٗ

بڈاہ اکہ اس آمژتہ گمژ مرنہ دادِ آس سوئے دُور ہمژ

گُرژ ہتھ آیَم چُو کہ منزلارے لالہ لکشمن شکھ دارے دراو

☆☆

دپن اکھ خانہ دارادارِ پٹھ اوس

کرن آشینہ کُن تفسیر سُے اوس

چھِ زنی جوراخبر سوئے پکن ما

دوشرطس پٹھ خبر چھا ییتیٖ دُرکن ما

برن راتھاہ کرن ژِ نٹھاہ تہ ژاسا

وُرن وتھرُن منگن تراون لمباسا

صلاح چھُم یی پیوان دیو ہارتیا گُن

کلس لیفاولنٕ بیمار لاگُن

وَژھس آشن ژ چھُکھ دیوانہ گومُت

رُٹُکھ ما ہور تچھَن زن چھُکھ متیومُت

رنن واجین بہ چھُس بِ لاگہ بیمار

ژ بہہ روشتھ مے کریے زار تے پار

وُنُن ییِ گرٛ ھ مے کوتاہ کھوت یہ الزام

مے کھنڈ پھٹی کرم کا تیاہ اُسی از تام

ہتے تھوٚ دوتھ دَدُس چانے فراقے

کرتھ دِم کمہٕ ژوٹا موٗدُس بہ فاقے

☆☆ کشمیری سے ترجمہ:۔

1۔سنیچر کے دن لالہ لکشمن تھال اور کٹورہ لے کر باغ کی رکھوالی کرنے کے لئے چل پڑا۔

2۔ایک دن لالہ لکشمن ایک گملے میں گر گیا اور پھر دس آدمی اس کو نکالنے میں لگے۔اس طرح نکالنے سے گردن کو بھی چوٹ آ گئی مگر کھینچتے کھینچتے اس کو نکال ہی لیا۔

3۔ایک بوڑھی عورت مرنے کو تیار تھی مگر کچن میں میرے پیچھے پڑ گ ٔ اور

4۔آگ کا چمچہ اٹھا کر کر میرے پیچھے پڑ گئی میں کہاں رکتا۔بھاگتے بھا گتے میری سانس دوڑتے دوڑتے پھول گ ٔ۔

5۔ایک دن ایک گھر والا اپنی کھڑکی پر بیٹھا تھا اتنے میں اسے دو آدمی آتے دکھائی دیئے۔اس کو ڈر ہوا وہ ہمارے گھر نہ آئیں اور پتہ نہیں کتنے دن رہ

کر سوتے رہیں گے۔ بہتر ہے میں بیمار ہونے کا بہانہ کر کے

لحاف اوڑ کر سو جاؤں۔

وہ اپنی بیوی سے کچھ ایسا ہی مشورہ کر رہا تھا۔

اس کی بیوی نے اسے ڈانٹ کر بولا پکانے والی تو میں ہوں بیمار میں پڑ جاؤں گی تو مجھ کو منانے اور سر دبانے کو لگ جاو، اور اور ایسا ہی ہوا شام تک وہ بیمار جیسی پڑی رہی اور کھانے کو کچھ بھی نہ ملا آخر جب اس کا خاوند بھوک سے تڑپنے لگا تو بولا میں نے بہت برا کام کیا وہ تو یہاں آئے نہیں میں بھوک سے تڑپتا ہوں اٹھو کچھ کھانے کو دے دو۔ وہ اپنی بیوی کی منت سماجت کرنے لگا۔

☆☆☆

پیر مقبول کرالہ واری

پیر مقبول بڈگام تحصیل کے کر الہ وار گاو ?ں میں اٹھارہ سو بیس 1820 عیسوی میں پیدا ہوئے اور اٹھارہ سو چھہتر 1876 عیسوی میں اس عالم فانی سے رخصت ہوئے۔ پیر مقبول عربی اور فارسی کا ماہر تھا اس کا رجحان صوفیانہ ادب اور شاعری کی طرف تھا۔

اس کے والد صاحب کا نام عبدالقدوس تھا جس کی تحویل میں بہت سی جاگیریں تھی۔ مقبول صاحب کو بھی اپنے والد سے تین گاو?ں جاگیر میں ملے تھے مگر اچھی آمدنی کے باوجود پیر مقبول ایک درویشانہ زندگی گزارتے تھے۔

لوگ اس کی بہت عزت واحترام کرتے تھے کیونکہ ان کے ساتھ اس کا برتاؤ اچھا اور نیک تھا۔ انہوں نے کشمیری میں گلریز لکھی جو مثنوی کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

گلریز کشمیری ادب میں ایک اونچا مقام رکھتی ہے یہ کشمیری ادب میں وہی مقام رکھتی ہے جو فارسی ادب میں جامی کی یوسف زلیخا کا درجہ ہے۔

اس کے علاوہ بھی انہوں نے بہت سا ادب لکھا ہے اور بہت سے اصناف

میں طبع آزمائی کی ہے۔ اپنی بات لوگوں تک پہنچانے اور سمجھانے کے لیے انہوں نے مزاح سے بھی کام لیا ہے انہوں نے گریس نامہ، ملہ نامہ، پیر نامہ اور مُقدم نامہ کے نام سے بہت سی طویل نظمیں لکھی ہیں اور اس میں بے تحاشا طنز و مزاح استعمال کیا ہے۔ نمونہ کلام دیکھیے :۔

پڑران گُلن آروَلن ہائے نغریبی
گاشس چھُ کرن گٹہ تاپس ژھائے نغریبی
پینالا، گتھ مولاگ اونیئے۔ وُنی دِتہ ڈیش ہن نونئے یار
کر بند فکر اہ چھکھ چند چھُنیے شرمند موگرٕ ھ در بازار
بنیو مُت وار یتھ وقس چھُ کینہہ تام
چھُنہ براصل خود کانہہ خاص و عام
تتھی اعلیٰ تہ ہم ادنیٰ بنیمتی
چھِ رہزن رہنُمالوٗ کن بنیمتی
چرس تے بنگہِ چتھ یُس ننگہ پھیرِ
کرن تس پڑھ دپن یی گیہ فقیری
متھر نژی نژی کرُن زانن ولایت۔ بڈ کھژُر پڑھ یہ گوعان عنایت
چھے کرمژ پاک ذاتن اڈرن سائنی۔ چھے اصلی جنتس اندر پُرن سائنی۔

(پیرنامہ)

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔غریبوں کے متعلق کہتے ہیں کہ غریبی انسان کو تباہ کر دیتی ہے اور روشنی میں اندھیرا کرتی ہے۔

2۔روشن دل انسان ہو کر اندھا پن مت دکھاو۔تم صرف فکر کرو روشنی اللہ تعالیٰ دے گا۔بازار نکلو گے تو کچھ جیب میں رکھا کرو خالی جیب لے کر دکان دکان بھٹکتے پھرو گے)یعنی تم آخرت کی فکر کرو کہیں تو شرمندہ نہ ہونا پڑے -

3۔تم تو ایک ہی نام کوے اور طوطے کا مت رکھا کرو اور موتی اور پتھروں کو ایک ہی مت جانو۔

4۔اس دور کا عجیب حال ہے اصلیت پر کوئی نہیں چلتا یہاں رہزن اور چور ہیں جو اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔شریف اور عزت داروں کو کوئی نہیں پوچھتا اور کوئی قدر نہیں کرتا۔

5۔جو آدمی چرس گانجا پی کر ننگا گھومتا ہے لوگ اسے فقیر درویش سمجھتے ہیں۔ناچتے ناچتے جو پیشاب کرے گا اسی کو لوگ ولی سمجھتے ہیں اور اسی سے عنایات مانگتے ہیں۔کیسا زمانہ آگیا۔

☆☆☆
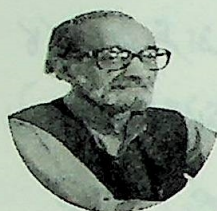
امین کامِل

تین اگست 1924 کے دن کپرن ویری ناگ میں محمد امین نام کا ایک لڑکا پیدا ہوا جو پھر امین کامل کی حیثیت سے مشہور ہوا۔ ابتداء تعلیم لوکل سکولوں میں حاصل کرنے کے بعد علیگڑھ وکالت کی تعلیم پڑھنے کے لیے چلا گیا اور قانون کی ڈگری حاصل کر کے واپس آ گیا۔ کامِلؔ اس نے ادبی نام اختیار کیا تھا۔ 1958 میں اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز میں تعینات ہوئے۔ جہاں سے وہ ریٹائرمنٹ تک اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے اس نے بہت سارا ادب لکھا ہے۔ کامل صاحب ایک کہانی کار اور افسانہ نگار، ترجمہ کار، تنقید نگار اور غزل گو شاعر تھے۔

اس نے بہت سی نظمیں لکھیں جو بہت کامیاب رہی جس میں کچھ مزاحیہ کلام بھی ہے۔

اس کی کتابوں میں گھٹہِ منز گاش 1958، کتھ منز کتھ، لولہ پرٕ و، یم میانی سخن وغیرہ شامل ہیں۔ بہترین اَدبی خدمت اور کارکردگی انجام دینے کے لئے اس کو ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے اور پھر مذید بہترین کارکردگی اور کام کے لیے 1962 میں پدم شری کا ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ان

کا کلام طنز و ظرافت سے بھرپور ہے یہ قلم کار 30 اکتوبر 2014 کو اس فانی دنیا سے کوچ کر گیا مزاحیہ کلام کے کچھ نمونے حاضر ہیں :۔

سون تش کھُس کھُس اگر چھِس تِی ونان

پھر نہ زٹ گانگِڑی کہالت تاے تاے

یور چھاپارِم سیاست کانہہ چلان

یتھ ونان جے کے ریاست تاے تاے

ہتھ لگر کھبتھ بیار گےٗ پنشن تہٕ لو

ووٗنی بنیاےٗ صاحب طریقت تاے تاے

تاےٗ نامہ وون عجب کامِل جوٗن

تس تہٕ تج ہاوٕنی ظرافت تاے تاے

اَسہِ تہِ کور انگوٹھ الحاقس

اَسہِ تہِ وژھ آکاشہ وانی برکت تاے تاے

کُن شکس لد راز اَسہِ ما شوبہِ ہی

أسی ہتن رازن چھِ رعیت تاے تاے

☆☆☆

کشمیری سے ترجمہ

1۔ ہماری پہچان کیا ہے پھیرن، بیکار بیٹھنا اور کانگڑی۔ یہاں باہر کی سیاست نہیں چلتی ہے۔ اسے جے کے ریاست کہا جاتا ہے۔

2۔ سو (100) چوہے کھا کر بلی آپ پنشن کھانے بیٹھ گئی اور اب صاحب طریقت بن بیٹھی ہے۔

3۔ کامل نے تائے نامہ کہہ ڈالا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے بھی ظرافت آہی گئی۔

4۔ ہم نے بھی الحاق کے لئے انگوٹھا لگا دیا تو اس سے ہمیں آسمان سے برکت نازل ہوئی۔ ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم ایک راجہ کے تحت نہیں رہ سکتے ہمیں بہت سے بادشاہ ہونے چاہیے اسی سے ہمارا گزارا ہوتا ہے۔

☆☆☆☆

عبدالرحمٰن راہی

عبدالرحمٰن راہی کشمیری ادب کے سرکردہ استاد ہیں -عبدالرحمٰن راہی 4/ مئی 1925 میں سرینگر کے نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔ 1948 عیسوی بحثیت کلرک پی ڈبلیو ڈی میں بھرتی ہوئے اسی دوران پروگریسو رائٹرز ایسوسی ایشن کے ساتھ منسلک ہوئے اور وہاں جنرل سیکرٹری بنائے گئے۔ کچھ وقت تک اخباروں کے ایڈیٹر بھی رہے اور اخباروں میں بھی کام کرتے رہے۔

پرائیویٹ طور پر فارسی اور انگریزی میں ایم۔اے کرنے کے بعد بحثیت استاد محکمہ تعلیم میں بھرتی ہوئے اور ترقی کرتے کرتے پروفیسر کے عہدے پر جا پہنچے کشمیر یونیورسٹی میں تعینات کیے گئے جہاں نوکری سے سبکدوش ہونے تک وہ وہیں کام کرتے رہے۔

راہی صاحب نے سات تنقیدی اور پانچ نظموں کی کتابیں لکھی ہیں، جن میں سے کچھ کا انگریزی اور ھندی میں ترجمہ بھی ہوا ہے- بابا فریدالدین کی پنجابی نظموں کو راہی صاحب نے کشمیری میں ترجمہ کیا ہے- راہی صاحب کی

ان تھک کوششوں سے کشمیر یونیورسٹی میں کشمیری شعبہ قائم ہوا اور اعلی کلاسوں میں کشمیری پڑھانا شروع ہوگیا۔

راہی صاحب نے بہت سا ادب لکھا-نوروز صبح نامی کتاب کو 1941 میں ساہتیہ اکیڈمی کا ایوارڈ ملا- کشمیری نظموں کی کتاب سیاہ رود جرین منز کو ہندوستان کا سب سے بڑا علمی ایوارڈ گیاں پیٹھ ایوارڈ ملا۔

ان کی علمی اور ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں ہندوستان کی حکومت نے پدم شری ایوارڈ سے بھی نوازا ہے- جہاں انہوں نے سنجیدہ ادب لکھا ہے وہاں طنز اور ظرافت کے ساتھ بھی شغل کیا ہے نمونہ حاضر ہے:-

دوہہ اکہِ لۄکووچھ پوژھ لووا۔۔ترہر یومُت بانبر ہوت لاران

دَب درس کھیہ کھیہ دَبہ وُنہِ آمُت۔زُو لرزن سخ عأجزاونمُت

وَن تراوتھ مادانن ژھانڈِتھ۔۔لاران تھاران بازرِلوگمُت

لوگووُچھُ ٹھراوکھ پرژھہَس ۔۔۔پوژھ لادِیا کیا باخارے چھا؟

تھاران، ہاران، لاران کوت چھُکھ۔۔پتہِ ماچھے کانہہ ظالم دوران؟

پھرکھ تراوتھ اندپوکھ نظراہ دِتھ۔۔پوژھ لادِس پیپہِ زومُژ راوِن

دوپ نکھ میانو ٹاٹھو یارو۔۔۔۔موت نواوُسس ہرگز گومُت

ادہو بوزُم بدلے شوَے۔۔۔اَدمَتہ پرژھ توکُس رنگ سپدُم

مُلکس منز بے گاری چھے لجمژ۔۔۔۔حاکم لوکو پارے کڈ مژ
بیتہِ کانہہ وونٹاہ میٔسر سپد ہو۔۔۔۔۔تتہِ گرژھِ سامانہ سارنہِ سوٗزُن
یی بوزتھ پھِچھرن چھُس لوگمُت۔۔۔ووٗنٹن از بیگار چھ لجمژ
پوژھ لاوِنی بیقل کتھ بوزِتھ۔۔۔۔۔۔۔لوٗکوتر اوٗس بوڈ کھنگالا
دوپ ہس پزِکن چھی ٹنگہ ڈجمژ۔اَسہِ دوپ سہلا بے پُچھ آمُت
ژتہِ نئے چھُکھ پاگل سپد یومُت۔۔ووٗنٹن ہیے بگارژے کیا با؟
ژے نچھے لاران تہ تھاران۔۔وَن باکیاہ گوے گُس تاوَن پیوٗ ے
یمہ ادِجہِ زاوجہِ کتھ بوزتھ۔۔۔۔۔۔پوژھ لاوِس زن نٹھ لوگ تالس
اڈ کجہ زیوٗ ونکھ ہایارو۔۔۔۔۔یتھ سمیَس منز چھا کینہہ ژھانڈُن
زول ہے جہلک نارن کانژھا۔۔۔ڈٖپِتن مےٗ تہِ یہ پچھُ وونٹہ بچاہیو
قدگُس سارم رنگ گُس ڈیشم۔۔۔۔حالس لگہِ بے گار بلاین
پتہ وُچھ زس اَد پوزِ کت پرزِلم
(یتھ سمیس منز۔۔نظم)

کشمیری سے ترجمہ

1۔ایک دن ایک لومڑی ہانپتے ہانپتے شہر کے بازار کی طرف آ نکلی۔لوگوں نے پوچھا تم کیوں یوں ڈری سہمی اور پریشان ہو۔کیا کوئی

ظالم تمہارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ لومڑی نے اپنے سانس پر قابو لاتے ہوئے کہا کیا بتاؤ؟ں دوستو آج ملک میں بے گاری کے لیے اونٹوں کو لے جا رہے ہیں۔ حا ئکم لوگ جگہ جگہ اونٹوں کو دیکھ کر پکڑ پکڑ کر لے جا رہے ہیں اسی لیے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ لوگوں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا، ارے تم بیکار پریشان ہو رہے ہو تم تو اونٹ نہیں ہو۔ تم کو کیوں پکڑ کے لے جائیں گے۔ لومڑی حیران ہو کر بولی ارے میرے دوستو! اس زمانے اور وقت کا کیا بھروسہ ہے کہیں حا ئکم لوگ مجھے اونٹ کا بچہ سمجھ کر بے گاری میں لگا ئیں گے۔ پھر میرے قد اور رنگ کو کون دیکھے گا فی الحال بے گاری لیں گے پھر پوچھیں گے کہ تُم کون ہو۔

☆☆☆

مُلکس منز بے گاری چھے لجمژ ۔۔۔ حاکم لوکو پارَے کڈمژ
ییتہِ کانہہ ووناہ مئیسر سپد ہو ۔۔۔۔ تتہِ گژھِ سامانہ سارنہِ سوٗ زُن
یِی بوزتھ پھپھرن چھس لوگمُت ۔۔۔ وونٹن از بیگار چھ لجمژ
پوژھ لاوِنی بیقل کتھ بوزِتھ ۔۔۔۔۔۔۔ لوکو تر اوُس بوڈ کھنگالا
دوپ ہس پزِ رکن چھی ٹنگہ ڈجمژ ۔ اَسہِ دوپ سہلا بے چھ آمُت
ژتہِ نئے چھکھ پاگل سپد یوٗمت ۔۔ وونٹن ہیے بگار ژے کیا با؟
ژے نختے لاران تہ تھاران ۔۔ وَن باکیاہ گوے گُس تاوَن پیوٗ ے
یمہ اِجہ زاوجہِ کتھ بوزتھ ۔۔۔۔۔ پوژھ لاوِس زن نٹھ لوگ تالس
اڈ کجہ زیِو ونکھ ہا یارو ۔۔۔۔۔ یتھ سمیَس منز چھا کینہہ ژھانڈُ ن
زول ہے جھلک نارن کا نژھا ۔۔ ڈِلیِ تن مےٚ تہِ یہ چھُ وونٹہ بچاہیو
قدگُس سارم رنگ گُس ڈیشم ۔۔۔ حالس لگہِ بے گار بلاین

پتہ وُچھ زس اَد پوز رِکت پر زلم
(یتھ سمیس منز ۔۔ نظم)

کشمیری سے ترجمہ

1 ۔ ایک دن ایک لومڑی ہانپتے ہانپتے شہر کے بازار کی طرف آ نکلی ۔ لوگوں نے پوچھا تم کیوں یوں ڈری سہمی اور پریشان ہو ۔ کیا کوئی

مکھن لال محو

مکھن لال محو اسکول ایجوکیشن میں کام کرتے تھے اور سیکشن آفیسر کے عہدے پر براجمان تھے۔ اخبار خدمت جو سرینگر سے نکلتا ہے، سے وابستہ رہے ہیں۔ مکھن لال ایک اچھا شاعر، سکرپٹ رائٹر، سنسکرت، ہندی اور فارسی کے ایک بڑے اسکالر تھے۔ طنز ومزاح لکھنے میں ماہر تھا۔

مکھن لال سرینگر کے چنکرل محلّہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے کشمیر تھیٹر کے لیے کام کیا اداکاری بھی کی اور ڈرامہ بھی لکھتے رہے۔

مہجور اور مانز راتھ کشمیری فلموں میں کام کر کے اپنی اداکاری سے مکھن جی نے لوگوں کے دل جیت لیے۔

اس کے بہترین ڈراموں میں اور آش پیچھ، سیماب، ہزار داستان، تقدیر ساز، وغیرہ شامل ہیں ظرافت اور طنز لکھنے میں مشہور تھے۔ کچھ نمونے حاضر ہیں:۔

کھری گیہٕ الگ تہٕ الگ گو ترام نِگارو
کھرِاتھ کشن تہٕ ترام چُھی آرام نگارو

تہِ امس انان چمک مے وچھاے تیلہ وارِ تیل

کھرِ کیا کرس ہارو غن تہٕ بادام نگارو

ڈُبہ ڈاس گووے اتھ شاعری کتھ چھُکھ قلم کاغذ رٹتھ

وَے گوم مکلِتھ کیا دِمے ژےٚ تہ بیٖہ پانژن شُرین رنتھ

چھُکھ چار ثاتن پننِسے ستھن کُٹھِس اندر بہتھ

گر بار چھُ گومُت مشتھ زن چھےٚ شرم کھاٗومژ کتھ

وَتھ نیر بازر جل پھن دِم تو ملہٕ ترخ داہ باہ انتھ

کشمیری سے ترجمہ

1۔ گنجاسر ایک تانبے کی طرح لگتا ہے اور اس کو خارش کرتے وقت بڑا ہی آرام آتا ہے۔ اس میں صرف سرسوں کا تیل ہی چمک پیدا کرسکتا ہے۔ بادام کا تیل اس میں کارگر ثابت نہیں ہوتا۔

2۔ ایک عورت اپنے شاعر خاوند سے کہتی ہے تمہاری یہ شاعری کس کام کی تمہاری شاعری سے میرے پانچ بچے کیسے پلیں گے۔ ان کو کھانے کو کیا دوں گی۔ اپنے کمرے میں نہ جانے کیا کیا لکھتے رہتے ہو۔ تمھیں تو سارا گھر بار جیسے بھول گیا ہے۔ جلدی سے اٹھو اور بازار سے کچھ چاول لاکر دے دو تاکہ بچوں کو کھانے کو دوں گی۔ ☆☆☆

عبدالاحد آزاد

عبدالاحد آزاد 1903 میں کشمیر کے بارہ مولہ علاقے میں پیدا ہوئے اور انیس سو اڑتالسن 1848 عیسوی میں وفات پاگئے- ان کے والد کا نام محمد سلطان ڈار تھا- انہوں نے کشمیری زبان میں بہت زیادہ ادب لکھا ہے، جس میں کلام آزاد خاص طور پر قابل ذکر ہے انہوں نے کشمیری زبان اور شاعری کے نام سے اردو میں کتاب لکھی جو تین جلدوں پر مشتمل ہے- آزاد صاحب کشمیری شاعری کے ایک مضبوط ستون مانے گئے ہیں- شاعری کے علاوہ انہوں نے طنز وظرافت کے میدان میں بھی اپنا نام روشن کیا ہے- کشمیریوں کی مشکلات کو حکمرانوں کے سامنے لاکر ان کو حل کروانے کی کوشش بھی کی ہے-

ژے چھے زُلفک تہ خالک غم مے چھُم معصوم عیالُک غم

بہ چھس مسکین ژٕ دَرباری بہ نو ذر عشقہ بیماری

جدس یُس مالیہ مٹہِ اوسُم وُنِس تامتھ نکھس میے چھُم

بہ کیا ہاوَ ے ژ ے دِلداری بہ نوذ، عشقہٕ بیماری

پکُن چھُم کارِ بیگارس برُن چھُم جنس سرکارس

یَیم وگرایہ باپاری بہ نوذر عشقہ بیماری

یَیم ییلہ راکھ فارسٹر دِلکھ نے کینہہ انیم رینجر

کرم وِڑ زیُن تہِ سرکاری بہ نوزر عشقہ بیماری

یمبرزل ژ پیتے مرہا بہ کُس تھاون گھرے بمبرو

امی غمہٕ ستی نندر چھمنہ یوان مے چانے لولرے بمبرو

نمازن کیُت تہِ میونے پان نیازن کیُت تہِ میونےُ پان

یوان ییلہ اور ماہ رمضان بہان میانے گھرے بومبرو

ونے کیاہ یارہ گم کم نارتی یتھ اوِس پانس

کرم ریتہٕ کالہِ اَفتابن وَندس منزٕ کانگرے بمبرو

''یہ اشعار آزاد صاحب نے عبدالرحیم اعمیٰ بانہالی کے اس شعر کی پیروڈی بنا کر لکھی گ ءہے۔

''بہار آو چاوہ چانے پھوج یمبرزل دِلبرے بومبرو''

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔آپ صرف محبوب کی زلفوں اور ناز و ادا کو دیکھتے ہو مجھے تو اپنے چھوٹے

چھوٹے بچوں کی فکر لگی ہوئی ہے۔ ہم غریب اور تم دربار کے اعلی پایہ پر مقیم ہو تو مجھے محبت کا غم کیسے ہو سکتا ہے۔ مجھے تو بچوں کا غم کھائے جا رہا ہے۔

2۔ میرے آباؤ اجداد کو زمین کا جو مالیہ دینا تھا وہ ابھی تک دے رہا ہوں- میں تم کو کیا بڑا پن دکھا سکتا ہوں۔ میں ابھی بھی غلامی کی زندگی جی رہا ہوں۔

3۔ مجھے تو ہر حال میں بیگاری پر جانا ہے اور جو اناج اُگایا ہے، وہ سرکار کے گودام میں بھرنا ہے کیونکہ جو کارندے اس پر مقرر رہے وہ ہر وقت اناج کو سرکار کو دینے کا تقاضہ کرتے رہتے ہیں- تو میں پیار کرنے کا بوجھ اپنے اوپر کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔

4۔ جب میرے گھر میں جنگلات کا گارڈ اور فارسٹر آئیں گے تو کچھ نہ کچھ ان لوگوں کو دینا ہی پڑے گا اگر نہیں دوں گا وہ رینج آفسر کو لا کر میرے بھید کا درخت بھی ضبط کر کے اس کو سرکاری بنا دیں گے۔

5۔ میں (یمبر زول) تمہاری عاشق تم پر فدا ہو جاتی مگر گھر میں کس کو رکھوں- وہاں کوئی بھی دیکھ بھال کرنے کو نہیں ہے اور اسی غم سے مجھے رات بھر نیند نہیں آتی اور تمہارے غم میں پریشان رہتی ہوں۔

6۔ نمازوں اور نازوں کے لے بھی میں ہی وقف ہو چکا ہوں

جب کہ ماہ رمضان (روزے) میرے ہی گھر میں آ کر بیٹھ جاتا ہے اور باقی لوگ اس سے بری رہتے ہیں -

7۔ میرے دوست کیا بتاؤں میرے جسم پر کیسے کیسے آبلے پڑے ہیں۔ جو گرمی میں سورج کی تپش سے اور سردیوں میں کانگڑی کی آگ سینکنے کی وجہ سے ہوئے ہیں۔

☆☆☆

مرزا عارف بیگ

میرزا غلام حسن بیگ نام اور عارف تخلص اختیار کیا ہوا تھا

عارف صاحب کشمیری ادب کے ایک درخشندہ ستارہ اور ایک تاریخ ساز شخصیت ہوگزرے ہیں۔

انہوں نے کشمیری ادب کی آبیاری کرنے میں ایک عظیم رول ادا کیا ہے۔

اسیرؔ کشتواڑی اپنی کتاب توازن میں لکھتے ہیں " کشمیری زبان میں لکھنے اور انجمن سازی کا سہرا مرحوم مرزا عارف بیگ کے سر جاتا ہے۔ جنہوں نے نامساعد حالت کا مقابلہ کر کے کشمیری زبان کے قلمکاروں اور ادیبوں کو سامنے لانے کے لیے ایک لمبی لڑائی لڑی۔ عارف صاحب رحمت حق ہوئے تو کشمیری ادب اور کشمیری ادب کا مرکز یتیم ہو گیا مگر انہوں نے جس اَدبی بیداری اور انجمن سازی کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ کسی صدقہ جاریہ سے کم نہ تھا۔

وہ ایک صاحب ایمان آدمی تھے سیدھے راستے پر چلنے والے مومن بلند نظر ذہین اور فطین فرد تھے۔"

وہ کشمیری ادب کے سپاہی کشمیری قوم کا بھلا چاہنے والا ادبی اور سماجی محرک، رہبر شاعر، ترجمہ کار، عالم فاضل، دانا و بینا اور کشمیر کے عظیم فرزند تھے۔ عارف

ایک تاریخ ساز شخصیت تھے جس کا نعم البدل ملنا مشکل ہے۔

مرزا عارف انت ناگ ضلع کے ایک متوسط گھرانے کا ڑی پورہ karipora (انت ناگ ٹاون) میں ۱۳۔ ستمبر ۱۹۱۱ عیسوی میں تولد ہوئے۔

ابتدائی تعلیم سرینگر میں حاصل کی پھر لاہور یونیورسٹی میں داخلہ لیا جہاں سے بی۔ ایس۔ سی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لے کر ایم ایس سی zoology میں ڈگری حاصل کی۔

بحیثیت لیکچرار ایس پی کالج سرینگر میں تعینات کئے گئے پھر محکمہ سری کلچر میں ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے پر تعینات ہوے، جہاں سے ڈائریکٹر کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے 1940 میں انہوں نے کشمیری کلچرل فورم قائم کی 1943 میں گلریز ماہنامہ رسالہ شائع کیا جو مسلسل دس سال تک برابر شائع ہوتا رہا۔

انہوں نے بہت سے شاعروں کو جو اردو میں لکھتے تھے کشمیری لکھنے کی طرف راغب کیا جن میں نادمؔ صاحب جیسا نامور شاعر بھی شامل ہے۔

عارف صاحب تقریباً تیس سالوں تک ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح افق پر براجمان رہے۔

بقول فاروق نازکی، عارف کشمیری زبان و ادب کا مجاہد تھا انہوں نے بہت سے ادیب جو اردو میں لکھے تھے کشمیری ادب کی طرف راغب کیے جن میں ناؔدم جیسا قلم کار بھی شامل ہے۔

اس قد آور شاعر نے بہت سا ادب لکھا اور کشمیری میں گیارہ کتابوں کا خالق بنا۔ انگریزی سے اس نے پانچ کتابوں کا ترجمہ کیا اور قرآن مقدس کا انگریزی میں ترجمہ بھی شامل ہے۔ اسے سرکاری اور نیم سرکاری بہت سے انعامات ملے، جن میں ساہتیہ اکیڈمی کا ایوارڈ بھی شامل ہے جو اسے لولہ ویژار کتاب پر دیا گیا۔

کشمیری زبان کا یہ قلم کار 2004 میں خالق حقیقی سے جاملا

اس بلند پایہ شاعر اور قلمکار نے جہاں بہت سا سنجیدہ ادب لکھا وہاں اس کے کلام میں مزاحیہ اشعار اور ادب بھی شامل ہیں۔ کچھ نمونے پیش ہیں۔

غریب ہیے موتہ بچہ سہلاب گالس
وَندے تراوِس بچارس تاپھ زالس
بچارس زَرِ چھُسیُ زچہ ہُند تہ مچہ ہُند
دوہا بنہِ ہیرِ بنہ سےُ زوٗل زالس

☆☆

جس خوجہ گوبلیک دِیار زپنتھ

پنڈت گنگایہِ سۄدُک نارزپنتھ

ونان اوس پیر گۄرس چھُی مبارک

دھرم وُنہِ زندونہِ دیندارزپنتھ

☆☆

پاپی تہ کاری پأنسہ وول

متجن کھوان زن خانہ مول

دَیہ چانہِ لیہِ مسکین گول

شو بیاہ تِمس دیُن پنگہِ تہ شول

☆☆

شراب خانس اَژِتھ اُکی بأنگی دِژ بانگ

شرابیاہ وتھ دُودَستی ترأونس ڈانگ

اکتھ کُن بے خودی منزاَمی تھوُن پان

دُپی ہنز کیازہِ لاتھ پیٹھ بڈ بانگ

(کشمیری میں ترجمہ)

1۔غریب آدمی کے پیچھے سب پریشانیاں پڑی رہتی ہے ہے سردیاں

چھوڑ دیتی ہیں تو گرمیوں میں وہ تڑپتا رہتا ہے اس کے پاس پیسہ نہیں ہے۔
ایک دن ایسا آئے گا اسے کچھ بھی نہیں ملے گا زندہ رہنے کے لئے۔

2۔خواجہ صاحب بلیک کے پیسوں سے حج کرنے کو گیا اور پنڈت سود کے پیسوں سے گنگا اشنان کو چل پڑا پیر صاحب پجاری سے فرما رہا ہے کہ دھرم ابھی مرا نہیں زندہ ہے۔

3۔پاپی اور چالاک لوگ پیسے والا بن گیا غریب اور نادار صرف خدا خدا کرتا رہا-اے خدایا اب تو رحم کر کچھ تو غریبوں کی بھی سن لے -

4۔شراب خانے میں داخل ہوتے ہی ایک اذان دینے والےنے اذان دینی شروع کی-ایک شرابی نے ڈنڈا اٹھا کر دے مارا اور اتنی لمبی اذان دینےپر سخت سرزش کی -

☆☆☆

رسول میر شاہ آبادی

انیسویں صدی کا ایک اعلیٰ پائے کا رومان پرور کشمیری شاعر ہو گذرا ہے۔ اسے کشمیری ادب کا جان کیٹس بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شاعر دوڑ و شاہ آباد کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوا اس کا تاریخ پیدائش اور وفات کا مصدقہ طور سے پتہ نہیں ملتا ہے۔ البتہ تواریخ دانوں نے اسکا تاریخ پیدایش 1840 عیسوی اور وصال کی تاریخ 1889 عیسوی بتایا ہے۔

یہ شاعر محمود گامی کے زمانے میں بھی رہا ہے مگر محمود گامی اس سے عمر میں بہت بڑا تھا۔ رسول میر اپنے گاؤں شاہ آباد کا نمبر دار رہا ہے اس نے کشمیری شاعری میں وہ تمام حربے اور فنکارانہ صلاحیت استعمال میں لائے جو اس کی شاعری کو چار چاند بنانے میں اہم ثابت ہوئے۔

رسول میر ایک رومانی شاعر تھا اس نے زیادہ تر رومانی شاعری کی طرف دھیان دیا ہے اور اپنے محبوب کو مختلف رنگوں اور زاویوں سے پیش کیا ہے۔ رومانی شاعری کے ساتھ ساتھ اس نے ظرافت اور مزاح کا دامن بھی نہیں چھوڑا حالانکہ نمبر دار ہونے کے ناطے وہ حکومت کا ایک اہم حصہ تھا۔ مگر اس

کے باوجود اس نے حاکموں پر طنز کے چوٹ کیئے اور عوام کے مسائل حکام بالا تک پہنچانے کی کوشش کی۔ وہ ایک نازنین کے عشق میں گرفتار ہوا۔ جس کا نام کونگ بتایا جاتا ہے۔ اس کے لیے رسل میر نے بلاواسطہ یا بالواسطہ اشعار کہہ کر اپنے پیار کا اظہار کیا ہے۔ یہ شاعر دوڑ و شاہ آباد (ویریناگ سے دو کلومیٹر دور) میں دفن ہے اور اکیڈمی نے اس کی تربت پر ایک لوح مزار لگا کر اس کی تربت کو مشخص کر دیا ہے. ظرافت کے نمونے دیکھیے:۔

یہ چھُ رُسُل میر شاہ آباد ڈورے
تمی چھُ تراومُت عشقۂ دوکان
ییہ وُ وعاشقو چیوٹورٹورے
مے چھُ مورے لل ون نار

☆

رُسُل چھُ زانن دین و مذہب رُوخ تہ زُلف چون
کوزانہِ کیا گو کفر تےٗ اسلام نِگارو
(کشمیری سے ترجمہ)

1۔ رسول میر یہ تو جانتا ہے کہ دین اور مذہب کیا ہے ہے وہ تو بس تمہارے رخ زیبا کا گرویدہ ہے اسے کفر کی کوئی پروا نہیں۔

2۔ یہ رسول میر ڈورو شاہ آباد میں بستا ہے اُس نے عشق کی شراب کی دکان ڈالی ہوئی ہے۔ اے عاشقو آؤ اور عشق کا شراب بے حساب پی لو اور عشق کی پیاس بجھاؤ۔

3۔ میں اپنے معشوق کا کہاں اور کب تک انتظار کروں گا میں رسل میر تو ویرناگ میں ہی رہتا ہوں میں وہیں ٹھہر کر انتظار کرتا رہوں گا۔

4۔ تمہارے ہونٹ تو مٹھاس کی ڈلی ہے۔ جو یاقوت اور موتی جیسے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک تو یہ لال سرخ ہیں دوسرا بہت ہی مزے دار ہے ان کو چکھنے دو۔ کیونکہ یہ تو صدا رہنے والے نہیں ہیں۔

☆☆☆

لالہ تانترے

لالہ تانترے حان یاربل کے رہنیوالے تھے۔ یہ شاعر 1911 میں پیدا ہوا تھا۔ کچھ اشعار پیش ہیں:۔

استہ پاٹھی ییلہ ژاو آب حاجن۔
آب ژمی لودنے گگرواجن
یارِبلہ نیونے گار گلوان
غلہ دار ہتھ گو آب روان
وٹھ پھٹر ہتھ متیاوژ ندر گیرس۔ پاکباز دوپنے پوت پھیرس
رئنی پور سنہم کنہ، نیون لتھ وان۔ غلہ دار ہتھ گو آب روان
(کشمیری سے ترجمہ)

آہستہ آہستہ جب سیلاب حاجن پہنچ گیا تو چوہے کے بلوں میں داخل ہو گیا۔ پھر کیا تھا سب مٹی بہا لے گیا غلہ دار (ذخیرہ اندوز) سب کا غلہ بہا کر لے گیا۔ اب وہ ایسا کام کرنے سے توبہ کرنے کا کہہ رہا ہے مگر تب تک اُسکا سارا غلہ بہہ گیا تھا۔

☆☆☆

دینا ناتھ نادم

دینا ناتھ نادم سرینگر خاص میں 1916 میں پیدا ہوئے-یہ ایک شاعر، ادیب نثر نگار اور اچھا ڈرامہ نگار تھا-اردو ہندی، انگریزی اور کشمیری زبان پر ان کو پورا عبور تھا -پروگراسیو رائٹرز ایسوسی ایشن کے ساتھ وابستہ تھا-اس نے بہت سے ڈرامے لکھے جن میں میں سفرتہ شہجار، ہیمال تہ ناگرای، شہل کل، بمبورتہ یمبر زول وغیرہ شامل ہیں- جو ادبی حلقوں میں اور عام لوگوں نے بہت پسند کیے ہیں-نادم صاحب کو ادبی خدمات کے لیے سوویت یونین کے ایوارڈ سے نوازا گیا اور شہل کل پر اس کو سرکردہ ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ سے نوازا گیا ہے-اس کی رغبت زیادہ ترنغمتہ ڈراما نگاری کی طرف تھی ان کو لکھ کر طنز اور مزاح بھی استعمال اور پیدا کرتا تھا -یہ ادیب 14 /اپریل 1988 عیسوی کو اس دنیا سے رخصت ہوا نمونہ کلام یوں ہے:-

بۄ ژھورا کھاوس وَتہِ پیٹھ پیومُت

آساوہرتھ ژھاران تریش

ہۄ ناا کھ آ ولمہ ناکورنس

پھُچہ مڑ بُتھ کھنجہ دِتُنس پھیش

ڈالا دِتھ نیون نالہِ اکس کُن

تریشہ ہِتس ما پھُٹہ اَز تریش

☆☆

(کشمیری سے ترجمہ)

1 ایک جوتا راستے میں پڑا ہوا اپنے لئے پانی ڈھونڈ رہا تھا ایک کتے نے اس کو آکر کھینچا دیر تک دیکھا اور پھر اسے چاٹنے لگا۔ آہستہ آہستہ ایک نالے کی طرف لے گیا، پھر اس کی پیاس بجھانے کے طور طریقے ڈھونڈنے لگا اور ایک چھوٹی نالی میں دھکیل دیا تا کہ اس کی پیاس بجھ جائے۔

☆☆☆

ارجن دیو مجبور

ارجن دیو مجبور 1924 عیسوی میں زینہ پورہ (پلوامہ) میں پیدا ہوئے۔ اولین تعلیم حاصل کر کے لاہور چلے گئے اور وہ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آریہ سماج کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ انھوں نے ہندی، انگریزی اور سنسکرت تینوں زبانوں میں پوسٹ گریجویشن تک تعلیم حاصل کی۔ انکے پسندیدہ شاعر کالی داس، نادم اور غالب تھے اور ان سب سے بہت حد تک متاثر تھے۔ انھوں نے تقریبا اکیس کتابیں لکھیں۔ ہندی اردو اور کشمیری ادب کی بہت آبیاری کی ہے۔ان کی کشمیری کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہیارجن دیو نے کشمیری ادب میں ایک اعلی مقام حاصل کر کے اپنا نام درخشندہ کیا ہے۔

کالی داس کی میگا دوتم کو انھوں نے کشمیری زبان میں ترجمہ کیا۔ان کی شاعری کا پہلا مجموعہ کلام مجؔبور کے نام سے 1983 عیسوی میں چھپا ہے۔ دشہ ہارنامی کتاب 1987 عیسوی میں وجود میں آئی۔ پدی سمیکی اور تیول دو کشمیری کتابیں بالترتیب 1993 اور 1995 عیسوی میں وجود پذیر ہوئی۔

نیل مت پران کا سنسکرت سے انہوں نے اردو میں ترجمہ کیا ہوا ہے۔

ارجن دیو مجبور کہانیاں بھی لکھتا تھا انہوں نے کلیات لالہ لکشمن چھپایا اور اجرا بھی کیا۔

اکیڈمی کے کہنے پر اس نے راز دان (ایک ادیب) کا مونو گراف بھی لکھا۔

ان کی اپنی غزلوں اور نظموں کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا جس کو کلکتہ پوا یٹس فاو؟ نڈیشن نے ایوارڈ سے نوازا۔

پدی سمیکی کتاب پران کو اکیڈمی کا ایوارڈ دیا گیا اور ہندی زبان کے لئے ان کو راشٹر بھاشا پرس کار عطا کیا گیا۔

یہ عظیم شاعر 2015 کو اس عالم فانی سے رخصت ہوا۔ سنجیدہ شاعری کے علاوہ اس نے ظرافت اور مزاح میں بھی اپنا کمال دکھایا ہے جس کا نمونہ درج ذیل درج کیا جا رہا ہے:۔

بزرگاہ اکھ کلامس منز سیٹھا طاق

چھُ ویژھ وان کتھ پننۍ زن اوس لل واکھ

سرُ پھُ جورا گندن لانس اکس أسی

ونے کیاہ لال کو تاہ اوس زوتان

نبس زن نار لو گمُت گاش شولان

دوٗپُم پنہٕ نِس دِلس جوٗرَتھ ژکراَز

سرُ پھ مارتھ ژھُنُکھ تھپہٕ لال نکھِ از

چھُ اتھ لالس سبٹھاہ قیمتھ بنکھ شاہ

چندس یَس پوٗنسہ آسی تس چھُ گج گاہ

سبٹھا ہمتھ کرتھ نزدیکھ ہیو گوس

وُچھُم اتہِ نی سرپُھ نیے لال گُنہِ اوس

وُچھُم اتہِ سیرِ کونداہ سان زوتن

یہ امہِ گُے ناراند پک اوس شولَن ۔۔۔ نظم (کتھِ ہُند انداز)

ایک بزرگ اپنے کلام کرنے میں بہت ماہر اور چالاک تھا ایک دن دوستوں سے یوں گویا ہوا کہ میں نے دو سانپوں کو آپس میں کھیلتے ہوئے دیکھا اور ان کے سامنے موتی پڑا ہوا تھا جو بہت چمکدار اور روشنی لیے ہوے تھا۔ میں نے سوچا کیوں نہ ان کو مار کر ان سے موتی چھین لوں اور اس پر قبضہ کروں۔ میں دنیا کا امیر ترین شخص بن جاوٗں گا۔

میں نے ہمت کر کے نزدیک جانے کی کوشش کی وہاں پہنچ کر کیا دیکھا نہ تو سانپ ہی تھے اور نہ کوئی موتی ہی تھا۔ ایک اینٹ کا بٹھا آگ سے تپ رہا تھا اور اسی سے سارا آس پاس روشن ہوا تھا۔ ☆☆

عبدالغنی پرواز

پرواز صاحب کا سنہ پیدائش اور وفات دستیاب نہ ہو سکا البتہ لڑی شاہ کی صورت میں اُسکا کچھ کلام حاصل ہوا۔ یہ شاعر لڑی شاہ لکھنے میں ماہر تھا نمونہ کلام یوں ہے:۔

السلام علیکُم لڑی شاہ آو۔۔ دٔ ہر ہِتھ اتھس کیتھ وارِ گن تھاوَ
خوش خبر بوزنتہ روزِی گراوَ۔ دہر ہِتھ اتھس کیتھ وارِ کن تھاو

(کشمیری سے ترجمہ)

السلام علیکم ساتھیو لڑی شاہ آ گیا۔ دہرا ہاتھ میں لے کر آیا تم پوری دھیان سے سنو کیا کہے گا خوشی کا سندیسہ لایا ہے اپنے کان میری طرف دھر لو۔

☆☆☆

غلام رسول نازکی

غلام رسول نازکی کشمیری ادب کا ایک بہت بڑا ستون تھا - وہ ایک ادیب، براڈ کاسٹر، شاعر اور ترجمہ کار بھی تھا - یہ شاعر بانڈی پور کشمیر کا رہنے والا تھا اور بانڈی پورہ سے ہجرت کر کے سرینگر میں رہائش پذیر ہوا تھا۔

یہ شاعر 14 مارچ 1910 کو بانڈی پورہ میں پیدا ہوا - اولین پڑھائی بانڈی پورہ میں حاصل کر کے اسلامک کالج سرینگر سے میٹرک کا امتحان پاس کیا - ریڈیو کشمیر سرینگر سے وابستہ ہو گیا اور براڈ کاسٹر کی حیثیت سے تعینات ہوا۔

نازکی صاحب کا زیادہ تر رجحان رباعیات کی طرف تھا اور اس صنف میں انہوں نے کمال حاصل کیا۔

انیس سو چوالیس 1944 عیسوی میں نوکری سے سبکدوش ہوئے - نازکی صاحب کو بہت سے ایوارڈ دئے گیے ہیں - ساہتیہ اکیڈمی دہلی نیا آواز دوست کتاب پر بیسٹ بک ایوارڈ سے نوازا ہے . انھوں نے بہت ادب لکھا اور ادبی حلقوں میں ایک اعلی مقام رکھتے تھے - ان کی کتابوں میں نمرود نامہ، کاو

ینہ وول، آواز دوست وغیرہ کتابیں شامل ہیں۔ سنجیدہ ادب کے ساتھ ساتھ کچھ ظرافت لیے ہوئیر باعیات بھی ترتیب دے ہیں اردو اور فارسی میں کافی عبور تھا۔ یہ عظیم شاعر 14 اپریل 1998 عیسوی کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

نمونہ کلام یوں ہے:۔

ونداہ شیناہ سماواراہ، حماماہ۔۔کونگاہ، ہر ساتہ نُونہ چایہ داماہ
علی شیخاہ، حسن صوفیاہ، شمیماہ۔رسُل میرُن تہ مہجوُرن کلاماہ

☆☆

کران چھُکھ تی یہ پانس خوش کران چھُی
سِتَم گر چھُک دوہے اوسے نہ بوزُن
مرُن اوس سہلی پانس تام ماچھُم
بہٕ مجبوری پیوان چھُم زندہ روزُن

☆☆

چھُ بالیس بوےٚ یارس یارزاگان
مُریدس پیر، پیرس دِیارزاگان
عوامس منتخب سرکارزاگان

اِکس دانس زِہتھ بیمار زاگان

☆☆

وچھُم پزِ کِن بڈ یوُمت نازکی صاب

اچھن تل چیز اَستھ چھُس گرِ ھان غاَب

مشُن ، راوُن تھکُن شانَن کشُن یُن

أکس بجرِس چھِ ، آسن ساسہِ بڈی عاب

☆☆☆

رحیم پُج تھوَ انس پیٹھ نبر چھان ۔ کرِ ہم نایڈ چھُ تمہِ سنز توُ روایان

زمانے گو پھرتھ سورُے پھرتھ گو ۔ دَپاں گاٹلِ ہلن بانن وُ کرٹھان

کشمیری سے ترجمہ

1 ۔ سردیوں کے موسم میں کیا ہونا چاہیے؟ حمام میں بیٹھ کر سماوار کی گرم گرم چائے ، کھانے کو ہرسا اور علی شیخ ، حسن صوفی یا شمیمہ کا گانا ہو تو پھر کیا چاہیے ۔

2 ۔ خدا سے شکوہ کرتے ہوئے آپ وہی کرتے ہیں جو خود کو اچھا لگتا ہے ہماری کہاں سنتے ہو ۔ مرنا تو آسان تھا مگر اپنے اختیار میں یہ بھی نہیں ہے ۔ مجبوری میں زندہ رہنا ہی پڑتا ہے ۔

3 ۔ بھائی اپنے بھائی کا دشمن بنا ہوا ہے ۔ پیر صاحب مریدوں سے پیسے

وصول کرنے کی فکر میں لگا ہے-عوام کے پیچھے سرکار پڑی ہے- ایک انار ہیا اور اسکے لیئے سو بیمار ہیں، جو اس کی طاق میں بیٹھے ہیں۔

4۔سچ ہے کہ نازکی صاحب اب بوڑھا ہو گیا ہے چیز سامنے رکھی ہوئی ہے تو یہ غائب ہو جاتی ہے-بھولنا، کھو جانا اور پیٹھ پر خارش ہونا سب بڑھاپے کی نشانیاں ہیں.

5۔رحیم قصائی نے اپنی دکان پر نبر ترکھان کو رکھا ہے-تو کریم نائی اس کا تیسہ چلاتا ہے-

5۔یہ سچ ہے زمانہ بدل گیا-دانا لوگ کہتے ہیں کہ ٹیڑھے میڑھے برتنوں کو اُلٹیڈ ھکن ہی راس آتے ہیں۔

6۔کہتے ہیں کہ گاؤں میں قادر صاحب آ گیا جیسے تمام گاو؟ں کا کوئی اہم آدمی آ گیا ہو-عورتوں نے اپنی انگوٹھیاں تک بیچ ڈالی اور مردوں نے اپنے قالین تک۔تا کہ قادر صاحب کو نذر و نیاز دے سکیں -گاو؟ں میں ایک مرغ بھی نہ رہا سب اس کے کھانے کے کام آ گے۔

7۔شوخی بگارنے میں کشمیری زبردست عالم ہے ہاتھ سے کمزور مگر باتوں سے بڑا تیز ہے۔حاکم بن کر میز کو بجاتا رہتا ہے اور ریڑے کو کھینچتے کھینچتے گل ریز گاتا رہتا ہے یہ اس کی خوبی ہے۔☆☆

بشیر احمد ڈار

بشیر احمد ڈار ان کا اصلی نام تھا اور قلمی نام بشیر اختر اختیار کیا ہوا تھا۔ بشیر صاحب کھریو کشمیر کے رہنے والے تھے۔ وہ زبردست افسانہ نگار اور نثر نگار تھے۔

اکاڈمی کے ساتھ وابستہ تھے۔ اور پبلیکیشن انچارج تھے۔ کشمیری زبان میں افسانوں پر مبنی کتابیں تحریر کی۔ شاعری بھی کرتے تھے اور اس میں ظرافت بھی استعمال میں لاتے تھے جہاں بھی بیٹھتے اپنی ظرافت کے اشعار سنا کر محفل میں رونق لاتے تھے۔ نمونہ کلام یوں حاضر ہے:۔

کُس مزہ چھُ یوان میتھِ مازس دَنہ کھین وارِس کیاہ

سُے زانہِ یُسے بُتھ زالتھ رَنہِ وَنہِ مودُس ہو

نوشہ کورن ونی ونی کن یُس کھیہ کھٹی روزیو

منز بازرسے ییلہِ وچھ نتھ نَنہِ دَنہِ مودُس ہو (پیروڈی بر نظم (چمن لعل چمن)

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔واہ واہ کیا مزہ آتا ہے۔ جب گوشت میں میتھی بھی شامل ہو۔اس کی قدر وہی جانتا ہے جس نے اپنے ہاتھ جلا جلا کر اسے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہو۔

2۔بہو بیٹیوں کو بول بول کر تھک گیا ہوں کہ ڈھنگ کے کپڑے لگاو؟۔ بازار میں جب بھی ان کو نیم برہنہ دیکھتا ہوں تو پریشان ہو جاتا ہوں۔

یہ شاعر 22 دسمبر 2008 عیسوی کو اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

☆☆

پروفیسر غلام نبی فراق

پروفیسر غلام نبی جنہوں نے اپنا قلمی نام فراق اختیار کیا ہوا تھا 15 جولائی 1927 عیسوی میں نوشہرہ سرینگر میں پیدا ہوئے۔

وہ ایک اعلیٰ شاعر زبردست ترجمہ نگار، نثر نگار، تنقید نگار اور ایک اعلیٰ پائے کا ماہر تعلیم تھا۔ انہوں نے مسلسل پچاس سال تک کشمیری ادب اور زبان کی بھرپور خدمت کی اور بہت سے طالب علموں کو پڑھایا۔

پروفیسر صاحب کشمیری ادب کے لیئے مضمون نگاری، کہانیاں، افسانے، نثر اور نظم لکھتے رہتے تھے۔ فراق اپنے شاگردوں کو اپنی مادری زبان کشمیری میں لکھنے کی ترغیب دیتے رہے۔ کشمیری زبان و ادب کو عام کرنے کے لیے اپنے شاگردوں کو تیار کیا جو آج بھی کشمیر کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں اور زبان و ادب کی آبیاری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

فراق صاحب نے خود بھی بہت سی انگریزی فرنچ، اردو، بنگالی، جرمن، گریک اور فارسی زبان سے نظم اور نثر کا کشمیری زبان میں ترجمہ کر کے اس زبان کو ایک اعلیٰ مقام تک پہنچانے میں بہت مدد کی۔ جس سے اس

زبان کی ترویج ہوئی اور کشمیری زبان کے لیے بہت فایدہ مند ثابت ہوئی۔

فراق صاحب نے بہت سا سنجیدہ ادب لکھا اور ساتھ ساتھ طنز و ظرافت کے ساتھ بھی شغل فرماتے رہے تھے جس سے لوگ بہت محظوظ ہوتے رہے۔اس کی بہت سی نظمین طنز وظرافت پر مبنی ہیں نمونہ کے لیے نظم کا بند حاضر ہے:۔

گگُرا کھ ژیرِ میخانس اندر گوو
وُچھن خاموش خلوق وان سوٗرے
ۂ چھن کھور دِژن بھر پور نظراہ
وُچھن وانس اندر شوبان سورے
أکس مَس مُلرِ نِش پیمانہ ڈیوٗٹھُن
ژ رِکس منز قطر کینہہ اتھ اس باتے
لوبُن زنہٕ لاس پیمانس اَندر ووتھ
پوتس پتھ چتھ ژھٕنِن یم قطر ساری
سپُد مدہوش بدمس کریکھ لایِن
مے نِش رُستُم چھُ اکھ مزکہ جوانا
پکِن برونہہ یَس مژھُن منز آسہِ طاقتھ

سہٕ کانہہ سہراب أسن کانہہ شہنشاہ

. اَچانکھ بیورأ کھ پیو اور واتتھ

تکرگن أسی تس أچھ آسہ ژُوتان

گیس کلہِ زبو ششس پھن پھاکھ سپدُس

یتھےٚ زَن بیورڈ یو نٹھُن زور شیران

مشتھ گوتَس گرم تقریر سوُرے

أچھن اَنہٕ گوٹ سپدُ تس دِل پریشان

وُنن بیارس ینا حض غوصہ سپدِ یو

یہ کینژ اھاوٗ ون مےٚ ناحق وون یہ تو ہیہ گُن

مے نا حض وون خبر کیا وون مے کیا وون

یہ ِ ناحض تُہی ہیو کینہہ تیز سونچُن

مے مانٕو حض غلامن ہُند غلاما ---- نظم (بیورڈیشتھ)

(کشمیری سے ترجمہ)

1 ۔ دیر گئے رات کو ایک چوہا شراب خانے میں داخل ہوا۔ آگے پیچھے نظر دوڑائی سب ٹھیک ٹھاک طریقے سے رکھا ہوا تھا۔ ایک شراب کا گلاس نظر آیا ،اس میں کچھ شراب کے قطرے پڑے ہوئے ملے۔ دفعتاً گلاس میں چھلانگ

لگائی اور وہ تمام کے تمام قطرے پی گیا بس پھر کیا تھا۔ دوسری دنیا میں پہنچ گیا۔ شراب کے گلاس کے اوپر چڑھ گیا اور مستی میں ڈھینگیں مارنے میں مست ہو گیا۔ زور سے چلانے لگا میرے نزدیک تو رستم پہلوان بھی کچھ نہیں ہے۔ کوئی آگے آئے جس نے طاقت آزمائی ہو کوئی سہراب بادشاہ ہو یا کوئی اور فرعون میرے سامنے اس کو لاؤ میں اس کو ٹھیک کر دوں گا۔ میرے جیسا دنیا میں ابھی تک پیدا نہیں ہوا ہے۔ اچانک کہیں سے ایک بلا لمبے لمبے کان اور چمکیلی آنکھوں لئے ہوئے نمودار ہوا۔ تو پھر کیا تھا چوہے نے جونہی بلے کو دیکھا، اس کی سب دھاک ختم ہوگئی۔ اس کا تمام نشہ اتر گیا۔ وہ بلے سے بولا آپ ناراض مت ہونا کہاں تم اور کہاں میں۔ آپ سے برابری کہاں کر سکتا ہوں۔

☆☆☆

غلام نبی پنڈت

غلام نبی پنڈت ۲۷ اپریل ۱۹۴۹عیسوی میں انت ناگ کے نائل گاؤں میں پیدا ہوئے ۔ یہ خوبصورت گاؤں لِدر دریا کے کنارے پر آباد ہے۔
دسویں پاس کر کے بحیثیت استاد کے تعینات ہوئے اور ترقی کرتے کرتے لیکچرر کی حثیت سے نوکری سے سبکدوش ہوئے۔
ان کا اصل نام غلام نبی ہے اور آتش تخلص اختیار کیا ہوا ہے یہ تخلص بقول ان کے انہیں اپنے استاد سے تفویض ہوا ہے۔
چھوٹی عمر میں پڑھنے کی طرف زیادہ راغب نہ تھا، مگر ایک پنڈت استاد نے اس کی بھر پور رہنمائی کی اور تن من سے پڑھائی کی طرف اس کو راغب کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دسویں جماعت کا امتحان اس نے اول پوزیشن میں پاس کیا۔
آتش صاحب استاد کیطور پر تعینات کیے گئے۔ ادب کے ساتھ بچپن ہی سے شغف تھا اور یہ بزم ادب کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ کشمیری لوگ شاعری کشمیری فوک لور کے ساتھ ان کی زیادہ وابستگی رہی اور اس صنف میں ایک

قابل استاد اور ادیب مانے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ کشمیری فوک گانے کشمیری فوک کہانیاں کشمیری فوک مثالیں وغیرہ جمع کر کے ان کو کتاب کی شکل میں ترتیب دیا جو کشمیری ادب کا ایک بہترین سرمایہ ہے۔

آتش صاحب کا کہنا ہے کہ فوک لور کسی قوم کی تاریخ اس کے رسم و رواج سوسائٹی کے کام اور روزگار، پیشہ اور باقی تاریخ جاننے میں مدد کرتی ہے۔فوک لور کا ایک ایک لفظ ایک سمندر کی طرح ہوتا ہے جس میں بہت سی کہانیاں اور راز چھپے رہتے ہیں۔

آتش صاحب نے بچوں کے ادب کی تاریخ بھی مرتب کی ہے اور بچوں کے ادب پر کتابیں لکھ کر ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ بھی حاصل کیا ہے۔

انہوں نے اگرچہ ہر کسی صنف پر طبع آزمائی کی ہے مگر کچھ لمحے انہوں نیہنسنے کھیلنے اور مزاحیہ ماحول پیدا کرنے میں بھی صرف کئے ہیں ایک نمونہ پیش ہے:۔

اکھ مُریدا ونان اُوس پیر صابس
چرس چھُم وَاریاہ کرسترِ عابس
دوپس پیرن پرُن گرِشہ خَتمِ ریشی

رُتےُ آسی لیکھتھ پڑھ تھاوُ غابس

☆☆

مَلَس پلہٕ ناوُ مُریدن خاب ژونئِ

دوپس تمؠ بۍ رٹاۍ گوٚمؠ رِکیت عاب

یتھےُ بیدار گو پھیو رُس وَچن اُچھ

وونن اَن یتےُ لیکن نفر غاب

کشمیری سے ترجمہ

1۔ایک مرید پیر صاحب کے پاس فریاد لے کر گیا پیر صاحب میرے پاس بہت سا چرس رکھا پڑا ہے مجھے میرے اس عیب پر پردہ رہنا چاہیے۔ پیر صاحب نےفرمایا کوئی پروانہیں تم حضرت ریشی صاحب کا ختم پڑھاو اللہ سب ٹھیک کرے گا اور آمدنی بھی اچھی ہو جائے گی۔

2۔پیر صاحب کو مرید نے چار آنے بطور تحفہ خواب میں دےُ۔ اس نے فرمایا یہ چار آنے میرے لیے نہایت کم ہے یہ کم ظرفی کی بات ہے کہ میں چار آنے تم سے لے لوں۔مگر جب پیر صاحب بیدار ہوا تو اسے افسوس ہوا کہ کاش چار آنے ہی لیے ہوتے۔ مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی مرید غایب ہو چکا تھا۔☆☆☆
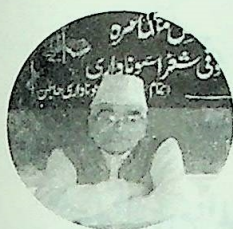
محمد احسن

محمد احسن صاحب حاجن کے پرے پورہ میں سرینگر میں 1930 عیسوی میں پیدا ہوئے۔

احسن تخلص اختیار کیا ہوا تھا- بنیادی تعلیم پرائمری سکول حاجن میں حاصل کر کے ایس پی کالج سرینگر سے گریجویشن مکمل کی- پھر کشمیر یونیورسٹی سے کشمیری زبان میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور محکمہ تعلیم میں بحثیت استاد کے تعینات ہوگیے۔

بہت سالوں تک محکمہ تعلیم میں کام کرنے کے بعد اکیڈمی آف آرٹ اینڈ کلچر کے ساتھ وابستہ ہوں گیے جہاں تیس سالوں تک مسلسل کام کرنے کے بعد نوکری سے سبکدوش ہوئے۔

اس کے بہت سے ادبی گوشے ہمارے سامنے آشکار ہیں - وہ ایک زبردست شاعر، تجربہ کار منیجر، ایک اچھا ترجمہ کار، ایک اچھا مزاح نگار اور نثر نگار تھا جس نے ہر طرح سے کشمیری ادب کو اپنے تخلیق سے مالا مال کیا۔

ادبی مرکز کمراز کا پہلا فاؤنڈر ممبر اور کارکن رہا ہے حلقہ ادب سونہ وار کا صدر بھی رہ چکے ہیں۔طنز اور ظرافت سے بھرپور اشعار پیدا کر کے لوگوں کے دلوں کو فرحت بخشا رہتا تھا۔

احسن صاحب ساہتیہ اکیڈمی کے کنوینر بھی بہت دیر تک رہے ہیں۔ 1998 عیسوی میں اِسے شرف کمراز کے ایوارڈ سے نوازا گیا۔ریٹائر ہونے کے بعد انہوں نے تقریباً بیس سالوں تک حاجنی میموریل سکول کی سرپرستی کی اور پرنسپل کی عہدے پر براجمان رہے۔

وہ ایک انسان دوست شخص تھے جو ہر وقت غریبوں کے کام آتے رہتے تھے۔ادبی شخصیات کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے اور ان کی بھرپور مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔کشمیری زبان کو وسعت دینے کے لیے ہمیشہ کام کرتے رہتے تھے یہ شاعر اس دُنیا 9/ستمبر 2017 کو چھوڑ کر چلے گئے۔

کچھ ظرافت بھرے اشعار پیش کیے جاتے ہیں:۔

سونچ لاگنِ ہر دسمبرأ وَ کھ
متہ رہتہِ کالے کرزس کراو
وند ماسس منزٕ ینہٕ پچھتاوَ کھ
ینہ ئند لانٕ تھاوَ کھ گراوَ

زوٲستھ ینہٕ ازمأوکھ

گُنہٕ وِزِ برتلہ ہار کھداوٕ

وٕمرَن پانس پاماتھاوَ کھ

زگتِس منزٕ منڈ چھاوَ کھ ناوَ

اَپیارس نش سِر ینہ باوَ کھ

مدوارس پٹھ کرِ ٹاوٹاو

وندسے منز سرِ ژھراوتھ تھاوَ کھ

منڈ چھاونہِ بلِ آمُت کاوَ

☆☆☆

1۔اپریل میں بوئی فصل ستمبر اکتوبر میں جمع کرو گے اور موسم بہار میں اس کو سینچتے رہو پھر سردیوں میں یہ نہ کہنا کہ میری فصل کو کیا ہوا۔

2۔طاقت ہو کر بھی کبھی مت آزمانا۔ کبھی یہ داو الٹا بھی پڑتا ہے اور پھر تمہیں ساری عمر پچھتاوا رہے گا۔

باتونی دوست کے سامنے کبھی اظہار مت کرنا۔ وہ ہر ایک کو سناتا رہے گا ۔اپنا بھید اپنے اندر بند رکھو کیا پتہ کس جگہ شرمندہ ہونا پڑے۔

☆☆☆

عبدالستار رنجور

عبدالستار جس نے اپنا تخلص رنجور رکھا ہوا تھا بارہ اکتوبر 1918 عیسوی میں شوپیان تحصیل کے کاریگام علاقے میں پیدا ہوئے- اپنی جوانی کے آغاز میں وہ لاہور چلے گیے، جہاں وہ مسلم لیگ کے ساتھ وابستہ ہوگے- وہاں سے آکر کمیونسٹ پارٹی کا دامن تھاما- اس نے الیکشن بھی لڑا مگر کامیاب نہ ہو سکے- وہ ایک انقلابی شاعر تھا اور 23 مارچ 1990 میں اس دنیا سے چلے گیے-

رنجور صاحب اپنے ادب اور خاص کر شعروں کے ذریعے لوگوں کی مشکلات کو برآمد کر کے ان کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہتے تھے کوئی بھی معاملہ اپنی ظرافت سے ڈھونڈ کر لاتے اور اسکو حل کرنے کی کوشش کرتے-

انہوں نے تقریباً پچاس کتابیں لکھ کر کشمیری ادب کو اپنی تخلیقات سے مالا مال کیا ہے- سٹیٹ اکیڈمی نے ان کو انعام سے بھی نوازا ہے اپنے کلام میں ہنسی کا عنصر پیدا کرنے میں ماہر تھے نمونہ کلام یوں ہے:-

راتس دوہس جور تھ جکھتھ چھےَ زٔڈ تہ میٹر کامنز

چھُکھ فاقہ پھُٹرتھ کانہِ تھودوَتھ میانہ، غریبو

نیوحیلہ ساز وُدوکھ باز و مال متاع چون

بنگلن چھُ گاہ رَتہ چانہِ تھودوتھ میانہِ غریبو

چھُکھ پانہ گمراہ ئلہٕ لوُدُتھ راہ کیازِ خدالیس

دوٗ پتھس ژٕے لیوکھ تھم لانہِ تھودوَتھ میانہِ غریبو

یوان چھُم جیریم بیر بٹھی وچھ وچھ

دیان چھُس گوژھ سوئٹر سمسار آسُن

پُرِتھ یم دب سنیر وُگنیار پرأٹتھ

یہ عالم گوژھ ہیوے ہموار آسُن

اِزِ یک رہبرتہ عربگی پرأنی رہزن

کمے چھکھ خصلتس منز فرق باسن

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔رات دن محنت کر کے تمہیں نہ تو روٹی میسر ہوتی ہے نہ ہی تن کو کپڑا،تم بیدار ہو جاؤ اور غریبی کا دامن ترک کر دو۔

2۔تم خود گمراہ ہو اور خدا سے گلہ کر رہے ہو تم نے یہی جان لیا کہ میری تقدیر میں یہی لکھا ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔

3۔ مجھے ان کھیتوں میں اونچ نیچ دیکھ کر ایک الجھن پیدا ہوتی ہے میں چاہتا ہوں کہ ایک کھلا میدان ہونا چاہیے جس میں کوئی کھائی نہ ہو میں ان کو بھر کر ایک جیسا دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ عالم ایک جیسا ہوتو کیا ہی اچھا ہوتا۔

4۔ اس دور کے یہاں کے رہبر اور عرب کے پرانے زمانے کے رہزن، ان میں مجھے تھوڑا ہی فرق لگتا ہے۔ لگ بھگ دونوں برابر ہیں۔

غلام علی مجبور

غلام علی نام اور مجبور تخلص اختیار کیا ہوا تھا- یہ شاعر زبردست مزاحیہ اداکار، ڈرامہ نگار، ریڈیو اور ٹیلی وژن اداکار تھا- سترہ دسمبر 1952 عیسوی میں حاجی گنڈ واتھوڑا کے ایک مہاگنی گھرانے میں پیدا ہوا۔ پیشے سے یہ ایک استاد تھے۔ اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویج سے وابستہ ہوئے -طلحہ جہاں گیر ایک اور آرٹسٹ کے ساتھ مل کر ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر وگرام کرتے رہے۔

ہنسانا ان کا کام تھا۔ اکثر لوگوں کے معاملات اور مشکلات بڑے اچھے اور طنزیہ یا ڈرامائی انداز میں سرکار تک پہنچا۔نے کا کام کرتے تھے اور ان کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

اُنکے پروگرام کشمیری ادبی تواریخ کا ایک اہم حصہ رہے ہیں اور کامیاب ترین پروگراموں میں گنے جاتے ہیں۔

لوگ ان کی اداکاری ان کے ڈائیلاگ ان کا مزاحیہ انداز بہت پسند کرتے آئے ہیں۔

یہ شاعر پچاس سال کی عمر میں اس دار فانی کو خیر باد کہہ گیا اس نے بہت سا

طنزیہ اور مزاحیہ ادب لکھا ہے - نمونے کے طور پر پیروڈی کے کچھ

اشعار رہبر تعلیم استاد کیلیے لکھے ہیں:-

صاحبو ستھ چھُم مےٚ چأنی وتھ مے ژَلنچ ہاوتم

کوت کال روزِ کرِ گل گرمےٚ وٚونی سکھراوتَم

رہبر تعلیم کور تھس رہبری کرتم ژِ وونی

کیاہ یوان از گل چھُ پنداہن بییہ پنداہ گنزراوتَم

فالناوِمی بوٚٹ کیتیاہ چیف آفس دۄری دۄری

زونہِ ہندی پأٹھی زۄن آفس پتہ مےٚ وتھ وونی ہاوتم

چھُھم درمُن آمُت مےٚ اُسس ہا کھ کھیہ کھیہ صاحبو

دُبنہِ ہی نل چھُس کھیوان وَونی گبہِ مازاہ کھیاوتَم

لائین مینن لاجنس داوس نال تراوس لالےٹین

فور مینس لگہ ہاناوس نال تراوس لالےٹین

☆☆

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔اے خدایا مجھے تیرا ہی بھروسہ ہے صرف بھاگنے کا راستہ دکھادے کتنی

دیر کرگل میں نوکری کروں گا اب گھر کا بھی (کشمیر) کی شکل دکھادے۔

2۔ رہبری کرنے کے لیے مجھے رہبر تعلیم بنایا پندرہ سو روپے میں کیا ہوتا ہے کم از کم پندرہ سو اور بڑھا دے۔

3۔ کتنے ہی بوٹ میں نے چیف ایجوکیشن افسر کے پاس دفتر جا جا کر گھسا دئیاب مہربانی کر کے زون آفس کا بھی پتہ دیں۔

4۔ میرے منہ کا ذائقہ سبزیاں کھا کھا کر خراب ہو گیا ہے۔ جنگلی سبزیاں کھاتا رہتا ہوں میرے اللہ اب کہیں سے بھیڑ کا گوشت بھی کھلا دے۔

5۔ بجلی کے لائن مین اور فورمین نے مجھے ایسا داو چلایا کہ بجلی ہوتی ہی نہیں اب میں نے بھی بجلی دیکھنے کے لیے لالٹین رکھا ہے۔

☆☆☆

نظام الدین شاہ مخدومی

نظام الدین شاہ مخدومی اس کا نام تھا- اور سحر تخلص کرتے تھے۔ ایک بزرگ عالم دین اور دیندار شخص سحرؔ ہندوارہ کے رہنے والے تھے۔ ان سے میری ملاقات ادبی انجمن اردو جموں کی ایک تقریب میں ہوئی جو جموں میں اکثر ہوتی رہتی ہے۔ اس کے بعد ہم مرزا رحمت اللہ بیگ بانھالی کے گھر پر ملتے رہے اور ہماری اچھی سیجان پہچان ہوئی۔

پیر نظام الدین 13 ستمبر 1948 کو تحصیل ہندواڑہ کے سکور گاو؟ں میں ہوئی تھی جہاں ان کے والد محترم پیر محمد یوسف شاہ ایک مقامی مسجد شریف میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے پھر ضلع بارہمولہ کے قصبہ سوپور میں آ کر سحر صاحب نے مقامی تعلیم حاصل کر کے 1988 عیسوی میں فارسی زبان مین ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور محکمہ تعلیم میں تعینات ہوئے جہاں ہیڈ ماسٹر کے عہدے پر پہنچ کر اپنے فرائض سے سبکدوش ہوئے۔

پیر نظام الدین انگریزی فارسی اور کشمیری زبانوں پر پوری دسترس رکھتے تھے۔ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے- ان کی ابھی تک دو کتابیں

ایک اردو میں اور ایک کشمیری میں شائع ہوئی ہے۔ ان کا نام
ندائے سحر اور صدائے سحر رکھا ہوا ہے جنکی تقریظ جناب اسیر کشتواری نے
تحریر کیا ہے۔

سنجیدہ اور مذہبی ادب کے ساتھ ساتھ سحر صاحب نے کہیں کہیں مزاج
بدلنے کے لیے ظرافت بھی تحریر کیا ہے نمونہ کلام درج یوں ہے:۔

چھُ لاگان بے کسن غم خوار رِشوت
چھُ ہُمر اوان دزوُن نار رِشوت
ژھوچن کامن لگان رہتہ وادیتھ کن
چھُ انز راوان ژیہن منز کار رشوت
سہ ُ گووتنگ سیٹھاہ ناداں حاکم
یمِس نے آسہِ آدن یار رشوت
پڑھو زنہ کانسہِ وَن پٹوار کیاہ گو
بڈِتھ بوٗلتھ وَنو پٹوار رشوت
پریذیڈنٹ گُنہِ چھُ گُنہِ سرپنچ چھُ بابو
اجن جاین چھُ چوکیدار رشوت

1۔ رشوت لوگوں کی غم خوار ہوتی ہے اور بڑی سے بڑی مشکل حل کر دیتا

ہے۔ جلتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کرتی ہے چھوٹے چھوٹے کاموں کو جہاں مہینوں کے حساب سے لگتے ہیں۔ وہاں منٹوں میں کام کرواتی ہے

2۔ جس کو رشوت کے ساتھ یارانہ نہ ہو وقت کا نادان حاکم کہلاتا ہے۔ کسی سے پوچھو کہ پٹواری کیا ہوتا ہے وہ رشوت کا سراپا ہوتا ہے۔ کہیں پریزیڈنٹ کہیں سرپنچ کی شکل میں ہے اور کہں چوکیدار کی صورت میں ملتا رہتا ہے۔

☆☆☆

ظریف احمد ظریف

ظریف احمد ظریف کشمیری ادیبوں اور ادب میں ایک
اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔

یہ ادیب مزاح، پروڈی اور باقی صنف میں اپنی بات بتانے اور منوانے
میں مشہور رہیں۔

ظریف احمد ایک شاعر ہونے کے علاوہ ایک ماحولیات کا رضا کار اور سوشل
کارکن بھی ہے۔ اس نے بہت سارا ادب لکھا ہے اور ظرافت نگاری کرنے
میں طاق ہے۔

اس شاعر کی پیدائش 17 اپریل 1943 عیسوی راجوری کدل سرینگر میں
ہوئی اس کے والد صاحب کا اسم گرامی غلام محی الدین شاہ تھا۔
ظریف صاحب نے اولین تعلیم راجوری کدل میں حاصل کی اور تعلم
حاصل کرنے کے بعد 1968 عیسوی میں محکمہ انفارمیشن میں بحثیت
سکرپٹ رائٹر کے بھرتی ہوے۔

وہ اس محکمہ میں بہت سے کلچرل پروگرام کرتے رہے جس سے اس کا ادب
کی طرف رجحان بڑھتا گیا۔ اس کی شاعری اور اس کا طنزیہ اور مزاحیہ شاعری

کا انداز لوگوں کی مشکلات اور پریشانیوں کا بہتر طور پر ان کا ازالہ کرنے کی کوشش بھی کرتے۔ یہ نظم اور نثر میں لکھتے ہیں۔ان کی ابھی تک سات کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔

چونچہ پوت کتاب پر اس کو ساہتیہ اکیڈمی کا ایوارڈ بھی ملا ہے کچھ کلام پیش کیا جاتا ہے:۔

کن تھاو بوز کھ خوش گرِی تارَن تارَن گرِی
کاشر چھُ پارِم مستری تارَن گری تارَن گری
شہری تہ گامی ہوشہ ڈلی ہم وتھ شہریم گام ژلی
کاون سپُد رنگ کوتری تارَن تارَن گرِی
موز ور بالن پٹھ کھسان اڈو تھی نمبلن منز پھسان
رانٹس چھَ وتیچ شاہ پری تارَن تارَن گرِی
تعلیم کژاہ تھز پرکھ دَپھ وق پٔنن ضایع کرکھ
پوت برچھَ فرنچ اینٹری تارَن تارَن گرِی
سُلہ راتہ ئے سلطانِ دَم ڈلہ موت گومُت یِتہ کوت گیٔم
کُرسی مےٚ نیہ نَم لوٹری تارَن تارَن گرِی
نرِمادِ کاسن بُمہ تہ مَس جنگل رچھن ونی چھٹی چھَ گس

از کالہ برونہہ کالس فرِی تارَن تارَن گرِی (تارن گری)

☆☆

اَلہ چونٹھ یَس چھُ ژٹمُت وقتن سہ کھونہِ رٹمُت
پزرُک سبق چھُ پرٛ ھمُت کلہِ زبو گرِ ھان دیکھو
کتھ وُنی یِی زان کارن تو ہیہ ونہِ بہ منز اشارن
ووٹ وان کاروبارن بڑی بڑی دوکان دیکھو
گُس تام پیٹھہ مے لارن کانہہ چھُم نہ فکرِ تارن
وو پرن اٹس بہ کھارن چھُس دُولہ پان دیکھو
ٹیوٹرعلِم چھُ ملہ وان لوٹری چھُ گونژِ گلہ وان
ہیٹر چھُ پان ڈلوان لورأوی وان دیکھو

☆☆

دین ودھرمس ٹھیکہ گو علمس تہ ادبس ایک دو
چاری وہراو، پراتی زیو راوی وقتن اینڈ کو
اہل قلمن اچھ درس میڈلن وظیفن گُن فقط
سُے ادب ییہ بارسس ییتھ راضی آسکھ ماسکو

☆☆

تگُن ترسیودے گوخام کارس
شعور کی پآز پرلۄسی واتہ نیارس
بخت بیدار گوجلوا کھ پیو
تجیا سونچی یہ کتھ سوچس بچارس

☆☆

خُداوندا اَونتھ ناگاہ یہ طوفان
کروناوٕ بہن کور عالم پریشان
کران مظلوم اَزگل آہ وزاری
چھِ ظالم زال وہراوتھِ ژوپاری
کٹھن منز قاداز تم پانہ گمتۍ
تمیے ظالم چھِ جایہ پتھرِ پیمتی
رلتھ مِلتھ چھِ ظالم اکھ اکس ستۍ
وطن دار بے وطن وچھ تک کرکھ کتۍ
ظُلم نو ورود یمہ وُی عالمس منز
تمیے ظالم کران ژھیپہ ژھپ گوپھن منز
کرکھ برباد تم آباد لُکھ اَسی

بجاہ آستھ دِواں تم سوکھ بیین اُسی

سزادیُن ظالمس آسان خُدا ئس

پیوان ماوُنہِ تہ تمِ ظالم چھِ پائس

جماہ کری کرتھو کھ بس شوروبارُو د

گرٔھان انسان یمہ سِتی نابود

(کشمیری سیترجمہ)

1 کان دھرو اور سنو آپ کو اچھا لگے گا کشمیر میں جو بھی ہے وہ سمجھو پنجاب کا مستری ہے شہر اور گاؤں کے لوگ پریشان ہیں۔

2۔شہر کے گاؤں کی طرف کوچ کر رہے ہیں اور گاؤں کے لوگ شہر کی طرف ایک افرا تفری کا عالم ہے۔

3۔کوؤں کا رنگ کبوتروں کے جیسا ہو گا ہے۔ مزدور بچارے پریشان ہیں۔عزت دار عورتوں کی قدر نہیں اور جنگلی عورتیں

(رانٹس) پری بنی بیٹھی ہیں۔

4۔آپ تعلیم کتنی ہی اچھی پڑھو وقت ضائع کرتے ہو کون کس کی سنتا ہے۔ یہاں بیک ڈور انٹری ہے۔تعلم پڑھ کر کیا کرو گے۔

5۔آجکل صرف جھوٹ چلتا ہے، سچ کا کہں نام ونشان ہی نہیں۔لوگوں کو

پریشانی ہے اور کاروبار ٹھپ پڑا ہے۔

6۔ہم نے علم کو بھی کاروبار بنایا ہے۔ٹیوشن والے لوٹ رہے ہیں اور اپنی مونچھوں کو تاؤ دے کر پیسے وصول کرر ہے ہیں۔

آج کل ہیٹر کا چال چلن ہے اور چولھے کو باہر پھنیک دیا گیا ہے۔

7۔خداوندا آپ نے طوفان لایا اور کرونا نے سب کچھ برباد کر دیا ۔مظلوم،ظلم سہتا جارہا ہے۔اور ظالم آج بھی اس ظلم سے پیچھے نہیں ہٹ رہے ہیں ۔اصل بات یہ ہے کہ اللہ ہمیں اپنے کرتوتوں کی سزا دینا چاہتا تھا اس لئے یہ بیماری شروع ہوگئی۔

نذیر جوش

نذیر جوش بڈگام کے رہنے والے ہیں۔ یہ کلاکار بچپن ہی سے تھیٹر کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ ریڈیو کشمیر اور دوردرشن کے ساتھ جڑا رہا اور اپنے فن کا کمال دکھاتا رہا۔

نذیر جوش بیک وقت شاعر، سکرپٹ رائٹر، ڈائریکٹر اور زبردست مزاحیہ اداکار ہے۔ اپنی اداکاری سے اسے کشمیری تھیٹر میں ایک اہم مقام حاصل ہوا ہے۔ یہ اشعار لکھتا ہے جس میں طنز و مزاح بھرا رہتا ہے۔ اس نے ابھی تک سترہ کتابیں تحریر کی ہیں، جن میں بچوں کا بھرپور ادب بھی شامل ہے۔

اس اداکار اور شاعر کو کشمیر کا چارلی چیپلن کا نام دیا گیا ہے یہ اپنے کئے ہوئے ڈرامہ کے کرداروں سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔

ان کرداروں میں جومہ جرمن، احدراز وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

کشمیر میں حالات اکثر خراب ہی رہے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ لوگ ہمیشہ سے سماجی اور دماغی پریشانوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان کے لیے ہنسنا اور

مزاح بہت ضروری ہے تا کہ لوگ کچھ لمحوں کے لئے پریشانیوں سے از بر ہو سکیں اور ان کا دماغی تناؤ بھی کم ہو سکے اس کے کلام کا نمونہ یہ ہے:۔

خرسندی اولادن کور ایم اے بی ٹی

پتہ ایم اے سی

تمہِ پتہ پی ایچ ڈِی

تمہ پتہ بی جے پی،

تمہِ پتہ پی ڈی پی تمہِ پتہ ۔۔۔۔نہ کہین

☆☆

نارس لو گمُت نارے نار

وِاوس پیومُت واوی واوٗ

آبس کھو تمُت اکھ سہلاب۔

شالہ کاک دودہا، ہومہِ لرِ پھیر

شالہ کاک ددی ہا یمہ لرِ پھیر

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔گدھے کے اولاد نے ایم اے بی ٹی تک تعلم حاصل کی پھر ایم اے سی کیا۔ پھر پی ایچ ڈی، پھر بی جے پی پھر پی ڈی پی اُس کے بعد۔۔۔ ہاہا

کچھ بھی نہیں۔

2۔آگ میں آگ لگی ہوئی ہے۔ہوا کو ہوا ہی لیڈ و بے گی۔دریا کے پانی کو سیلاب آ گیا ہے (شالہ کاک) غریب آدمی جل گیا ہے تو اس طرف کو لیٹ جاو۔اس طرف بھی آگ لگی ہے تو دوسری طرف کو لیٹ جاو۔

☆☆☆

پیر محمد ایوب شاہ

پیر محمد ایوب شاہ نام اور صابرؔ اپنا تخلص اختیا کیا ہوا ہے یہ کشمیری ادب کا ایک درخشندہ ستارہ ہے ایوب صاحب کلگام کے بوگام علاقے میں 20 اگست عیسوی 1938 میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کر کے محکمہ ایجوکیشن میں بھرتی ہوئیاور بانہال کے لامبر گاؤں میں تعینات کیے گیے جہاں خوش قسمتی سیان کا تیسری اور چوتھی جماعت کا طالب علم میں بھی رہا ہوں۔

ایوب صاحب تعلیم حاصل کرتا رہا اور ڈبل ایم اے کر کے بی ایڈ ڈبل آنرز تک تعلیم حاصل کی۔

محکمہ تعلیم میں چالیس سال تک اپنے فرائض ادا کرنے کے بعد محکمہ سے سبکدوش ہوئے اور اب آرام کی زندگی گزار رہے ہیں۔

ایوب صاحب نے ابھی تک سترہ کتابیں لکھی ہیں جن میں مزاح، ظرافت، پیروڈی اور مثنویاں بھی شامل ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی مثنویوں میں داستان شہران، کوکلی راز ہونز، داستان تقدیر، لل دید وغیرہ شامل ہیں۔

ایوب صاحب نے سٹیٹ اور نیشنل درجیے بہترین ایوارڈ بھی حاصل کیا ہے نیشنل ایوارڈ ان کو 2013 میں تفویض کیا گیا ہے۔

ایوب صابر کو کشمیری شاعروں میں ایک اعلی مقام حاصل ہے ۔اس کو مزاحیہ شاعروں کا استاد مانا جاتا ہے۔ ہمیشہ لوگوں کو ہنسانے اور خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔اس کے کلام میں لوگوں کی مشکلات اور مسلے چھپے رہتے ہیں جو طنزیہ اور مزاحیہ انداز میں احکام تک پہنچائے جاتے ہیں۔ان کو اپنی شاعری میں پیش کر کے حاکم بالا تک پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ان کے کلام کے کچھ نمونے یہاں پیش ہیں:۔

کھیمہ ہن دُنیا سخ چھُم کھراوٗ

اندی اندی گنڈ ہس قلایا

پتھ گو ییلہِ ون صحتی رَاو

ژھن تو ہس سارسے بلایا

☆☆

خوجس گرژھ صاف شوبہ وُن براند آسُن

زَمیندارس چھُ لازِم داند آسُن

شونگو ییلہِ بسترک چھُ سہلی

مگر تھوڑا بہت گرٛ ھ شاند آسُن

☆☆

بیون درائے ٚساری حمداہ پُر

دِلہ منز ساری شر درائے ٚمیئے

باژن یامت حصہ اَسہِ گُر

مول آوٗ علی لیس تہ موج آے میٚی

☆☆

کتھ کینہہ بوز یویم چھ جان یتہٕ چھُنہ جرمن تہِ اِنگلستان

خرچا گرٛھتن لچھ بدی ڈالر کرکٹ ِگندنس ناوچھےٚ بین

بالاجی گو بیسٹ بولر آفریدی گو سکسر مین

کرکٹ میچس تیلہِ گو مزہ ییلہ ِگندِ انڈیا تہ پاِکستان

کشمیری سے ترجمہ

1۔ مجھے بڑی تمنا ہے سب دنیا کو میں اپنی مٹھی میں لے لیتا اور اپنے بس میں کرتا پھر اسکے ارد گرد دیوار بنا لیتا۔ مگر جب میری صحت ہی نہ رہی تو سب کو بلا مارو دنیا لے کر کیا کروں گا۔

2۔ خواجہ صاحب کو بیٹھنے کے لیے صاف اور شفاف برآندہ ہونا چاہیے۔ زمیندار کے پاس بیل ہونا ضروری ہے۔

3۔ جب تُم سونے کے لیے تیار ہو جاو؟ اگر بستر نہ بھی ہو تو سرہانا تھوڑا بہت ضروری ہے۔

3۔ ہم سب اچھے سے الگ الگ ہو گئے۔ اور اللہ کا شکر ہے میرے جو ارمان تھے وہ سب پورے ہو گیے۔ جب ماں باپ کو بانٹنے کی باری آئی باپ علی کے حصے میں آیا اور ماں میرے حصے میں آئی۔

4۔ کچھ باتیں ایسی ہے جو اچھی ہیں۔ یہاں جرمن اور انگلستان کی باتیں نہیں ہو رہی ہیں۔ خرچ چاہے لاکھوں ڈالر ہی کیوں نہ ہوں، کرکٹ تو کھیلنا ہے اور اس میں مزہ تب ہی آتا ہے جب ہندوستان اور پاکستان کا آپس میں مقابلہ ہو۔

عبدالاحد بٹ

عبدالاحد بٹ لولاب وادی کے دردپورہ (کراالپور) علاقے کے باشندے ہیں۔ یہ پیشے سے استاد تھے اور ہیڈ ماسٹر کی حثییت سے ریٹائر ہو گئے۔

بٹ صاحب 20 مئی 1948 عیسوی کو پیدا ہوئے ہیں۔ اپنا تخلص حامی اختیار کیا ہوا ہے اور اسی نام سے اپنے شعر لکھتے ہیں۔ یہ شاعر خوش نویس اور خطاط بھی ہے۔ قران پاک کو اپنے خوش خط انداز میں لکھا ہے جو ایک بڑا کارنامہ ہے۔ ظرافت اور مزاح کے ساتھ بھی شغل کرتے ہیں نثر میں بھی لکھتے ہیں۔ ایک ہر دِل عزیز اُستاد ہیں۔ نمونہ کلام یوں ہے:۔

تاونس لوگ روپیہ وول بیہ تالہِ کنی دراو نارتس
میرٕ گیٚس نوٹن سہٕ گورٕ سواتہ سپُد خوارازٕ

☆☆

ووٹ منگان چھُس بو رٕچھان ریش تہ گوجان
ووٹرن ونان چھُس بو از درویش تہ گوجان

کشمیری سے ترجمہ

1۔ پیسے والا تباہ و برباد ہو گیا۔ تمام نوٹ مٹی میں مل گئے، کیونکہ جب نوٹ ہی بدل گئے۔ حجامت کے لئے پانچ پانچ سو روپے دیتا رہا اور اس طرح سے اپنے کو سجاتا گیا۔ اب خدا ہی بہتر جانتا ہے اس سے آگے شاید مٹی کے بنے ہوئے پیسے دیکھنے ہوں گے تب شاید کوئی غریب نہیں رہے گا۔

2۔ جب میں ووٹ لینے جاتا ہوں تو اسے اپنی بزرگی کا سوال دیتا ہوں اور اپنی بزرگی اور درویشی کا رعب جھاڑ کر ووٹ لے لیتا ہوں۔

3۔ جب بیٹا خوش بخت ہوتا ہے تب ہی بہو عینک لگا کر چولھے کے سامنے بیٹھتی ہے۔ امیری اُس میں نہیں کہ بہو ڈھیر سارا جہیز لے کر آئی۔ خوش قسمتی اور خوش بختی بہو کی قسمت اور وطیرے میں ہونی چاہے۔

4۔ تمہیں اب اپنا جیسا کوئی دِکھتا ہی نہیں۔ تم ہمیں ایسا ویسا مت سمجھو۔ یہاں کوئی جھونپڑی میں نہیں رہتا ہے۔ تم جھوٹ اتنا بڑھا بولتے ہو کہ سچ بے چارہ دب کر رہ جاتا ہے۔ میری ناک بھی اونچی ہے اور اسمیں سونے کے زیور لگے ہیں۔ یہاں کوئی جھونپڑی میں نہیں رہتا۔

☆☆☆☆

میر غلام رسول

میر غلام رسول کپورا کے علاقہ کرالہ پورہ میں رہائش پزیر ہیں۔ ان کی پیدائیش یکم مارچ انس سوسنتالس 1947 کو ہوئی ہے۔ محکمہ تعلیم میں اُستاد رہے ہیں۔ اس کی ابھی تک دس کتابیں وجود میں آئی ہے، جن میں ندائے درد، سنگرُک پاز، لولہ ون، کاروان خیال، عرق گولاب، زمزمہ ہدایت وغیرہ شامل ہیں۔ یہ ایک اچھے ادیب شاعر اور سوشل ورکر بھی ہیں۔ مزاح اور پیروڈی کی طرف اچھی خاصی رغبت ہے۔ کچھ اشعار یوں رقم کئے جاتے ہیں:۔

پرتھ گرچ مزاز مان متو

نوشہ سوم ہشہ یہ وُنے دان متیو

ہش یوٚ دنوشہ ونہِ زاہ تھدِ کتھ

نوش واتان چھیے پُلسہ وان متیو

تعمیر گرٕ ھاز اہ انسان لری

چھُ ورِ ہول دسیُل تے چھان متیو

وانس بیلہ پرزھنم مےٚ ونمکھ داہ پنداہ

گوژھ نہ کانہہ بڈ چاجہ زانُن اوس پراہ
موےٚ وٲلِن رنگ کران روٗدُس دوہے
ہِند روِتھ ون کاربس اوسُم یہوےٚ
ژیچھِن ورین کرتھ نوکری ہہا آس
بیہ دپان چھُس کیا یہ گوراتھے بہ زاس
یودونم کانہہ لوسہ وُن چھُے آفتاب
تس ونان چھُس میرا دکینہہ ٹیوٹھ جواب
نِیہ لاشہ بیار سانے مرِ منز لگر خُدایا
اِدکر یکہ نادستھن ٹل ہم تفر خُدایا
راتھ تارگیہ وَونی پتھ گُن ونہِ پھیُر لگان برابر
تُلمُت گرس چھ کوکرِ کوتاہ مژر خُدایا
پوت وانسہِ پہرداری آسم کرن مرِس میےٚ
کرہ کیا ژھوکان آیم چشمن نظر خُدایا
پنشن گرژھن مے جلدے روزُن گرِ بہتھ چھُم
روزِ یاتہ کانسہِ ستین شوٹھس ہشر خُدایا
افسوس زندگانی چھا کانسہِ سآرنیران

یود پوشہ وانس مشکِل ویتُرن کُبر خُدایا۔

کشمیری سے ترجمہ

1۔ ہر گھر میں من مانی لگی ہوئی ہے بہو نے ساس کا چولھا سنبھال لیا ہے۔ جب بھی ساس بہو سے کُچھ کہتی ہے بہو پولس تھانے پہنچ جاتی ہے۔ یہ انسانیت کا گھر کبھی بھی سیدھے طور تعمیر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اسکے کاریگر ہی ٹھیک نہیں ہیں۔

2۔ مجھ سے جب بھی مری عمر پوچھی گئی تو میں دس پندرہ سال کم ہی بتاتا ہوں کہ کوئی بوڑھا نہ کہے۔ میں اپنے بالوں کو ہر روز رنگتا ہوں اور صبح اٹھ کر یہی کام کرتا ہوں۔ چالیس سال تک نوکری کر کے آیا تب بھی میں سوچتا ہوں، کل کا بچہ ہوں اور اگر کوئی مجھ سے عمر کا سوال کرتا ہے اُسکے گلے پڑ جاتا ہوں

3۔ گیدڑ نے ہمارے ڈربے سے چار مرغ غایب کیے۔ بس پھر کیا تھا شور برپا ہوا اور مجھے اس کی نگرانی پر تعینات کیا گیا۔ اب تو میری نظر بھی کمزور ہے۔ میں کیا کرسکتا ہوں وہ کب آئے کب جائے گا۔

4۔ میں پنشن لے کر بیٹھا ہوں۔ دیکھے ساتھ کون دیتا ہے یہ دیکھنا باقی ہے۔ یہ زندگانی بھی کسی کا ساتھ نہیں دیتی اس پہ غرور کرنا عبث ہے۔

☆☆☆

محمد یوسف گلشن

محمد یوسف گلشن کولگام کے باشندے ہیں۔ یہ ایک ادیب، شاعر، ڈرامہ نگاراور سوشل ورکر ہے۔ سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے اور دور درشن سرینگر کشمیر کے ساتھ وابستہ ہے۔ مزاح، طنز، پیروڈی لکھنے میں مشہور ہے۔ ریڈیو کشمیراور دور درشن سرینگر سے اپنا مزاحیہ کلام اور پروگرام دکھاتے رہتے ہیں۔ اسکی ابھی تک چار کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ نمونہ کلام یوں ہے:۔

دَواتھانڈ چیتھ گوولۍ ژرلولہ نارس
گُنی مِس کال بہ دِمہابالہٕ یارس
تمِس فون یوان چھُم اِن کمنگ بنٛد
ژوکیومت چھِم مسیجہٕ ستۍ وونۍ دنٛد
موبائیل ہتھ اتھس کیتھ بہ پرارس
گُنی مِس کال دِمہ ہابالہٕ یارس
ژٕمۍ ژسنٛج تراومژٕ چھن ایس ٹی ڈی

مےٚ عشقس مکلیمژ ویل ڈی ئُی
ڈاون بیٹری مےٚ گمژ لوکہ چارس
کُنی مِس کال دمہ ہابالہ یارس

کشمیری سے ترجمہ

1۔دوائی کا ایک ڈھکن میری محبت کی گرمی کی شدت کو کم کردے گا۔اب میں اپنے معشوق کو مس کال کرسکتا ہوں۔ اس کیفون کی اِن کمنگ بند ہے، اس طرح سے میر یساتھ مسئلہ ہوگیا ہے میں اب یہ موبائل لے کر شام تک انتظار کروں گا۔

میرے محبوب نے اپنے حُسن کی ایس،ٹی ڈی ڈالی ہوئی ہے۔ ادھر سے میری عشق کی ویلیڈٹی ختم ہوگ ء ہے۔ میرے بچپن کی بیٹری ڈاون ہوگئی ہے صرف اب مِس کالوں سے کام چلا لوں گا۔

☆☆☆

غلام محی عاجزؔ

غلام محی الدین نام ہے اور تخلص عاجزؔ رکھا ہوا ہے۔

یہ ادیب واتھورا بڈگام کا رہنے والا ہے۔اس کا سنہ پیدائش 19 جون 1948 ہے. میٹرک تک تعلیم حاصلکرنے کے بعد خطاطی میں ڈپلوما حاصل کیا ہے۔عاجزؔ صاحب ایک سٹیج ایکٹر، ڈائیکٹر، ترجمہ کار، ادیب اور شاعر ہیں۔عاجز صاحب نے تقریباً آٹھ کتابیں لکھی ہیں۔ کچھ کتابیں جو ڈرامہ اور اسٹیج سے متعلق ہیں، تحریر کی ہیں۔عاجز صاحب ایک زبردست مزاحیہ اداکار ہے۔انہوں نے بہت سے ڈرامے لکھے ہیں، جس پر اُنکو بیسٹ ڈرامہ رائٹر، بسٹ ڈائریکٹر، لایف ٹایم اچیومنٹ ایوارڈ بھی تفویض ہوا ہے۔ اُنکی شاعری مٗیں اکثر طنز اور مزاح بھرا رہتا ہے جس سے لوگ ہنسنے پر مجبور ہوتے ہیں۔نمونہ کلام یوں ہے:۔

کھیتھ رِستہ روغن جوش زری نو پلا نازاوٗ\
اَسہِ کیٚت منگوٗ کھ ہا کھ سیوٗنےٚ کانسہِ ونےٚ نو\
منگہِ دُوہلہ ہچرس گراے دِتھ ہیر و فقط ژامن\
شامن وچھٗن گرٛھ انمہِ چونےٚ کانسہِ ونےٚ نو\
صبح و شام یُس عاشق متھتھ گرٛھِ بُتھس زاوِل بور

تس شوبہِ بُمن دَرۆت دِنُے کانسہِ ونے نو

وچھُ راجہ مہاریننی تاج دِتھ پوز لاج نہ اکھ دأنی

کأژی دپان چھِس رۆز بیونے کانسہِ ونے نَو

گرِ گرِ بہ ژھاران ژونگ چھُنی لرِہ مے تاریکی

انہِ گٹہِ شو بیاہ فیس ہیونُے کانسہ ونُے نو

کشمیری سے ترجمہ:۔

1۔(لیڈر سے) خود تو تم نے رستہ کباب اور پلاؤ منگا کر کھایا اور ہمارے لئے کرٹم کا بے مزہ ساگ منگایا یہ تو حد ہوگئی۔

2۔نخرہ باز ہیرو دِن کو کمر ہلا ہلا کر اچھے کھانا کھاتا ہے اور رات کو جب اپنی جیب سے کھانا پڑتا ہے تو چاولوں کا پانی پیتا ہے۔

3۔جو ہیرو بناو سنگھار کر کے اور پوڈر کا لیپ کرتا ہے اسے اپنے ابرو بھی صاف کرنے چاہیے۔

4۔گھر میں دلہن آئی اور بڑی شرم سے بٹھائی گئی۔جیسے کچھ جانتی ہی نہیں ۔رات کٹی تو دوسرے دن شرم غائیب اور دن کو ہی خاوند کو لے کر الگ ہوگئی۔

5۔رات گیے تک اندھیرا چھایا رہتا ہے پھر بھی بجلی والے فیس لیتے ہیں جو اچھی بات نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆
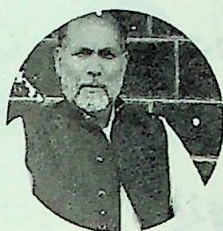
عمر مخمور

محمد عمران کا نام ہے اور مخمور تخلص رکھتے ہیں۔ کپوارہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کا سنہ پیدائش یکم مارچ 1954 عیسوی ہے۔ امر گڑھ کپوارہ انکے آبائی گاوں کا نام ہے۔ ادب کے ساتھ بہت دلچسپی ہے۔ اس کی کتاب حاری ثاتھ کشمیری میں منظر عام پر آئی ہے یوں تو سنجیدہ شاعری کے ساتھ ساتھ مزاحیہ شاعری سے بھی دلچسپی ہے نمونہ کلام یوں ہے:۔

گرٛھی ہوٗل کوٗل تہ لاگُن گزا الیکشن واتہِ کرنے رز
یُسے گریز تہ والے ازسہٕ گواسہِ یار کاشر پاٹھی

سبدن سادَن یمن چارین تران چھا فکر زانہہ کارین
کران رزِ گنڈ چھِ نکہ وارین یوان ییلہ وار کاشر پاٹھی

چھُ ہُتہ کاشر چھُ یہ تہِ کاشر مگر لاچار کاشر پاٹھی
چھُ پھور مُت کاشرس کاشُر کران باپار کاشر پاٹھی

☆☆

کشمیری سے ترجمہ

1۔ جب تر لے کام غلط ہوں گے تو تمہیں اس کا حساب دینا پڑے گا۔

جب الیکشن آتا ہے تمہیں گھر سے رسی باندھ کر ووٹ ڈالنے کے لئے لایا جاتا ہے جو ہمیں بے عزت کرے گا وہی ہمارا آج کا دوست ہے۔ ان سیدھے سادھے بیچاروں کو سیاست کہاں سمجھ میں آتی ہے جو نہی ان سے کوئی کام نکالنا ہو اِن کو باندھ کر کام لیلیا جاتا ہے۔

کشمیری ہی اپنے کشمیریوں کو ٹکر جاتا ہے وہی اس کا استحصال کرتا ہے وہ اس کو بیچ کے کھاتا ہے۔

☆☆
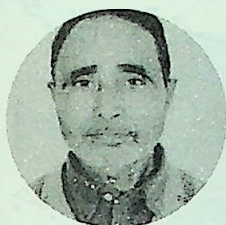
محمد سلطان ڈار

محمد سلطان ڈار بچھارہ (انت ناگ) کے رہنے والے ہیں۔ پیشے سے استاد تھے اور محکمہ ایجوکیشن سے زونل ایجوکیشن آفیسر کی حثیت سے ریٹائر ہو گئے۔ ڈبل ایم،اے بی ایڈ تک تعلم حاصل کی ہوئی ہے۔ سلطان اپنا تخلص رکھا ہے۔

سلطان صاحب 1951 عیسوی میں بچھارا (کاندر پورہ) میں ایک اچھے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلم حاصل کرنے کے بعد اُستاد کی حثییت سے تعینات ہوئے۔ بہت اچھے ادب نواز ہیں اور ادب کی آبیاری کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ابھی تک دو کتابیں اپنی شاعری کلام کی لکھی ہیں۔ ان کے کلام میں سنجیدہ پن کے علاوہ طنز و مزاح بھی ملتا ہے اور طنز و مزاح کو بہت پسند کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اس سے اپنا دل بھی خوش ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی کچھ لمحوں کے لئے خوش کیا جاسکتا ہے نمونہ کلام یوں ہے:۔

لُگن گرِتھہِ ناگوارے توتہ کیاہ گو

وتھتھ دِیہ تن مےٚ مارِ توتہِ کیاہ گو

گرٛھان سحرن سُلے اِستاد چھُس نا

بہ زنہ چھُس سوٗد خارے توتہِ کیاہ گو

بہ آوس ناج کرتھ چھُس حاۓج صابا

مے زنہ اَسی چرسہ دیارے توتہِ کیاہ گو

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔لوگوں کو میری بھلی بات کہنا نا گوار ہی کیوں نہ گذری تب بھی کیا ہوا۔ اگر مجھے آکر ماریں گے بھی تب بھی میں اپنی بات کہنے سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

میں صبح سحری کو ہی نماز کے لیے چل پڑتا ہوں اگر سود خوار ہوں تو کیا ہوا۔ اور میں حج کر کے بھی آیا ہوں چاہے میں نے چرس بیچ کر ہی پیسے کیوں نہ کمائیہوں مگر حاجی صاحب تو کہلایا۔

☆☆☆

عبدالرحمان ٹھوکر

عبدالرحمان ٹھوکر ایک بلند حوصلہ کشمیری شاعر ہے۔ طنز و مزاح اور ظرافت کہتا رہتا ہے۔ واحد کشمیری اپنا تخلص رکھا ہوا ہے۔ اصلی نام عبدالرحمٰن ٹھوکر ہے اور والد صاحب کا نام غلام نبی ٹھوکر ہے۔ 1978 عیسوی میں ڈوروشاہ آباد میں پیدا ہوا۔ اس کی ابھی تک ایک کتاب ونہ شج منظر عام پر آئی ہے۔ اردو میں بھی شاعری کرتے ہیں۔ یہ رسول میر محمود گامی بزم ادب کا ایک بنیادی ممبر ہے۔ اور مراز ادبی سنگم کا بھی ایک اہم ممبر اور سرکردہ ورکر بھی ہے۔

یہ شاعر طنز اور ظرافت لکھنے میں ماہر ہے۔ اور سنجیدہ شاعری بھی اردو اور کشمیری میں لکھتا ہے نمونہ کلام یوں ہے:۔

یاں تہِ گرژھ شار باوُن نتہ گوئلہِ

سخنوری ہُند طاقت ہاوُن نتہ گوئلہِ

رَنہِ ہُند دور رژالُن کیُت گرژھ ژیڈ آسن

نخقے، پھکے بُتھ نہناون نتہ گوئلہِ

صبحائے صبحائے یاں گڑھ کھیون بھرپور غذا

نونہ چایاپتھ ڈاکُر تراون نتہ گوئلی

ہجن سطرن ولتھ کج کتھ وئنۍ چھُم

گنڈتھ پرُلونچہ تھاومت ستھ پننۍ چھُم

مسیحا چھُس نہ مرہم کربہ زخمن

بہ چھُس شاعر مے زخمن زیوانۍ چھُم (کشمیری سے ترجمہ)

1۔شاعری لکھو اچھے سیاور صیح لکھو۔ورنہ فضول اپنی سخنوری کی طاقت

نہیں دکھانی چاہے۔

2۔بیوی کی جدائی، برداشت کرنے کے لئے بڑا سادل چاہے۔ورنہ منہ لٹکا

کرر کھنا یہ تو دکھاوا ہے۔

3۔صبح صبح ہی نون چائے پی کر یہ کہنا کہ میں نے بہت کچھ کھایا ہے۔بھرپور

غذا کھانا چاہے۔ورنہ خالی چائے سے کیا ہوگا۔

میں نے آڑی ٹیرھی سطروں ہیں اپنی بات کہنی ہے اپنی بات سختی سے بتا کر

اچھے کی امید رکھی ہوئی ہے۔میں شاعر ہوں میں نے زخموں سے بولنا ہے

کیونکہ میں مسیحا نہیں ہوں کہ زخموں کا مداوا کرسکوں۔

☆☆☆
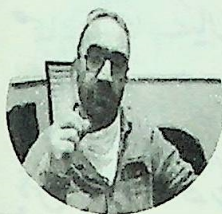
طلحہ جہانگیر

طلحہ جہانگیر رحمانی کو طنز اور مزاح کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ یہ ادیب بانڈی پورہ کا رہنے والا ہے۔ ابتدائی تعلم ایس پی کالج سرینگر میں حاصل کی جہاں سے بی اے کی ڈگری حاصل کر کے فارغ ہوئے۔

رفیق مسعودی صاحب نے اس کو ریڈیو کشمیر سرینگر میں تعینات کرایا۔ یہاں آکر اس نے زعفران زار کے نام سے ایک مزاحیہ پروگرام تقریباً بیس سال تک کیا جو لوگوں کی غذا بن گیا تھا۔ اور بہت ہی مشہور ہوا۔

اس کے ساتھ ایک اور شاعر اور مزاح نگار علی محمد مجبور ہوا کرتا تھا۔ جو اس کا ساتھی زعفران زار میں ہوتا تھا۔ وہ اب فوت ہو چکے ہیں۔ مزاح اور طنز تو جہانگیر کے خون میں شامل ہے۔ طلحہ جہانگیر اور شجاعت بخاری نے سحر بین اور سحری پروگرام تقریباً تین سال تک اکٹھے چلایا۔ شجاعت صاحب اب مرحوم ہو چکے ہیں۔ دونوں بڑے ہی ذہین اور خوش پسند اشخاص ہیں۔ طلحہ جہانگیر نے عبدالاحد نادم کا ایک مونوگراف بھی ساہتیہ اکیڈمی کی ایما پر لکھا

ہے۔ کلام کا نمونہ یوں ہے:۔

ے برازیل کوچس دوگُتھ ہا کھ کاشُر

یمن اوس شکھ زِ سہ مأچھُ بیا کھ کاشُرُ

ے کم ءکم ءتُج مژکنی چھَ یِہ اَتھس منز

یہ کیا گُس گس لایہ یہ کنی اتھن منز

یتھ شہرس گو کنہ شہراہ

یتہ چھ وسان پرتھ جایہ ون کنیہ

1۔ برازیل کوچ Coach کو خوب مارا پیٹا گیا۔ آرمی والوں نے سمجھا کہ یہ بھی کوئی کشمیری ہے 2007. کی بات ہے کہ برازیل فٹبال ٹیم کا کوچ مارکوسی آرمی والوں نے پکڑا اور اسکی خوب مار کٹائی کی۔ پھر جب اصلیت سامنے آئی تو معافی مانگی۔ مگر تب تک اس کا برا حال ہو گیا تھا جواب بھی اُسکو یاد ہوگا۔

2۔ کس کس نے پتھر ہاتھ میں اُٹھایا ہے کیا پتہ کون کس کو پتھر مارے گا۔ اس شہر کو اب پتھروں کا شہر کہا جا سکتا ہے جہاں ہر مکان اور دوکان پر سے پتھر برستے رہتے ہیں۔

☆☆☆

سجاد انقلابی

سجاد انقلابی شوپیاں کا رہنے والا ہے یہ حقیقت میں ایک انقلابی شاعر ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ انقلابی شاعری کرتا رہتا ہے۔ اس نے اپنا تخلص انقلابی رکھا ہوا ہے۔ سماج کے مسلوں کو سامنے لاکر ایک اپنے ہی شاعرانہ اور مزاحیہ انداز میں حل کروانے کی کوشش کرتا رہتا ہے -نمونہ کلام یوں ہے:۔

پڑھ سُے سبق ولہ پھِر ورق یِ لیو کھُت چھُکھ تِ پرن

اکہِ دوہ زیو کھ بییہ دوہ مرکھون کاشراہ ون کیاہ کرکھ

اپز یور یاسن سیل گوپز یور پرتھ کانہہ فیل گو

یُس دین دپن سُے جیل گوون کاشراہ ون کیاہ کرکھ

دودھ ہاوہس کنڈ ژار نے ژولہ ہک اگر پتہ لارنے

مینگہ ہاوہس تیلہ مارنے ون کاشراہ ون کیا کرکھ

وتہِ پٹھ رٹنے نرِ باوہس کتہِ کیاہ چھ ءگرِ ہاوہس

یِ راز چھُی تِ باوہس ون کاشراہ ون کیا کرکھ

☆☆☆

کشمیری سے ترجمہ

1۔ تم نے جو لکھا ہے وہی تم کو پڑھنا ہے اور وہی سب تم کو ورقوں میں ملے گا
ایک دن تم نے جنم لینا ہے تو دوسرے ہی دن تُم کو مرنا ہے اے کشمیری قوم
تمہاری قسمت میں یہی لکھا ہے۔ یہاں جھوٹے کا کاروبار خوب چلتا ہے اور
سچا بیچارہ فیل ہو جاتا ہے اسے نقصان اٹھاتا پڑتا ہے۔

2۔ یہاں جس نے دین کی بات کی وہ جیل میں چلا جائے گا۔ تو اے
کشمیری قوم تُم کیا کرو گے؟ اگر تم کسی کو دودھ بھی پیش کرو گے وہ اُس میں بھی
کانٹے ڈھونڈے گا اگر تم بھاگ جاو گے تو تمہارے پیچھے پڑیں گے اگر تُم
غصہ کرو گے تو تمہاری موت اٹل ہے ان حالات میں تم کیا کر سکتے ہو۔

☆☆☆

حاجی عبدالعزیز

حاجی عبدالعزیز ہیری پورہ کپواراہ کے رہنے والے ہیں
-ان کا تخلص مستانہ ہے اور اسی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ بچپن سے ہی ادب کے ساتھ دلچسپی ہے اور ادب نواز دوستوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔
17 جنوری 1944 کو ہیری پورہ کپوارہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے
-ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد محکمہ ایجوکیشن میں تعینات ہوے۔ ترقی کرتے کرتے ہیڈ ماسٹر کے عہدے سے ریٹائر ہوگیے۔ بیاض مستانہ کے نام سے اپنی بیاض شائع کی ہے جس میں طنز و ظرافت کے اعلی نمونے رقم کیے گئے ہیں کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں:۔

صبحے گرِ دراس وَلتھ دامن تامتھ گو ہڑتال
خالی اَتھ آس واپس شامن تامتھ گو ہڑتال
مسماۃ فضہ وُن تس لسہٕ کاکس سوٗتھ انہٕ زم تلِے داار
تم کورانکار پتہ بوز گامن تامتھ گو ہڑتال

☆☆☆

ہابا یہ یتہِ پیو سارے تاوَن ۔۔۔ یتہِ گومُت سارسے لاک ڈاوَن

یتہٖ ماسورُے کینہہ مَشراون ۔۔۔ یتہِ گومُت سارسیلاک ڈاوَن

آورسپد یوسورُے دُنیاہ ۔۔۔ کس آسہ پے یتہٖ کیاچھُ سپدان

سارسے یتہِ گوسونتس شراوُن ۔۔۔ یتہِ گومُت سارسے لاک ڈاوَن

نایاب یتہِ گوکھین چوٚن سوریٔ ۔۔۔ پرتھ کانہہ یتہِ از حالِ حاران

آسان ہیے ماچھُ مشراون ۔۔۔ یتہِ گومُت سارسے لاک ڈاوَن

مے چھُم نیچوس کرُن کھاندر ڈکھس کانہہٕ یار آسُن گوژھ

سہٕ گوژھ خرچُن سورُے پنہ نُے تتھو ے دِلدار آسُن گوژھ

مے لرِتل سو رمتہ اُسی تَن بہ کرہا یڑ برتھ خرچا

بہ کرہا رشتہ دارن سال میہ پرژھنس وار گوژھ آسُن

بہ کرہا وازہ وانا تیُتھ تہ گرہا ڈیر گوشتابن

بہ کیانہ گرہا تھس زنمبری کارڈ آسُن گوژھ

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔ صبح سویرے سویرے گھر سے کام کو نکلا بس ہڑتال کا اعلان ہو گیا شام کو خالی ہاتھ لے کر یہاں گھر میں داخل ہوا پھر میرا کیا حال ہوا مت پوچھو۔

2۔فضہ بی بی خاتون نے غلام رسول کو تلے دار سوٹ بازار سے لانے کو کہا تھا اس نے انکار کیا اور سب گاؤں والوں کو پتہ چل گیا پھر کیا تھا ایک کہرام مچ گیا۔

3۔یہ کیا ہو گیا حضرت ہر طرف لاک ڈاون لگا دیا گیا ہے یہاں سب کچھ بھول گیا ہے تمام لوگ چھپے ہیں کسی کو پتہ نہیں کہاں کیا ہو رہا ہے۔ یہاں بہار میں ہی اندھیرا چھا گیا ہے۔سب لوگ پریشان حال ہے کیا کر رہے کرونا میں کیا کیا جاسکتا ہے۔

4۔میں نے اپنے لڑکے کی شادی رچانی ہے۔کوئی ایسا دوست مل جائے جو سارا خرچہ میرے بدلے کرتا۔ میں سب رشتہ داروں اور دوستوں کو بلاتا اور ان کو کھانا کھلاتا مگر خرچہ دوسرا کرے تو مزہ ہے یا تو میرے پاس دونمبری دولت ہوتی پھر کام بن سکتا ہے۔میں ایسا واز ہوان بناتا اور گوشتابوں کا ڈیر کرتا مگر ہاتھ میں دونمبری کا رڈ ہونا چاہیے۔

☆☆☆

عبدالغنی اطہر

عبدالغنی نام ہے اور اطہر تخلص اختیار کیا ہوا ہے- یہ ادیب کپوارہ کے رہنے والے ہیں- ایک بہترین شاعر ادیب، اعلی درجہ کے نثر نگار اور افسانہ نگار ہیں اطہر صاحب کا سن پیدائش 15 اکتوبر 1948 ہے-

اطہر صاحب نے ابھی تک اکیس کتابیں تحریر کی ہیں جن سے کشمیری ادب اور لٹریچر میں بے حد اضافہ ہوا ہے- انگریزی پولٹیکل سائنس اور کشمیری میں ایم اے تک تعلیم حاصل کر کے محکمہ تعلیم میں اُستاد کی حثیت سے تعینات ہوئے- جہاں چالیس سال تک ایمانداری سے کام کرتے رہے اور سینیر لیکچرر کی حیثیت سے ریٹایر ہو گیے-

یہ ادیب انگریزی، اردو اور کشمیری میں لکھتے ہیں- اِنکی کتابوں کی فہرست بہت لمبی ہے پتھ ونِکہ پوش، کپوارہ دی کراون آف کشمیر، ویدراہی کے کہانیوں کا کشمیری ترجمہ، مقالات اطہر، تفسیر قران پاک وغیرہ کتابیں اِنہوں نے تحریر کی ہیں-

ان کو کلچرا کیڈمی جموں کشمیر کے علاوہ ساہیتہ اکیڈمی بھی سے بھی انعامات

تفویض کیے گئے ہیں- 2012 عیسوی میں ویدراہی کی کتاب کا ترجمہ کرنے پر ساہیتہ اکیڈمی کا ایوارڈ ملا ہے- اکثر مزاح اور پیروڈی لکھنے میں ماہر ہیں اور عام لوگوں اور بچوں کو ہنساتے رہتے ہیں کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

چوکہ بلہِ کُس جبارڈارس کُس تصرُف گومُت چھُس
توس کھوٗلُن جمال ڈارس بال پرارس عشہ مقام
کیاچھُ گومُت تس گلہ کھارس کھارکاریٖ منسوٗن
تارچاران ووٗنی چھُ ستارس بال پرارس عشہ مقام

☆☆

جل یِوٗ ریکھنا ہِن لادَن تے سرہووندے پادَن
گنڈ کتھ اسمان تیل بالن تے الُو کھیہ مازن
وازن کھوتمُت چھُی کاڑن تے سرہووندے پادَن
ہِزخس محکم چھنہ لاگم تے پنٹھ مآری اِصرافن
خاندان وہریومُت ٹانکن تے سرہووندے پادَن
ٹیسٹ ٹیوب بچہ ہُندیتہِ بابن تے ماجہ ہُند دیُت آپن
روپیہ کھلہ رچہ بڈی صحبن تے سرہووندے پادَن

☆☆

کشمیری سے ترجمہ

1۔چوک بل کچبارڈار کو کیا ہوا ہے کہ جمعدار کوستاتا رہتا ہے- اور دیکھونا گُلہ کھار نے اپنا کاروبار چھوڑ سیتار رباب بجانا شروع کیا سب الٹا پلٹ ہو رہا ہے-

2۔تیل اور پیاز کی قیمت آسمان کو چھو رہی ہے اور اب تو واز وان بنانا بھی مشکل ہو گیا دوسری مصیبت ہے کہ وازہ تو پیاز کے بغیر پکانا مانتا ہی نہیں-میرے دوست نے یہاں ٹیسٹ ٹیوب بچہ لا کر کسی کو بیچ دیا اور اس نے اس کام کے لئے بھی پیسے کمائے واہ کیا زمانہ آ گیا-

☆☆☆

رشید کانسپوری

رشید کانسپوری بارہمولہ ڈسٹرکٹ کے کانس پورہ گاؤں میں حاجی عبدالرحمان کے گھر پیدا ہوئے۔ یہ دِن 30 مارچ 1955 کا تھا۔ انکا گھرانہ قدیم زمانے سیھی ایک زمیندار گھرانہ رہا ہے۔ ابتدائی تعلیم کانسپورہ کے پرائمری سکول میں حاصِل کی اور پھر کالج میں داخلہ لیا۔ کالج میں ادبی سرگرمیوں کے ساتھ وابستہ ہوگیے۔ اور کالج میگزین کے ساتھ منسلک رہے۔ 1977 سے لیکر 1982 عیسوی تک ریڈیو کشمیر کے یووانی سروس میں حصہ لیتے رہے اور کشمیری شیراز اور کشمیر عظمیٰ اخبار میں چھپتے رہے۔

گریجویشن کرنے کے بعد محکمہ ریونیو میں پٹواری تعینات ہوئے اور کچھ سال وہاں کام کرنے کے بعد نوکری چھوڑ دی۔ پھر محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر کی حیثیت سے بھرتی ہوئے۔ ڈی ایس پی کے عہدے تک ترقی پا کر نوکری سے سبکدوش ہوئے۔ نوکری کے دوران بھی رشید صاحب ادب کے ساتھ منسلک رہے اور مختلف اخباروں اور میگزینوں کی زینت بنے رہے۔ اس کی بہت سی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ رشید صاحب نے بچوں کے ادب کے

ساتھ زیادہ دھیان دیا ہے اس کی کتاب گل تہ بلبل کو ساہتیہ اکیڈمی کا ایوارڈ بھی ملا ہوا ہے۔ اسکے علاوہ انکو بہت سے ایوارڈ اور انعامات بھی مختلف تنظیموں سے ملے ہیں۔ جن میں خلعت مہجور، خلعت شیخ العالم، بیسٹ ٹرانسلیشن ایوارڈ فاضل کشمیری ایوارڈ وغیرہ تفویض ہوئیہیں۔

رشید صاحب دائرہ ادب دلنہ کے بنیادی ممبر ہیں اور آج کل اس کے صدر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں - رشید صاحب نے بہت سے کشمیری کتابوں کا انگریزی اور انگریزی کتابوں کا کشمیری، اردو اور پہاڑی میں بھی ترجمہ کیا ہوا ہے۔ رشید صاحب سنجیدہ ادب کے ساتھ ساتھ مزاح اور ظرافت بھی لکھتے ہیں۔ جس سے ہمارے مزاحیہ ادب میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے کچھ نمونے یوں پیش کیے جا رہے ہیں:۔ (کشمیری سے ترجمہ)

وچھ کم عظمتن افسر بنووس۔۔۔۔۔ رسوٗخن، رشوتن افسر بنووس

جوان زیرک دانارٕ دتت تھے۔۔ بہ بلکل قسمتن افسر بنووس

☆

بے کاری ہستی ئ یلہِ آس تنگ

اچھ مُچھ ٹِو تھےٗ ےَ تہِ کرمنگ

ادہ! خُدا اصابُن حمد اپور

ہنگہ منگہ سوزنَم تالوٹنگ

☆☆

اصلس ییٖلہٕ کورہیرا پھیراسہٕ کرترقی اس گیہٕ شیر
پایہ پایہ اٗسی تہٕ یتہٕ ٹاپس وأتی انگریزن نیہ پراٹتھ ہیر
نقلی ہیرو ییلہ گو بود حیات اخلاق سپد یوزیر
سوٗتس منزیلہ وا یکھ داندا کی ژٹ وتھ بییہ ژٹ بیر
مفتگ مالا وافراوس نٕرِ زیٹھو وکھیوا کھا کھ سیر
یام رشید دراو وتھ گیہ بنداسہٕ کور چیزن اندرڈیر

☆☆

1۔میں کس عظمت والے کی سفارش سے افسر بنا ہوں سچ تو یہ ہے کہ میں رشوت اور اپنی چالاکی سے افسر بنا ہوں اور غریب جہاں تھے وہیں رہے مجھے میری قسمت نے افسر بنایا ہے۔

2۔بیکاری سے جب میں تنگ آ گیا تو میں نے آنکھیں بند کر کے مانگنا شروع کیا بس پھر کیا تھا، مجھے انکھین بند کر کے سب کچھ مل گیا۔

3۔ہم تو ایک دوسرے کا حق کھانے میں لگے ہوئے ہیں ہیں جب بیل لے کر زمین پر چل پڑے ایک کا پانی کاٹا دوسری کی منڈھیر کاٹ ڈالی ایک

دوسرے کے پیچھے پڑے ہیں۔

4۔ مفت کا راشن کھا کھا کر ہم کبھی سیر نہیں ہوئے۔ جب میری باری آئی تو ڈیلر بولا رشید صاحب راشن ختم ہو گیا۔

☆☆☆

منظور حسین میر

بارہمولہ سے بارہ کلومیٹر دور ایک گاؤں دِلنہ ہے جس میں منظور احمد رہائش پذیر ہیں۔ ان کا گھرانہ ایک اچھا اور بارسوخ گھرانہ رہا ہے۔ اسی گھرانے میں منظور صاحب کا جنم 25 مارچ 1958 کو ہوا ہے۔ منظور ہی نام اور منظور تخلص اختیار کیا ہوا ہے۔

ان کے والد کا نام محمد حسین میر ہے۔ منظور احمد کی ابتدائی تعلیم دِلنہ سکول میں حاصل کر کے ڈگری کالج بارہمولا سے گریجویشن حاصل کی۔ گریجویشن کرنے کے بعد محکمہ اینمل ہسبنڈری میں تعینات ہوئے اور اسسٹنٹ ویٹرنری آفیسر کی حیثیت سے ریٹائر ہو گئے۔ ادب کے ساتھ ان کی دلچسپی سکول کے وقت سے ہی رہی ہے زیادہ تر سنجیدہ ادب اور نثر لکھتے رہے ہیں۔ ان کی ابھی تک چار کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جن میں اچھی اور جدید شاعری کے نمونے ملتے ہیں، اس کے علاوہ مزاح بھی لکھا ہے جس کا نمونہ یہاں درج کیا جا رہا ہے:۔

ساسہ ہتہِ کانگرِ ژنہ سپر بایو۔۔اَئی یتہِ ترِ ووٕنی أسی زِیرِ بایو

انو کتہِ تپنہٕ باپتھ نار بایو۔۔۔أئی یتہِ ترِ ووٕنی أسی زیرِ بایو

منگان حض داج چھیٔ یتہِ کورِ مالن ۔۔ پیوان سونہ سۆٹھ سوزن گبر مالین
ہیوان چھِ داجہ رنگی تم کار آخر ۔۔۔ انو کتہِ تپنہ باپتھ نار آخر
کران منظور سارن کُن اشارہ ۔۔۔ کریو اِنصاف اسہ پیٹھ وونی خُدارا
چھُ دُنیا فان گژھِ سمسار آخر ۔۔۔۔ انو کتہِ تپنہ باپتھ نار آخر

☆

شیچھ یامت سنز بوز زِ مالیُن گمژ چھ جان
اشکال دِلس پیوم تہ گوشوٹھ پریشان

☆☆

ٹُلے یتہِ درجنے گٹہ کار آخر
وانہ والو کھال أسی بردار آخر
چھُ بازر کتھ کران ءستی آسمانس
دواں ہاوتھ درو جر رفتار زمانس
کرکھ حض سرو جر سے یتہِ لار آخر
وانہ والو کھال أسی بردار آخر

(کشمیری سے ترجمہ)

1 ۔ ہمیں تو ایک ہزار میں کانگڑی اور کوئیلے لینے پڑتے ہیں سردی سے

ہمارا برا حال ہے اور اس نے بہت تنگ کیا ہوا ہے۔

2۔ یہاں لڑکی والوں کو داج بھی دینا پڑتا ہے، اور دولہے والوں کو سوٹ بھی دینے پڑتے ہیں۔ داج کے بہانے کار بھی لیتے ہیں۔ کہاں سے لائیں اُنکی گانگڑی کے لیے آگ۔ منظور تمام لوگوں سے اشارہ کرتا ہے، ہم پر خدا راہ انصاف کرو دنیا آخر فانی ہے لہٰذا رحم کرو لڑکی والوں پر۔

2۔ یہاں کی باتیں چھوڑ و یہاں مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے دوکان والوں نے ہماری چمڑی اُدھیڑ دی ہے۔ تمام گاجر سبزی تک کے بھاو چڑھ گئے ہیں اب جینا مشکل ہو گیا ہے۔

☆☆☆

محمد حسین بٹ

محمد حسین بٹ پیشے سے یونانی ڈاکٹر ہیں۔ غازی آباد تحصیل یاری پور کولگام میں رہتے ہیں۔ ان کا ادب کے ساتھ گہرا لگاو ؟ ہے۔ ان کے والد کا اسم گرامی محمد رفیق ہے وہ خود بھی ایک عظیم شاعر اور مصنف رہے ہیں۔ انہوں نے شش رنگ مثنوی عرفان وجود، ویور، تحفہ رفیق، صدائے سحر کتابیں لکھی ہیں۔ قرآن پاک کا بھی انہوں نے کشمیری میں ترجمہ کیا ہے جس کو چھپانے کی تیاری ہو رہی ہے۔ اس طرح سیڈاکٹر صاحب کو ادب وراثت میں ملا ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب زیادہ تر مزاحیہ ادب ہی لکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنا تخلص شیدا رکھا ہوا ہے اور اسی نام سے شعر کہتے ہیں ایک کتاب "صحراون منز سبزارچ کل" شایع کی ہے جس میں بہت سا طنزیہ ادب شامل ہے۔

سانی لیڈر ریی ونان اتھ کیا کرو\
گُلستانس بوستان اتھ کیا کرو\
کانہہ نہ پوشان تس پہلوانس مگر\
زَنہِ چھُ تس گردن مُران اتھ کیا کرو

تال تس ناپان سُے شاعر بنان

عشقہ نیالیس یُس سنان اتھ کیا کرو

ے زنگ لوگ کستاں مکانس اسہ کیا

ساری پانس پانس اَسہ کیا

پانہ چھُ آدم زُئی چھس رانٹس

تھر چھس تانس تانس اَسہ کیا

ژون ٹر بازن منزیم پوز وون

سُے چھُکھ بورمت گانس اَسہ کیا

☆☆

چھُم کران گرہ واتھی بکواس ہو

ہے تھے ناچھُم وتھان تلواس ہو

وائے سُردی چھا گمژ یژاہ خراب

ژاسہِ ٹوکھ میونے چھُ باسان ٹاس ہیو

☆☆☆

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔ ہمارے لیڈر گلستان کو بوستان اور بوستان کو گلستان کہتے ہیں ہیں ان کا

یہی وطیرہ رہا ہے

2۔کوئی اس پہلوان کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر گھر میں اس کی بیوی پہلوان کی گردن مڑوڑتی ہے وہاں اسکا بس نہیں چلتا ہے۔

3۔جس کا سر سوچ سوچ کے گنجا ہو جاتا ہے وہی شاعر بن سکتا ہے، اور یہ عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

4۔کوئی مکان جل رہا ہے تو ہمیں کیا تمام لوگ اپنے کام سے کام رکھے ہوئے تو ہمیں کیا۔ خود وہ اچھا آدمی ہے مگر اُسکی بیوی خدا نجات دے۔گھر پہنچ کر بکواس شروع ہو جاتا ہے یوں ہی میں پاگل نہیں ہوا

☆☆☆

مظفر حسین دلبر

مظفر حسین دِلبر کشمیر کے ایک جانے پہچانے مزاحیہ شاعر ہیں۔ انکی پیدائش 7/اپریل 1981 عیسوی میں کاندر پورہ بجبہارہ میں ہوئی۔ پیشے سے تجارت کرتے ہیں مگر خاص کر کشمیری ادب سے بہت دِلچسپی ہے۔

ابھی تک اُنکی دو کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ جن میں اوپ ژوپ اور بولہ باش دونوں بچوں کے لیے لکھی گئی ہیں۔

نمونہ کلام دیکھیے :۔

؎ یتہِ چھُ چلان سوروے ژورِ ژور ہے جناب
کتھ نہ کیا کیا بنان ژورِ ژورِ ہے جناب
بُڑہ دوان ڈای گلن ہے بہ کیا ونے
بُجہ تِمن چھِی لمان ژورِ ژورِ ہے جناب

☆☆

لچھس کرفان ژے پتھ مول مرِ نَم
بہ ہے دِمہ جان ژیۓ پتہ مول مرِ نم

بہ ہے چھُس شیو کر کر کریم متھی متھی
سجاوان پان ژیے پتھ مول مری نَم
کرن غائبٕ سہٕ یُس اسہِ دون منزٕ س ییہ
بہ ہے بنہ ڈان ژے پتہ مول، مرٕ نم

☆☆

چانہِ باپتھ ژور کرے ڈارلنگ
لوکہ نی چندن پھر ہے بے ڈارلنگ
یوٗ دنہ ژمیانی بنأ کیھ یاد تھاوٗ
کھیمہ گگر دواتہ مرے بہ ڈارلنگ

(کشمیری سے ترجمہ)

یہاں سب کُچھ چلتا ہے مگر چوری چوری سے (یعنی اندر اندر سے) کس چیز کو کیا نہیں بن سکتا مگر اندر اندر سے۔

2۔ تیرے لیے ایک لاکھ کو ایک منٹ میں خرچ کر دوں گا مجھے میرے باپ کی قسم وہی مر جائے میں سچ کہتا ہوں۔

میں تمہارے اوپر جان نچھاور کروں گا مجھے باپ کی قسم۔

میں صفائی کر کر کے اور کریم مَل مَل کر خود کو سجا تا رہتا ہوں صرف تیرے

لیے مجھے باپ کی قسم ہے۔

3۔ تیرے لیے میں چوری کروں گا اے ڈارلنگ ۔ میں ڈان بھی بنوں گا صرف تیرے لیے اے ڈارلنگ۔

☆☆☆

راجیش رینہ

لڈی شاہ ہمارے فوک لور کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس میں شاعر وہ تمام مسلے اور باتیں سر عام لاتے ہیں جو عام طور پر لوگوں کے ساتھ وابستہ رہتی ہیں۔ یہ صنف کشمیری ادب میں بہت مشہور ہے۔ اور ہر زمانے میں اسکی قدر رہی ہے۔ اس صنف میں شاعر نظم کی صورت میں اپنے خیالات پیش کرتے ہیں۔ بہت سے شاعر نظموں کو لکھ کر ان کو پھر لڈی شاہ کی صورت اور شبیہ دیتے ہیں۔ راجیش رینہ ایسے ہی ایک شاعر اور قلمکار ہیں جو اس صنف کو بڑھاوا دینے میں مشغول ہیں۔

یہ شاعر اننت ناگ کے قصبے میں یکم اکتوبر 1970 عیسوی کو پیدا ہوئے۔ اور وہیں سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آج کل حیدر آباد میں رہائش پذیر ہیں اکثر اُنکا لڈی شاہ پروگرام ای ٹی وی سے نشر ہوتا ہے۔ یہ پروگرام ہر اتھوار کو شام اردو خبروں کے بعد ہی نشر ہوتا ہے۔ شری راجندر تِکو جو میڈیا سے جڑے ہیں اور ایک سوشل ورکر بھی ہیں اس پروگرام کو اپنی میٹھی آواز میں مزاحیہ رنگ میں سُناتے ہیں۔ کُچھ نمونے پیش خدمت ہیں:۔

لڈی شاہ سام ہیۂ حالاتن ۔ کیاہ گوگیر کری سہلابن
لیڈر روأ گر دِنی سٹیٹمنٹ ۔ دروُگ فروشن پھالاوِتھ پھن

☆☆

بیہ کینہہ شعر بوزیو
گرم گوافواہن ہند بازار بدلیو چھُٹین ہُند کلینڈر
دون دوہن چھُٹین گُرکھ بائی ۔ اکھ یوم شہدا تر واہ جولائی
بیہ شیخ صابُن پانژ دسمبر بدلیو چھُٹین ہُند کلینڈر
یوم الحاقس دِژکھ ترجیح ۔ امہِ رِکس حقس منز جمیکہ ساری
چھُٹی روز شتو واکتوبر ۔ بدلیو چھُٹین ہُند کلینڈر

☆☆☆

(کشمیری سے ترجمہ)

لڈی شاہ حالاتوں کو جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ سہلاب نے بہت ہی پریشان کر دیا۔ لیڈر صرف سٹیٹ منٹ دے رہیہیں اور ہر سامان مہنگا کر دیا گیا ہے۔

گرم افواہ کا بازار شروع ہوا ہے کہتے ہیں کی چھٹیوں کا کلینڈر بدل گیا ہے۔
دو چھٹیون کو خیر باد کر دیا گیا ایک یوم شہدا اور دوسرا تیرہ جولائی ۔ ☆☆

اظہار مُبشّر

مبشر احمد شاہ نام اور اظہار تخلص اختیار کیا ہوا ہے۔

یہ شاعر وگہاما بجبہارا میں رہتا ہے جو کہ ضلع انت ناگ کا ایک حصہ ہے اور کھنہ بل سے دو کلو میٹر دور ہے۔ اظہار مبشر نے اپنی پہلی تعلیم بجبہارا ہائی اسکول سے حاصل کی اور پھر انت ناگ کالج میں داخلہ لیا اور یہاں سے گریجویشن حاصل کی۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے اس نے کشمیر یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ریاضی میں ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ اس وقت وہ ہائر سیکنڈری بجبہارا میں ریاضی کے لیکچرر ہیں۔ مبشر صاحب بچپن سے ہی ادب سے دلچسپی رکھتے تھے اور اس وقت مرز ادبی سنگم کے جنرل سیکرٹری کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اس نے ابھی تک ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں مزاح اور طنز کا بہت سا نمونہ ہے۔ نمونہ کلام:۔

یژ کال دِل اوس گومُت شاد صجائے تس پیو مالن یاد

بیہ ووتھ گرِ از فاٹن واد کتھ اس مٹھمژ بیہ پیہ یاد

ریتی یلہِ واژم فونچ بل۔ بیہ پھُٹ شوٹھس ہٹہ مُٹہ دِل

زیٹھس پھرنس تھودوُ ژھ راد۔ بیہ ووتھ گرِ ہ از پھاٹن واد

☆☆

کاہ شتھ داندس ریٹ یلہِ لج۔ یکدم پیرس نیتھی ڈج
خوش گوبوزتھ تصرف دار۔ اسہِ رۆد اِللہ وُن سینس نار

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔ آج میرا دل بہت خوش تھا، لیکن کیا کروں، آج میری بیوی کو ماں باپ یاد آئے۔ وہ بھول گئی تھی کہ کیا ہو رہا ہے لیکن پھر بھی آج وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور وہ میکے جانے کی ضد کرے گی۔

2۔ پیر صاحب بیل کو بطور تحفہ لینے کے لیے تیار نہیں تھے، لیکن جب انہیں بیل کی قیمت معلوم ہوئی تو وہ اپنی بات سے پیچھے ہٹ گئے اور بیل لینے پر رضا مند ہو گیا

غلام قادر شاہ

غلام قادر شاہ درد پوری کریری بارہ مولا کا رہنے والا ہے اس قلم کار کو شاعری اور ادب کے ساتھ بہت دِلچسپی ہے اکثر اخباروں اور جریدوں میں چھپتا رہتا ہے۔ یہ ایک اچھا اور سنجیدہ لکھاری ہے۔ سنجیدہ ادب کے ساتھ ساتھ یہ ادیب مزاحیہ ادب کے ساتھ بھی جڑا ہے۔ اسکی جو غزل مجھے میسر ہوئی پیش خدمت ہے۔

یزارس تام حض نیہِ مے کڈتھ ڈٔو رسہلا بن
گُنہِ کاندرس تہِ تھوو ماژو چہ ؤ رسہلا بن
خوجہ راتھ شامَن اَوس دِوان آیہ گونژھن تاو
سُتہِ دارِ نوو از تہر بورِکس ٹٔو رسہلا بن
تس چھا نہ دوستس پانہ چھُم دارِوسان اوش
دوپن مے حض پکناوِلتر تٔور سہلا بن
موختہ آپہ تہِ بے باکھ ژھٹان وائے یہ کیاہ گوم
تس اوس نیومُت رول گولُک دٔو رسہلا بن
(کشمیری سے ترجمہ)

1۔ پاجامے تک کی گرہ سیلاب نے کھول دِی۔ سیلاب نے کسی نانوائی کی روٹی تک بھی نہ رکھی۔ جو خواجہ کل تک اپنی امیری پر غرور کرتا تھا اُسے آج بھیک مانگنے کیلیے سیلاب نے مجبور کیا۔ بیچارے ترکھان کا تیسا اور آری بھی سیلاب لے گیا اس لیے وہ رو رہا تھا۔ مو؟ ختہ آپا بھی رو رہی تھی اُسکا رول گولڈ جھمکا سیلاب کی نذر ہو گیا۔

رئیس محی الدین۔

رئیس محی الدین پلوامہ ڈسٹرکٹ کے رہنے والے ہیں۔ یہ ایک ایکٹر، کامیڈین، ٹی وِی آرٹسٹ اور ایک نوجوان مزاحیہ اداکار ہے۔لوگ اُسے بہت پسند کرتے ہیں اور اکثر اپنے پروگراموں کے ذریعہ لوگوں سے جڑا رہتا ہے۔اس نے فطور بالی ووڈ فلم اور ہرد کشمیری فلم میں اداکاری کے جوہر دکھائے ہیں۔اسلامیہ کالج سرینگر میں بی،ایس،سی کی تعلیم حاصل کر کے ایس ایس ایم، کالج سے ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔کالج کے دوران یہ آرٹسٹ لوگوں کی نقل کر کے ہنسانے کا سماں پیدا کرتا رہتا تھا۔جس سے یہ مشہور ہو گیا۔

اب رئیس صاحب ایف ایم ریڈیو سٹیشن کے ساتھ منسلک ہو گیا ہے اور لوگوں کو نت نیے طریقوں سیھنسانے اور خوش رکھنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔کون بنے گا کروڑ پتی کشمیری میں پروگرام کی میزبانی بھی اس اداکار نے بخوبی انجام دی ہے۔اس کو بیسٹ اینکر کا ایوارڈ دیا گیا۔ اسکے سارے پروگرام یوٹیوب پر ہمیں دستیاب رہتے ہیں۔

خضر مغربی

خضر مغربی کا اصلی نام غلام محی الدین خان تھا۔ سرینگر کے چوٹا بازار میں پیدا ہوئے۔ اسکے دو بھائی محمد شفیع اور شہ زور کشمیری بہت بڑے عہدوں پر براجمان تھے۔

محی الدین صاحب نے لاہور یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان امتیازی پوزیشن میں پاس کیا۔ اسکے بعد جغرافیہ، فارسی اردو اور انگریزی مضمونوں کے ساتھ گریجویشن مکمل کی۔ محکمہ تعلیم میں بحثیت ٹیچر کے تعینات ہوے۔ انہوں نے جغرافیہ تواریخ حساب اور انگریزی میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جو عموماً نصاب کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں۔ علی محمد اینڈ سنز کے تحت ایک بُک پبلشنگ سنٹر قایم کیا اور وہاں سے ہی اِن کتابوں کو طالب علموں کے لیے میسر رکھا جاتا تھا۔ اُنکی شریک حیات بھی استاد کی حثیت سے محکمہ تعلیم میں کام کرتی تھیں۔ جب انہوں نے لکھنا شروع کیا تو خضر مغربی کے قلمی نام سے آغاز کیا جو اپنے آپ میں ایک الگ تجربہ تھا اور بہت کامیاب رہا۔ خضر مغربی کو عموماً طنزیہ اور ظرافت کی شاعری کے لیے جانا جاتا ہے۔ باغ

عروض، موتی مالا، گلشن خضر انکی چند کتابیں ہیں۔ اکثر ریڈیو کشمیر سے وابستہ رہے اور اپنا کلام وہیں سے لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ نمونہ کلام یوں ہے:۔

نہ موجی خوش نہ خوش از مول۔۔نہ چھُم خر خوش نہ خوش خرووَل

نہ اندر راز خوش نہ خوش ازاول۔۔نہ چھُم خر خوش نہ خوش خرووَل

یمن ہندی کھور میہ چیہ چھلی چھلی۔ تھوُم تمہ وُے یہ دِل ژیلی

دوہے تُلھم مے زخمن کرول۔۔نہ چھُم خر خوش نہ خوش خرووَل

مے روچھمُت دِل چھنا ہونین تام۔۔دژوم سجدا مےٗ بونین تام

مے کوکرین تام بر یوم لول۔۔نہ چھُم خر خوش نہ خوش خرووَل

دوہے روُدس بہ دِیانت دار۔۔ہوکھین روین ڈُم ووز جار

پوُتس بستر مے کور ہیم گول۔۔نہ چھُم خر خوش نہ خوش خرووَل

نصیبس سیتی لوگُم جنگ۔۔تہ ویرن تام کھالم ٹنگ

بنیوس قومُک بہ توتوول۔۔نہ چھُم خر خوش نہ خوش خرووَل

☆☆☆

درجہ حرارت منفی تر واہ۔۔اژواژونیر ونیر وزُواہ

کرہا گپ شپا تہ زیادے پہاں۔۔یہُس اوس ونداہ زیادے پہاں

آج کے زمانے میں نہ باپ خوش اور نہ نہ ہی ماں نہ ہی گدھا خوش نہ ہی

گدھے والا نہ ہی ڈالی خوش نہ ڈالی پر بنایا ہوا گھونسلے والا۔

2۔ جن کے پاؤں دھو دھو کے میں نے پیے، اُنہوں نے ہی میرے دِل کی تباہی کی۔ ہمیشہ میرے زخموں کو کریدتے رہے۔

میں نے کتوں کے دِل کا بھی خیال کیا اور چناروں تک کے سجدے کیے۔ میں نے مرغیوں کو بھی پیار کیا پھر بھی میرا کوئی نہ ہوا۔

4۔ میں تمام عمر دیانت دار رہا اور اپنے سوکھے چہرے کو سجاتا رہا۔ آخرکار میرا بسترا گول کر دیا گیا۔ میں نے قسمت سے جنگ کرنا چاہی اور بھید کے درختوں پر بھی ناشپاتی اُگانا چاہی میں قوم کا سربراہ بنا رہا تب بھی مجھ سے کوئی خوش نہیں ہوا۔

☆☆☆

محمد سبحان شوقین

محمد سبحان شوقین ایک ایسا فن کار تھا جس نے اپنی ظریفانہ شاعری سے لوگوں کے دلوں کو خوش کرنے کی بھر پور کوشش کی۔ ترال کے نور پورہ علاقے جو سرینگر سے 36 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے میں جنم لیا۔ محمد سبحان ملا اُسکا پورا نام ہے اُنکا کہنا ہے کہ انکے گاوں کا نام کاریرو تھا بعد میں اس گاوں کا نام نور پور پڑا۔ اُسکے والد صاحب کا اسم گرامی غلام قادر ملا تھا۔ اُسکی والدہ موسیقی میں دلچسپی رکھتی تھی اور گل ریز پڑھا کرتی تھی۔ محمد سُبحان نیا اپنا ادبی نام شوقین رکھا ہے۔ ابتدائی تعلیم نور پورا میں حاصل کی۔ گورنمنٹ ڈگری کالج انت ناگ سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور پھر ایم اے اور ایم فِل کر کے ریڈیو میں تعینات ہوئے۔ اُنکے بہت سے گیت اور گانے جو ظرافت اور مزاح سے بھرے پڑے ہیں بہت مشہور ہوئے۔ انہوں نے زیادہ تر ظرافت اور مزاح ہی لکھا۔ تین کتابیں بر سر عام آئی ہیں جنکے نام اسن تہ گندُن، لوکچارُک نیتھر، دردُک الاو ہیں

شوقین صاحب نے بہت سے ٹی وی شوز میں کام کیا ہے جن میں گلریز،

لیلا مجنون حبہ خاتون جس میں یوسف شاہ چک کا رول ادا کیا تھا۔

وہ ایک اچھے اور کامیاب مزاح نگار شاعر ایک اچھے گلوکار اور ایک بہترین آرٹسٹ ہیں محکمہ سکول ایجوکیشن سے ماسٹر کے عہدے سے ریٹائر ہو کر اب گھر میں ہی اُنکا ٹھکانہ ہے۔

کچھ نمونہ حاضر خدمت ہیں:۔

بہ چھس میٹرک پاس ہسا پاس ہساہیے
چھس بہ نفر خاص ہسا خاص ہساہیے

☆☆

ہپیوں کے لمبے لمبے بال دیکھو
جانے نہ یہ عجب حال دیکھو
تتھ چھ ونن نو پوراترال دیکھو

میں میٹرک پاس ہو گیا ہوں اور میں ایک خاص لڑکا تھا جس نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔۔

ہپیوں کے لمبے لمبے بال دیکھو اور ہمارے نوجوانوں کا بُرا حال دیکھو۔ نور پورا میں بھی ایسا ہی ہوا ہے انکا عجیب حال دیکھو۔

☆☆☆

محمد سُبحان حجام

محمد سُبحان حجام مائسمہ بازار سرینگر میں پلیڈم ٹاکیز کے بغل میں رہتا تھا۔ وہ 1910 عیسوی میں پیدا ہوا تھا۔ اُسکی دو بہنیں اور ایک بھائی بھی تھا۔ وہ پیشے سے حجام تھا اور پرنس ہیر کٹنگ سیلون کے نام سے اپنی دوکان چلاتا تھا۔ اپنے اردگرد کے بُرے اور خراب ماحول سے وہ زچ اور غم زدہ ہوتا تھا اور اُسکو یہ دیکھ کر تکلیف ہوتی تھی کہ لوگ کھلے عام بدکاری کے اڈے اور قحبہ خانے چلا رہے ہیں وہ بھی حُکام کے نظروں کے سامنے ہوتا رہتا تھا۔ صرف چودہ سال کی عمر میں اُسنے ایک پمفلٹ لکھا جسمیں لوگوں سے اپیل کی کہ وہ ایسی گندی جگہوں پر نہ جائیں۔ مگر اُن دِنوں حکام بھی اس کو بڑھاوا دینے کے لئے باضابط لائسنس مہیا کرتی تھی۔ E. J. Sandy, Secretary, Church Mission Society کلکتہ نے کشمیر کیبرٹش رزیڈنٹ کو لکھا کہ یورپین اور دوسرے ملکوں سے آنے والے اس بُرے کام سے بڑی کوفت محسوس کرتے ہیں جسپر فوراً روک لگانی چاہیے۔ محمد سبحان نے ایک ٹولی بنا کر لوگوں کو اس بُرے کام سے روکنے کی

کوشش کی جس پر اُسکے خلاف مقدمہ درج کیا گیا۔ مگر سبحان اس کام سے باز نہ آیا۔ اُسنے ہدایت نامہ کے عنوان سے بہت سے پمفلٹ تحریر کیے اور لوگوں میں مفت بانٹنے۔ جس میں نصیحت، طنز اور ترش آمیز طریقوں سے اس بُرے کام کو چھوڑنے کی وعید کی گئی اور وقت کے ذمہ داروں کو بھی ہدف تنقید بنایا گیا تھا۔ کچھ نمونے حاضر ہیں:۔

خداوند اژچھک ستار ورحمان ۔۔ زِ نور معرفت دِل سی دِتم زان
گٹہ کاستم دِلہ چن اچھن گاش ۔۔ میہ چھمنہ کینہہ خبر کرتم ژٕ آ کاش
وُنم واراہ کرُم نا کینہہ تہِ حاصل ۔ زِ قدرت مطلبس مےٚ کرتہ واصل
سیٹھاہ مدت مہ یتھ منز ووت کوشان ۔ ملَن تہ گایَنہ نی بوچھس نہ پُوشان
زِ مُدت چھُم مہ در دِل اکھ خیالا ۔ ملہ گانن ہنزِ وَنہ ہا اکھ مثالا
بہ کڈہا نن یِہندی اوقات تےٚ کار ۔ بلا شک یم چھِ ڈاکو تےٚ ستم گار
حیا، عزت، وایمان وعزت ۔ زینہ برونٹھے ملوکورمت چھُ روخصت
گناہ چھک زانمُت صنعت تہ حرفت ۔ چھ عمداَ رودمتِ ژٕ ازکار مدت
نظر کریو چھِ ملن ہند خاصہ تدبیر ۔ چھُ کتھ پأٹھن بنیومت کاشرین پیر
ملہٕ باین چھ زیادے شہوتُک نار ۔ مقرر چھوی تمن کنڈی اتھِ تے بار

(ماخوذ از (ہدایت نامہ حصہ سوم 1934 محمد سبحان حجام)

خوش خبر بوزم دِل چھُم نو نئے ۔ گاینہ بیول گلنے گلنے آو

نوی چھُکھ نہ یوان پرانی چھکھ ژ لنے ۔ گاینہ بیول گلنے گلنے آو

کاروبار بند گوکھ کینہہ چھُکھ نہ ملنے ۔ دوہہ یہندی ڈلنے ڈلنے آو

سُکھ راو گاینن تہ دوکھ بیوک تُلنوے ۔ گاینہ بیول گلنے گلنے آو

درُوت لوگ مولن بد خصلتنی ۔ شکسِکس زالس وولنے آئے

دوہ کھوتہ دوہہ چھُکھ شامت وَلنے ۔ گاینہ بیول گلنے گلنے آو

شرحُک ملھ چھُکھ لنگہ لنجہ ٹھلنے دِل نی چھُکھ گمژ ایرہ ونی ناوَ

شال ٹیس نہ پوشی سہ چھُ ادّ ژلنی گاینہ بیول گلنے گلنے آوَ

تیل بیلہ واتجہ دوان چھ ءکلہ نن ء ۔ ساس ڈالہِ دجہ سیتی چھکھ کران واو

پمپ شولاگن گوری تلنئے ۔ گاینہ بیول گلنے گلنے آو

نصیحت کرنک فرض اُوس ملہِ نئے لوکن برونہہ تمن مزہ امیک ژاو

اسلامُک غیرت زاہ گوکھ نہ دلہ نئے گاینہ بیول گلنے گلنے آو

سُبحان نایدس گمژی بمنی پوشیدہ روزتھ نوّن بیلہ دراو

مُلک الموت چھُنہ یمن گاین ولنئے گاینہ بیول گلنے گلنے آو

☆☆☆ کشمیری سے ترجمہ

اے اللہ پاک آپ سب دِلوں کے بھید جانتے ہو۔ میری اندھیری دُنیا میں

بھی روشنی پھیلا دے۔ میں نے اپنی طرح سے بدکاری جو اسوقت یہاں کشمیر میں عام ہے کو بند کرنے کی بہت کوشش کی تھی مگر میں اسمیں کامیاب نہ ہو سکا۔ میں بڑی مدت سے اِن ملاؤں کو کوسنا چاہتا ہوں جو اس کاروبار کو بڑھاوا دینے میں پیش پیش ہیں۔ یہ سب ڈاکو اور ظلم گار ہیں حیات، عزت اور دین داری نہیں جانتے۔ اے اللہ اِن کو صیح راستے پر چلا۔

***

آج میں نے یہ خوشی کی خبر سُن لی کہ کنجریوں کا شہر سے صفایا ہو رہا ہے۔ اِن کا کاروبار بند ہو رہا ہے۔ فاحشہ عورتوں کے کوٹھوں میں اب دُکھ ہی دکھ ہوگا اور سکھ کا کوئی نام نہیں ہوگا۔ ملاؤں نے شرع اور اسلام کا کچھ بھی خیال نہیں رکھا جن کا یہ فرض بنتا تھا کہ اس بُرے کاروبار کو روکتے مگر وہ سارے چُپ بیٹھے رہتے ہیں۔

سُبحان نائی کو بھی کوئی کام نہیں خود کو مصیبت میں گرفتار کرادیا۔ ان کنجریوں کو ملک الموت بھی نہیں پوچھتا۔ اب انکو جلدی موت آئے گی اور انکا صفایا ہوگا۔

موں

اُمکارناتھ شبنم

اومکار ناتھ شبنم وادی کے مشہور و معروف شاعر تھے ان کا شمار مراز ادبی سنگم کے بانی ممبروں میں ہوتا تھا۔ وہ مراز ادبی سنگم کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبر کے علاوہ مراز ادبی سنگم کے کنٹرولر ایگزامز بھی رہے ہیں۔اومکار ناتھ شبنم نے محکمہ تعلیم میں بحیثیت استاد اپنے فرائض انجام دئے اور فروری 2003 میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔انہوں نے آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی میں بحیثیت نیوز ریڈر بھی اپنے خدمات انجام دئے۔اومکار ناتھ شبنم کا شمار کشمیری زبان میں طنز و مزاح کے صف اول کے شعراء میں کیا جاتا ہے۔ان کی اب تک کئی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔جن میں ''ٹیوٹھ مودر'' قابل ذکر ہے۔کشمیری زبان میں طنز و مزاح کی شاعری میں انکو اپنا منفرد مقام حاصل تھا۔انہوں نے بہت سے انعامات حاصل کیے ہیں۔78 سال کی عمر میں اُس نے انتقال فرمایا۔

کچھ نمونہ کلام حاضر ہے:۔

بلیٖ کتھ کیٚت بہ زنمس آس۔۔۔اکھا فیل اکھا پاس

بہ چھُس عام ژ چھُکھ خاص ۔۔۔اکھاہ فیل اکھاہ پاس

بڈ تھ دژام امتحان ۔۔۔ مے ما او سُم کھر ون پان

تتھے ژاس تتھے دراس ۔۔۔ اکھاہ فیل اکھاہ پاس

ژے کیُتھ پانس نابد نوٹ ۔۔۔ میہ کھیہ الہ تہٕ انچار لوٹ

وونی کتھ حالس گژھس ڈاس ۔۔ اکھاہ فیل اکھاہ پاس

مے نالگان دلے وونی ۔۔۔ ہپاٗری بنگرِ نرین شرون

یپاری تُنبکھ نارِ ٹاس ۔۔۔ اکھاہ فیل اکھاہ پاس

ستی تجوم گایڈ تہٕ ڈان ۔۔۔ شاہد چھُم تتھ پنہٕ نوی پان

پتو زِ یر و بٹاساس ۔۔۔ اکھاہ فیل اکھاہ پاس

عشقس منز چھُم پریکٹس جان ۔۔ تتھی ہے لگہِ ہے امتحان

بہ گرہا تیلی ایم اے پاس ۔۔ اکھاہ فیل اکھاہ پاس

وتہِ پکہٕ وُن اُسی گلاہ خاص ۔۔ یارن پکھ وُنی کوردیارن ڈاس

پتو دراس پنہٕ نی ماس ۔۔ اکھاہ فیل اکھاہ پاس

☆☆☆

میں یہاں ایک عام انسان ہوں اسلیے تُم پاس ہوتے ہو اور میں فیل ہو جاتا ہوں

میں نے بوڑھا ہو کر امتحان دیا تھا مگر جیسے گیا ویسے باہر نکلا۔ میں اپنے ساتھ گائیڈ بھی لے گیا تھا مگر پھر بھی ہزار میں سے زیرو ہی آیا۔ اسکے بدلے اگر عشق کا امتحان لگتا اُس میں پاس ہو جاتا اور اُس میں ایم اے بھی کر جاتا۔ راستے میں ایک خوبصورت تتلی مِلی اُس سے عشق لڑایا مگر آخر وہ اپنی ہی رشتہ دار (ماسی) نکلی اور میں شرمندہ ہوا۔

غنی شاہ

عبدالغنی شاہ المعروف غنہ شاہ چھ یاری پورہ روزن۔ زاہ سنہ آونہ اتھِ۔ یہ شاعر چھُ مذاحیہ ادب ونن تہٕ مُراز ادبی سنگم ادبی مرکزس سیت چھُ منسلک۔ نمونہ کلام چھ یمہ آیہ:۔

خدا صاب پچھےُ خودمختار کتہ بوزدَے میون مے تہِ دیہ تار

بہ زوٗ نہ ہُنش دشمن تہ ژزوٗ نہ نکھہِ یار کتہ بوزدَے میون مے تہِ دیہ تار

ژے سوزنے مکاناہ عالی شان اندی اندی بناوتھ دیوان خوان

مے سوزنی ژھیہ پآڑیہ گوگٹہ کار کتہ بوزدَے میون مے تہِ دیہ تار

ژے سوزنے پشس کیوت ٹاٹاٹین نہ پوڑیس رٗ دتا پھ نہ پوڑیس شین

مے سوزن موم جامہ سہ تہِ زدی دار کتہ بوزدَے میون مے تہِ دیہ تار

ژے سوزنے آنگنس کیوت سیمنٹ دیوار تھزرس پیٹھ چھس گنڈتھ تار

مے چھنہ آنگنی نہ چھُ دیوار کتہ بوزدَے میون مے تہِ دیہ تار

ژے سوزنے ٹوریا تیز رفتار سآل کرنو ہکھ دوس تے یار

مے سوزن سایکل سہ تہِ بیکار کتہ بوزدے میون مے تہِ دیہ تار

☆☆

اے خُدایا آپ خود ہی مُختار عالم ہو ۔ تُم میری کشتی کو بھی کنارے لگا دو۔

تجھے تو خُدا نے تو ایک عالی شان محل دیا ہے اور مجھے ایک چھوٹی سی جھونپڑی یہ تو حد ہو گئی۔

آپ کو ٹاٹا ٹین بخش دیا جس سے تمہارا چھت ٹپکے گا نہیں۔ مگر میری قسمت میں موم وہ بھی پھٹا ہوا اور یہ اچھا نہیں ہے۔

تمہیں ٹو یرا گاڑی عنایت کی جس سے تُم اور تمہارے دوست گھوم پھر سکو گے مجھے سایکل مِلی وہ بھی ٹوٹی ہوئی جو کہ بالکل ناانصافی ہے۔ شاید میرا خُدا سُن لے۔

کشمیر ویلی کے ساتھ ساتھ پیر پنچال کے اس پار جنوب میں جناب ویلی اور پیر پنچال کے دامن میں کشمیری ادب پھیلا ہوا ہے --جس میں بہت سے شاعر اور ادیب سنجیدہ ادب لکھنے کے ساتھ ساتھ مزاحیہ ادب کے ساتھ بھی قلم آزمائی کرتے رہتے ہیں۔اس میں بانہال راجوری، پونچھ، ڈوڈہ، کشتوار بھدرواہ اور اس سے ملحقہ علاقوں میں بہت سا ادب بکھرا پڑا ہے اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔مزاحیہ ادب میں کچھ شاعروں نے اپنا نام بہت مشہور کیا ہے جن کا ذکر یہاں پر کیا جارہا ہے۔

عبدالرحیم اعمیٰ

عبدالرحیم اعمیٰ بانہال کے ناگام گاؤں کا ایک مشہور شاعر ہو گزرا ہے۔اس شاعر کی تاریخ پیدائش 1839 عیسوی بتائی گئی ہے۔

ناگم یا ناگام گاؤں بانہال ٹاون سے تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

عبدالرحیم اعمیٰ نے اولین تعلیم شیخ عبدالرسول کی درسگاہ میں حاصل کرنے کے بعد قرآن پاک کی تعلیم بھی حاصل کی اور کچھ قران حفظ بھی کر لیا تھا۔اردو فارسی اور عربی میں بھی خاصا کمال حاصل کیا۔

وہ اپنا اکثر وقت خواجہ صمد جو وانی جو اس وقت کا وزیر وزارت تھا، کے گھر میں گزار کرتا تھا اور اسی کی سرپرستی میں رہتا تھا۔

قسمت کا کرنا ایسا ہوا کہ 17 سال کی عمر میں میں چیچک کی بیماری سے آنکھوں کی روشنی کھو بیٹھا اور اعمیٰ کہلایا۔

اعمیٰ صاحب نے مثنوی لکھی جس کا نام گلبدن نونہال رکھا۔اس کا استاد عبدالرسول مثنوی کو لکھتا رہا اور پھر جب عبدالرسول فوت ہوا تو کامکار ملک

کشمیری نے اس کو لکھ کر مکمل کیا۔ اس طرح سے یہ مثنوی 1920 میں تیار ہوئی اور غلام محمد نور محمد تاجران کتب نے اس کو چھپا کر شایع کیا۔

گُل بدن نونہال کشمیر کی مقبول ترین مثنوی گُلریز کے برابر مانی جاتی ہے۔ اس مثنوی میں 2200 اشعار ہیں جو صوبہ جموں کی کشمیری زبان میں اولین تخلیق مانی جاتی ہے۔ اسکا دوسرا ایڈشن ڈاکٹر مرغوب بانہالی کی سربراہی میں، اُسکی تقریظ کے ساتھ اکیڈمی آف جموں و کشمیر کے تحت شایع کی گی۔

یہ شاعر انیس چودہ 1914 عیسوی میں اس دنیا فانی سے چل بسا۔ ناگام گاوں میں گنائیوں کے قبرستان میں اسکا مقبرہ بنایا گیا ہے۔ اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لنگویجز نے اس کے اوپر ایک لوح مزار بھی نصب کرایا ہے۔

یہ شاعر ایک صاحب کمال فارسی دان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مزاحیہ قسم کا شاعر تھا۔

اپنی ظرافت کی وجہ سے محفلوں کی رونق بڑھانے میں ماہر تھا اور محفِلوں کی جان ہوا کرتا تھا اس کے کلام کا نمونہ دیکھئے: (کشمیری سے ترجمہ)

ازکی شاعر چھِ پھیران وانہ پتھ وانے۔ ونن لۆکن چھِ گھرہ کی داستانے

کلاماہ زیوٹھ بے مضمون مُشوَّحش۔ کرن تی ونتھ لوکن سبٹھاہ خوش

حاضر جوابی میں یہ شاعر بڑا زیرک تھا ایک دِن اسکا امتحان لینے کے لیے

اس سے کہا گیا کہ اگر تُم اس شعر کا دوسرا شعر بناو گے تو تُم کو بڑا شاعر مانا جاے گا۔ تو شعر یوں بتایا گیا۔

دو بینا یک کور اینجا نشت۔ (دو آنکھوں والیا ور ایک اندھا اس جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ رحیم صاحب نے اسکا دوسرا مصرعہ یوں باندھا

"خُدایا یمن دون تہِ ان جل شکست۔ (خُدایا ان دونوں کو بھی ایسا ہی بنا دے)

بس پھر کیا تھا ایک طوفان برپا ہوا کیونکہ وہ دونوں اُس زمانے کے وزیر وزارت کے بیٹے تھے۔

(کشمیری سے ترجمہ)

آج کل کے شاعر دو کانوں میں پھر پھر کے اپنے گھریلو داستانیں سناتے رہتے ہیں کلام بامقصد ہوتا نہیں اور اس کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا مگر لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔

☆☆

غلام رسول نشاط

خواجہ غلام رسول، کشتوار میں رہتے تھے اور نشاط کشتواڑی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ان کا سنہ پیدائش 1909 مطابق بکرمی 1965 ہے اور ان کی جائے پیدائش کشتوار جموں و کشمیر ہے۔ انکے آباواجداد کشمیر سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ رواج کے مطابق نشاط کو سکول بیجھا گیا جہاں انہوں نے آٹھویں تک تعلیم حاصل کی۔ گھریلو حالات کی وجہ سے مزید تعلیم حاصل نہ کر سکے اور کاروبار سے منسلک ہو گے۔ شاعری اور ادب کے ساتھ اُنکی وابستگی بڑے شوق سے رہی انہوں نے ایک کتابوں کی دوکان کھول لی ۔ ادبی رسالوں اور کتابوں کے ساتھ شغل اور ورق گردانی کرتے رہے۔ اسطرح سے اِنکا ادب کے ساتھ خاصی وابستگی ہو گئی۔ اُنکی شاعری کا آغاز 1933 میں ہوا دیگر چار قلم کاروں کے ساتھ مِل کر انہوں نے ایک ادبی مجلس بنائی جو اوروں کو بھی ادب کے ساتھ جوڑتی گئی۔ اُنکے کہنے کے مطابق اُنکی شاعری کا باضابط آغاز 1950 میں ہوا اور پہلا کلام لکھا۔ کشمیری زبان کے ساتھ ساتھ اردو میں طبع آزمائی کرتیر ہے اور انکا کلام پسند اور زبان زد عام ہوا۔ کشمیری زبان کو عام کرنے کے لیے انہوں نے انفرادی

اور اجتماعی کوششیں کیں جو بار آور ثابت ہوئیں۔ مادری زبان ہونے کے ناطے کشمیری میں ان کو زبردست دسترس حاصل تھی۔ خوبصورت اشعار لکھ کر لوگوں کے سامنے رکھتے تھے۔ جن سے وہ بہت مشہور ہوئے۔ اکیڈمی آف آرٹ کلچر اور لنگویجز اور بہت سی ادبی تنظیموں نے اُنکو انعام سے نوازا۔ سماج سدھار کا کام تن من دھن سے کرتے تھے۔ انہوں نے سماج کو سدھارنے غلط کاموں سے احتراز کرنے کے لیے بہت سی نظمیں لکھیں۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ بہت کامیاب اور بہت موثر رہیں۔ اُس نے نثر میں بھی کتابیں لکھیں جو سگریٹ نوشی اور امتحانوں میں نقل نہ کرنے، جہیز لینے اور دینے پر مشتمل ہیں۔ اس سے سماج میں موجود برے کاموں میں کچھ قدرے قدغن لگ گۓ۔ اور لوگ ان بُرے کاموں سے احتراز کرنے لگے۔ اور بھی بہت سی بدعتوں پر نشاط صاحب نے نظمیں لکھیں جو لوگوں میں بہت سراہی گئیں۔

نمونہ کلام یوں ہے

خدایا کورِ مالین کرتہ چارہ
بنتھ گاٸتی چھ تم داجکی شکارہ
یہ لعنت دور گژھتن یا الٰہی
سبیلا کرتہ کہنہ پروردگارہ

(کشمیری سے ترجمہ)

خداوندا لڑکی والوں کا کوئی چارہ کر۔ یہ جہیز کیشکار ہوئے ہیں اور اس بدعت سے مجبور ہو چکے ہیں۔ یہ لعنت اے میرے اللہ دور کر اس کے دور کرنے کے لیے کوئی سبیل پیدا کر۔

نشاط صاحب کو اپنے اور پرایوں کی بلا لحاظ مذہب و ملت فکر رہتی تھی جس سیتمام لوگ اُسے پسند کرتے تھے۔نقل کی بابت لکھتے ہیں:۔

بنی آدم از نقل باید کمال

بجز نقل چھٹے پاس گژھنی محال

اگر چھُی بنن در جہاں نامدار

طلب کردن نقل کرو اختیار

(کشمیری سے ترجمہ)

بنی آدم نقل کرنے میں کمال ہے اور اسکے بغیر پاس ہونا امتحان میں بہت مشکل ہے۔اگر تمہیں جہاں میں نام والا بننا ہے تو نقل اختیار کرو تاکہ تمہیں مفت میں ڈگریاں ملتی رہیں۔

طنز اور ظرافت والی تخلیقات نشاط صاحب کے ذریعہ سے ہمارے دِلوں کو راحت بخشتے ہیں۔ وہ اپنے رفیقوں دوستوں میں بیٹھ کر یہ اشعار سُناتا تھا۔جن

سے لوگ کچھ دیر کے لیے اپنے غم بھول جایا کرتے تھے- یہ اشعار کچھ نہ کچھ پیغام لیکر ہوتے تھے- اور ہمیں کوئی نہ کوئی مسلہ سلجھانے کی ترغیب دیتے رہتے تھے-

کریما بخشاے بر حالِ خر -- یمس بور تُلی تُلی فٹتھ گو کمر
نداریم چیزے بجز مُفلسی - دروجر یک طرف تے پیٹھے بے کسی
نِگہ دار مارا بہ کُرسی نشین . بہ کُرسے امی حاکمن دل حزین

کشمیری سے ترجمہ

(اے خدایا گدھے پر رحم فرما جسکی کمر بوجھ اٹھاتے ٹوٹ گی ہے- میرے پاس مفلسی کے سوا کچھ نہیں ہے ایک طرف تو غریبی اور پھر اُسپر مہنگائی مجھے اس کرسی نشین نے (حاکموں) نے دِل حزین کیا ہے-

کچھ طنز یہ اور ہنسانے والے اشعار جو پرانے زمانے کے ساتھ ساتھ آج کے زمانے کے ساتھ بھی منطبق ہوتے ہیں یوں ہیں:-

کوت ژ جم تراوتھ میہ بجلیِ ہاے میانے دِلبرو
کر تمو و میونے ژکینژ ھا پاے مُیانے دِلبرو

یہ بجلی مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گی ء میرے دِوست میرا چارا کر اور مجھے اس اندھیرے سے بچالے-

راشن بلیک کرنے والوں کے لیے یوں رقمؔ راز ہے:۔

بنتھ ڈیلر میہ کرتھم بھتہ کامن

بلیکن منز کرتھ باپار مدنو

تُم نے غریبوں کا راشن بلیک میں بیچ کر اُنکے کھانے کا کام تمام کر دیا۔ دوسرے انداز میں بات کہہ کر طنز کیا ہے:۔

وازہ وانا ہ لگتھ گرس منز تس

گو گجہ ہا کس میہ تاون تہِ لولو

بُلبُلن دانہ دانہ گوکامن

عاش عشرتھ کاون تہ لولو

تم وازہ وان لگا کر گھر میں عیش کر رہے ہو اور ہمیں کھانے کو ساگ بھی نہیں ملتا۔ بُل بُل دانے دانے کو محتاج ہو گیے اور کوے عیاشی کر رہے۔ ہیں۔

☆☆☆

رحیم گراٹالی

رحیم گراٹالی ایک مشہور مزاحیہ شاعر رہا ہے ہو۔ اُس کا کلام طنز اور مزاح سے بھرا رہتا تھا۔ اسیر کشتواڑی لکھتے ہین "" وہ آج سے تقریباً 125 سال پہلے گھٹ کے علاقے میں پیدا ہوے تھے اور قصبہ ڈوڈہ کے مشرقی گاوں بھیلی میں گراٹ چلاتے تھے (پانی والی چکی) گراٹ چلاتے چلاتے وہ گراٹالی کے نام سے مشہور ہوگے اور رحیم گراٹالی کہلائے۔

طنز او مزاح سے اُسکا کلام بھرا پڑا ہے۔ اُنکے اشعار باریک بینی اور خداداد صلاحتوں، بے باکانہ پن، لیے ہوئے رہتا تھا۔ اُن کے کلام میں روانگی، سلاست، موضوعاتی رنگارنگی اور فطری عناصر موجود رہتے تھے۔ وہ ایک فطری اور پُر گو شاعر تھا۔ لوگ اُسکی قدر کرتے تھے۔ نمونہ کلام یوں ہے:

روشن لُکھ تے پوشن بہار۔۔۔ کن تھاوَ بہ ونی؟ یڈوڈہِ ہندشار

اَسہ دوپ ڈسلِ چھُ دُنیاہ دار۔۔۔۔ کن تھاوبہ ونے ڈودِ ہندی شار

پوزیتہِ وچھمکھ ژھورے دَستار۔۔۔ ژوچھِ نوگُنی تے رس بسیار

کن تھاوبہ ونے ڈوڈِ ہندی شار

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔ لوک تو روٹھ جائیں گے مگر پھر بھی میں دوڈہ کے اشعار سناوں گا۔ میں نے سوچا تھا کہ کُچھ لوگ بڑے امیر ہیں مگر ایسا نہیں ہے میں نے اُنکو خالی ہاتھ پایا۔ وہ لوگ صرف شور بابناتے ہیں مگر روٹی کا نام ونشان نہیں ہوتا۔

اس شاعر نے پلہور نامہ بھی لکھا ہے جس میں صرف مزاحیہ اشعار لکھے گے ہیں:۔

ہنگہ منگہ میونُے پلہور رُ وو
گوموافسوس کمی کھٹتھ تھوَ

پلہور میون اوس تِلے دار
تیُتھ نسا آسی پاٹی دار

اتھِ لگہِ ہم تے لاگہ ہس دوہ
گوموافسوس کمی کھٹتھ تھوَ

کشمیری سے ترجمہ

1۔ میرا پلہور (گاس کا بنایا ہوا جوتا جو اکثر غریب لوگ پہنتے ہیں اور برف میں بھی کام آتا ہے) کوئی چوری کر گیا۔ بہت خوبصورت اور تِلے سے سجایا ہوا تھا۔ وہ چور مجھے ہاتھ آتا میں اُسکی خبر لیتا۔ مجھے بڑا افسوس ہو رہا ہے کہ کون تھا جو میرا پلہور چوری کر گیا۔ ☆☆☆

غلام قادر بیرواہی

غلام قادر بیرواڑ کشتواڑ میں رہتے ہیں اور قادر بیرواڑی کے نام سے مشہور ہے۔ بچپن ہی سے گانے بجانے کا شوق رہا ہے ادب کے تئیں اس کی رغبت بچپن ہی سے رہی ہے۔ اب تک ان کی دو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ژٔ نگی رٕیہہ اور پوت ون صدا، اِنکی کتابوں کے نام ہیں۔ تیسری کتاب کلیات قادر بیرواڑی کے نام سے شائع ہوئی ہے اس وقت قادر صاحب کی عمر بقول اسیر کشتواری صاحب 108 سال کی ہے۔ اور اللہ کے فضل سے بہت اچھی ہے۔ قادر صاحب ریاست کے نامور شاعر ادیب تواریخ دان جناب اسیر کشتواڑی کے والد گرامی ہیں۔ نعت، مناجات اور نظمیں بھی لکھتے ہیں۔ کہیں کہیں اُنکے کلام میں طنز اور ظرافت بھی ملتی ہے جو خوش کرنے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔

نمونہ کلام یوں ہے:۔

اسہِ آو دوشونٔ ہنگہ منگہ سفر

نہ چھے ژے کینہہ خبر نہ چھے مے کینہہ خبر

یہوے گو کشتوارک گرداور

نہ چھے ژے کینہہ خبر نہٕ چھےٚ مے کینہہ خبر

چون أستھ میون گو میون أستھ چون

کور پٹواریو زیرو زَبر

نہ چھے ژے کینہہ خبر نہٕ چھے مے کینہہ خبر

ملکیت بناوکھ چراگاہس جماہ بندی خط پیو پرتھ ورقس

چاروائے تام گیہٕ سخ ابتر

نہ چھے ژے کینہہ خبر نہٕ چھے مے کینہہ خبر

دأژا تھاوتھ ٹلکھ قلم یورگُن تھووکھ مُژرتھ ہلم

یم دِیُت جاۂ پاں تس کھوت نمبر

نہ چھے ژے کینہہ خبر نہٕ چھے مے کینہہ خبر

☆☆

مرحبا چھے کرانہِ درا یکھ کیاہ وَنے؟

ماجہ پرژھنے کوردرا یکھ کیاہ ونے؟

مال سندیم باے سندیم چھی رقیب

وچھتہٕ تمنی سیتی درا یکھ کیاہ ونے

وعظ خانو وعظ کری کری نال ژٹی

توتہِ ماژے پاس درا یکھ کیاہ ونو

☆☆

کاروبار کم ہوو سانس شہارس تمس یارس مبارک
ساری لاگن اکسے کاروبارس تمس یارس مبارک
کشتوارین سناوتھ کم ہاو گرگرو چھمکھ ژورژورگاوَ
گرِگیہ ٹیٹھ چاے دود گوشہارس تمس یارس مبارک

☆☆

گُس بنایہ دال بہتہ گُس بنایہ چاۓ
ساری خوش گیہ نونوش آۓ
شوقہ ستی کرن لگ شناۓ
پتہ مائلی پتھرن دِن جدائی
نوش وَنن ہشہ گُن میون کرپاۓ
ساری خوش گیہ نونوش آۓ

☆☆ (کشمیری سے ترجمہ)

1۔ ہم دونوں کو مشکل پیش آئی نہ تمہیں خبر رہی نہ مجھے خبر رہی۔ اس کو کشتواڑ کا گرداور کہتے ہیں۔ جسنے تمہاری زمین اور مکان کو میری بنا دیا اور میرے مکان

اور زمین کو تمہاری بنا دیا۔ پٹواریوں نے زیر و زبر کر کے رکھ دیا ملکیت کو چراگاہ اور چراہ گاہ کو ملکیت بنا دیا۔ جانور بھی ابتر حالت میں ہیں جس نے زیادہ مال دیا اُسی کا کام بن گیا اور مجھے بھی تمہیں بھی کوئی خبر نہیں رکھی گئی۔

2۔کس نے میرے شہر کو یہ کاروبار دکھایا کہ تمام لوگ اسی کی طرف راغب ہو گیے۔۔سبھوں نے گائیں رکھی ہوئی ہیں۔خود تو کوڑی چائے پیتے ہیں اور شہر بھر میں دودھ بانٹتے پھرتے ہیں۔

کون چاول پکائے اور کون چائے بنائے۔سبھی خوش تھے کہ بہو آ گی اب آرام ہو گا مگر جلد ہی کیا ہوا کہ باپ اور بیٹے میں ٹھن گئی اور ساس بہو کا جھگڑا شروع ہو گیا اب کون سی چائے اور کہاں کے چاول۔

☆☆☆

غلام نبی میر

غلام نبی میر جو ظاؔہر بانہالی کے نام سے مشہور ہے خان محلّہ بانہال میں رہائش پذیر ہے۔ یہ قلم کار یکم جنوری 1953 عیسوی کو میر محبّ اللہ کے گھر لامبر (چریل لامبر) میں پیدا ہوئے۔ پھر بانہال کے خان محلّہ میں آکر آباد ہو گئے۔ ادبی شوق بچپن ہی سے تھا اُسکے ایک چاچا میر محمد قاسم اور ظاہر کے دو ماموں سراج باتہالی اور رحمت بانہالی اچھے شاعر اور قلم کار تھے اسکا اثر ظاہر پر پڑنا ضروری تھا۔ ظاہر ایک اچھے قلم کار، شاعر، نثر نگار افسانہ نگار، اور رسالہ آبشار کے ایڈیٹر ہیں۔ وہ اردو انگریزی اور کشمیری میں لکھتے ہیں ابھی تک اُن کی بالیس کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ ان کتابوں میں افسانہ، تنقید، مونوگراف، شاعری، سفر نامہ اور معلومات عامہ وغیرہ شامل ہیں جن میں پوشہ براتھ، تارکھ نب (شاعری) پوشہ چمن، مقالات، رند شمس اور صوفی شاعری (مونوگراف) اردو اور کشمیری میں آبہ تلی شراکھ، سونہ سندی دوٗر، روح چھٗنۂ مرانِ، ونہ پوش (کشمیری افسانے) توی کنارے، شیطان پورے کا باغی (اردو افسانے) مشاہیر عالم (معلومات عامہ) لداخ دروں

اور چوٹیوں کا شہر، سفر محمود (سفر نامے) کاشرس ادبس منز طنزتہ مزاح وغیرہ اُنکی تصنیفات ہیں۔ ظاہر بانہالی نے ڈبل ایم اے (اردو اور اسلامیات) میں کیا ہوا ہے۔ ویٹرنری سائنس، جرنل ازم اور کمپوٹر سائنس میں ڈپلوما کیا ہے اور اُنہیں لٹریچر کے لیے پی ایچ ڈی (H.C) تفویض کیا گیا ہے۔

جناب بشیر بھدرواہی ظاہر بانہالی کے متعلق لکھتے ہیں " ظاہر بانہالی پیر پنچال ادبی فورم کے صدر اور وومن ویلفیر ڈیولمنٹ سوسایٹی کے نگران ہیں ایک زبردست شاعر، تنقید نگار، افسانہ نگار اور مزاح نگار ادیب ہیں یہ اردو، کشمیری اور انگریزی میں لکھتے ہیں ۔نثر کے علاوہ مزاحیہ نظمیں اور غزلیں بھی تحریر کرتے ہیں -ظاہر بانہالی آبشار رسالے کے مدیر اور نگراں ہیں۔

اُنکے اپنے کلام بہت سے رسالوں میں چھپتے رہتے ہیں۔"

ظاہر بانہالی کے کلام کا نمونہ حاضر ہے:۔

ٹِونکل ٹِونکل لِٹل سٹار۔ کُنہِ گولوٹھ تے کُنہ لوگ نار

از ِکس آدمس یہوے کاروبار۔ کُنہ گولوٹھ تے کُنہِ لوگ نار

انشورو الن تہِ آی زیو۔ کیا کھیہ سفید پوش دیسی گیو

گاوَ چھنہ زامٹری مرنس تیار۔ کُنہ گولوٹھ تے کُنہِ لوگ نار

☆☆

سرمہ چشمن سیت میکیہ از کراس فایرنگ

پریشر تہِ سپُد ہاء ذر کھے تہ ذر کھ کیاہ

گو ہاوسن گرنیڈ دِلس کریک ڈاون چھُی

کمہ آیہ شوبِلوٗ کتھ کن تہ کرکھ کیاہ

☆☆

دیہ مالِس گو برزنگہِ ژھل تاجب چھا

بوے لایہ بالِس ٹھِل تاجُب چھا

از چھَ بازرس تاوین ہنز سیل لگتھ

ژے تہِ ماگژھی مشکلس حل تاجب چھا

☆☆

دِلبر دِژتھ مس کال وٹس اپ ژے کورتھ ما

سستہ از ٹیک نیٹ کانہہ پیکاہ تہِ برتھ ما

کلہ چھُم مے گو بیومُت تہ ڈاٹا مے جمع گو

ڈلیٹ ون گژھ ہے پنُن انہار ہاوتھ ما

☆☆☆

ژڑو تہِ پشوینہٗ بہ گورس مار خُدایا

پوز روزنس تہ چھُم نہ کانہہ چارہ خُدا یا
تریشہ ہُند ینہ ناوہیکھ منز ہوٹلس نوٹس
تو تہ جنتا ناو چھُس کیا اظہار خُدا یا

1۔ٹونکل ٹونکل لٹل سٹار کسی جگہ لوٹ مار ہوا اور کسی جگہ آگ لگ گی۔ آجکل انسان کو یہی کام ہے بس اور کچھ نہیں۔

انشورنس والوں کو بھی باتیں آ گئی۔ گاے تو ہے ہی نہیں مگر مرنے کو تیار ہو گئی، کہاں سے اب لوگ دیسی گھی کھائیں گے۔

2۔سرمہ والی آنکھوں سے آج میری کراس فایرنگ ہوئی اور میرا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا۔

3۔میرے ارمان گرنیڈ سے تباہ ہو گئیا ور میرے دِل کو کو کریک ڈاون کر دیا گیا ہے اب اس حال میں کوئی کیا محبت کرے گا۔

4۔باپ کو نیچے گرا دے گا اور بھائی کو مارے گا آج کے زمانے میں کوئی بات عجب نہیں۔ آج کل بازار میں تعویز بکتے ہیں اگر تمہارا بھی کسی میں حل نکلے گا تو تعجب کیا ہے۔

5۔دِلبر نے مس کال دِی مگر کوی پیک نہیں بھرا آج کل تو ہر پیک سستے ہو چکے ہیں۔ میرا سر بھاری ہو گیا ہے اور بہت ساڈاٹا جمع ہوا ہے مجھے تُم اپنا نورانی

چہرہ دکھا دو تا کہ سب بھاری پن کو ڈلیٹ کروں۔

6۔ چیچڑوں اور پسوؤں نے میرا برا حال کیا ہوا ہے۔ رات بھر مجھے کاٹتے رہے مگر پھر بھی رہنے کو چارہ نہیں کوئی اور جگہ بھی تو نہیں۔ تم پانی کا گلاس بھی مت مانگنا۔ ہوٹل میں ایسی ہی نوٹس لگائی گی تھی مگر ہوٹل کا نام پھر بھی جنتا ہوٹل رکھا گیا ہے۔

شبیر حسین شبیر

شبیر حسین بانہال کے نوگام گاوں میں رہتے ہیں ایک ابھرتا ہوا قلم کار ہے۔ ابھی تک دو کتابیں منظرِ عام پر آئی ہیں۔ بنیادی تعلیم نوگام میں حاصل کی اور پھر رام بن ہایر سیکنڈری سے تعلیم پا کر جموں یونیورسٹی سے اردو میں ایم اے تک تعلیم حاصل کر لی۔ آجکل محکمہ تعلیم میں لیکچرر کے عہدے پر کام کر رہے ہیں۔ اردو میں انہوں نے وادی چناب تہذیب و ثقافت کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے۔ شبیر صاحب ایک اچھا قلم کار ہے اور آگے چل کر ایک اچھا شاعر بھی ثابت ہوگا۔

نمونہ کلام یوں ہے:۔ چھُم مے ژوپن ہۆن لاران وار کراں چھُم

برونہہ کنہِ تعریف پوتس لکہ میجراں چھُم

کم ژے میانی دی کرہے کیا زِشولاں چھُکھ

لولہ نش ژی دور ژلاں فکرِ تراں چھُم

چھے نہ خبر سیانہ فنچ ہیچو بِلکھایو

بومہ لد بُتھ یہ چونوے وائے کھران چھُم

بچو بوز یومیانی کتھ رشوت ستِن راوان وتھ

رشوت کھیون بیہ دن چھُنہ جان۔ امہِ نشہِ مچھ اَسہِ تھاون پان

ناقابِل گی امہِ سیت بور۔ قابِل ہاران پتہ پتہ روٗد

حق چونوی ناحق نیو کھیو۔ ملک تہِ اسہِ ستی پتھ وچھ پیو

رشوت نش تھاو دور کشیر رژ رژ کتھ باوان شبیر

(کشمیری سے ترجمہ)

میرے پیچھے میری بُرائی کرتا ہے اور میرے سامنے میری تعریف۔۔ میری نفرت کس نے تمہیں کرلی تب ہی تُم میری محبت سے دور بھاگتے ہو۔۔ میرے فن کی تمہیں خبر نہیں میں ہجو لکھتا ہوں اور تمہیں پسند نہیں۔

اے بچو نصیحت سُن لو رشوت لینا اور دینا گناہ ہے۔ یہ صیح راستہ نہیں ہے ناقابل آ گیا آگے چل پڑے اور قابل رہ گیے۔ تمہارا حق اس رشوت کی لعنت سے ضایع ہو گیا لہذا اپنے کشمیر کو رشوت کی لعنت سے پاک رکھو یہی باتیں شبیر تُم کو کہتا رہتا ہے۔

☆☆☆

شمس الدین وانیٔ مجرور

شمس الدین وانیٔ المتخلص بہ مجرور بانہالی کھار پورہ بانہال میں رہتا ہے۔ شمس صاحب 2 جنوری 1958 عیسوی کو کھار پورہ میں خواجہ حسن وائیں کے گھر پیدا ہوے۔ ابتدائی تعلیم پرایمری سکول بانہال میں حاصل کی اور پھر میٹرک کا امتحان بھی ہائی سکول بانہال سے ہی سر کرلیا۔ دبیر فاضل میں پرایویٹ طور سے اردو کی ڈگری بھی حاصل کرلی اور محکمہ پی ایچ ای میں بحثیت سپروایزر کے تعینات ہوئے۔

اِنکو اُستاد بننے کا شوق تھا مگر قسمت نے وہاں کا دانہ پانی نہیں لکھا تھا۔ پی ایچ ای میں جونیر انجنیر کی حیثیت سے رِیٹار ہوے۔ شاعری کا شوق بچپن سے ہی پالا تھا۔ اسکی شاعری پر مبنی کتاب دردِ دِل 2018 عیسوی میں پیر پنچال ادبی فورم کی وساطت سے شایع ہوئی۔ مجؔرور بانہالی پیر پنچال ادبی فورم کے نایب صدر بھی ہیں۔ ۔ کلام کا نمونہ یوں ہے:۔

دزہ وزہ ژہ زالتھ میون جگر۔ مے چھُ صجن شامن چانی تھر
گُس ونہٕ دِلچ یہ داٗ دی کانگری۔ گرگر چھُ آسن یہوے نأنگری
خونہٕ طرہ کرم پانٔس۔ آخر کینہہ ناوسرُم پانٔس

کتھ کرنس مے رودُم ڈر۔ وزِ وزِ ژے زولتھ میون جگر
باسان چھکھ زنہ جنتچ ہور۔ ژِ دینس نشہٕ اسکھ واراہ دوٗر
خأرس بدلے کورتھم شر۔ وزِ وزِ ژے زولتھ میون جگر
دروازہ نیرتھ کرتھ سلام۔ دَوان یٚیلہِ چھکھ مالیُن تام
بہ باسیوسے از لے خر۔ وزِ وزِ ژے زولتھ میون جگر

☆☆☆ کشمیری سے ترجمہ

1۔ تُم نے ہر وقت میرے جگر کو چھلنی کر دیا اور مجھے صبح و شام تمہارا ہی ڈر رہتا ہے۔

درد دل کی روداد کس کو سُناؤں ہر وقت یہی مسلہ سامنے رہتا ہے۔

میں نے اپنے جگر کا خون جلا کر تم کو سینچا ہے اور خود کو سنبھال بھی نہ پایا مجھے بات کرنے کا بھی ڈر رہتا ہے ہر وقت میرے دِل کو جلانے پر آمادہ ہوتی ہو۔

تُم جنت کی حور لگتی ہو مگر دین اور دنیا سے بہت دور ہو۔ خیر کرنے کے بدلے مجھے شر ہی ہمیشہ دیا۔ جب بھی تمہیں میکے کا پیغام ملتا ہے تو بس پھر کیا دروازے سے ہی سلام کر کے نکل جاتی ہو۔ تُم نے تو مجھے عمر بھر ایک گدھا ہی سمجھ لیا ہے اور یوں میری زندگی میں میرا جگر جلاتی رہی ہو۔ ☆☆☆

گلاب سیفی

گلاب سیفی کشتوار کے باشندے ہیں۔ یہ غزل گو شاعر ہیں اور اس کی غزلیں ریاست کے مشہور گلوکار راشد جہانگیر اکثر گایا کرتے ہیں۔ لوگ انکی شاعری کو بہت پسند کرتے ہیں۔ گُلاب سیفی کشتوار کے ایک باعزت گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اِنکے والد کا نام خواجہ سیف الدین کرایپاک تھا۔ گُلاب صاحب نے کشتواڑ میں تعلیم حاصل کی اور اکیڈمی آف آرٹ کلچر اور لنگویجز میں تعینات ہوے۔ اس وقت کشتوار یونٹ کے انچارج ہیں۔ حال میں ہی انہوں نے غزل گوئی کی ایک صنف ایجاد کی جس کا نام انہوں نے کشمیری میں تریوت رکھا ہوا ہے یہ تین مصروں کی تخلیق ہے۔ سیفی صاحب ایک بہترین غزل گو مزاح نگار نظم نگار اور نثر نگار قلم کار ہیں اسکے علاوہ کبھی کبھی مزاحیہ اور ظرافت بھرے نظمیں بھی ترتیب دیتے ہیں۔ نمونہ دیکھیے :۔

ماہ رمضانس اندر پیہ اِبن رمضانس چپاتھ

ادبہٕ کس خانس اندر پیہ اِبنِ رمضانس چپاتھ

اوس کرسی جنگ لگتھ دون لیڈرن پرژھتو تمن

کتھ سنا ہر جانس اندر پیہ اِبن رمضانس چپاتھ

اوس اکھ قد ژھوٹ تہ بیا کھ اوس حد نشہ زیوٹھ

توتہِ میزانس اندر پیہ ابن رمضانس چپاتھ

دُشمنن دون اوس گومُت کالہ مِیُل شاید اوے

تازیارانس اندر پیہ اِبنِ رمضانس چپاتھ

گِلہ چھُ گھمسانس یتوی یتھ دورِ بحرانس اندر

اَمنہ رَکس خانس اندر پیہ اِبنِ رمضانس چپاتھ

☆☆☆

1۔ ماہ رمضان میں رمضان کے بیٹے کی پٹائی ہو گئی اور اب ادب کی محفل میں اسکی کوئی عزت نہیں رہی۔

2۔ دو لیڈروں میں کرسی کی جنگ چھڑ گئی تھی۔ وہ بھی ایک بالکل بونا اور دوسرا حد سے زیادہ لمبا بس یہی میزان کرتے کرتے دونوں پیٹے گیے۔ گھمسان (ایک شاعر) کو بس یہی فکر کھائے جا رہی ہے کہ امن کے دوران ابن رمضان کو کیوں پیٹا گیا۔

☆☆☆

جگن ناتھ ساگر

جگن ناتھ ساگر شوپیاں میں پیدا ہوئے۔ بنیادی تعلیم شوپیان میں حاصل کر کے بی اے تک تعلیم حاصل کی اور محکمہ ایجوکیشن میں بطور ٹیچر تعینات ہوئے۔ یہ شاعر فارسی ہندی اور اردو زبان پر پورا عبور رکھتے تھے۔۔ غزل، رباعی، نظمیں، اور مثنوی میں طبع آزمائی کرتے رہے۔ زیادہ تر رباعی پر عبور رکھتے تھے اور حال ہی میں اُنکی رباعی پر مشتمل کتاب اجرا ہوگئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک اچھے رباعی گو شاعر ہیں۔ کچھ نمونہ حاضر ہے:۔

خرکلس مقبرہ کھورتھ کیاہ کورتھ
کانہِ کرنجلن پۆنٕز سورُتھ کیاہ کورُتھ
کر وچھتھ قودرتھ تھِس استانہ سے
اچھ وٹتھ ہلما ژے ڈورُتھ کیا کورتھ

ژوپاسے از چھِ کڈ مژ فاشنن ژھٹھ
کلس پیٹھ پھوت وچھ تھی از گرژھن فرٹھ
سلیکن، جین بیہ یم ٹاپ اڈ ژٹی

وچھتھ یُتھ حال وتھان پانس مے نٹھ نٹھ

دوان از ڈاکٹر تے پیر رشوت

ونان چھِ یم مریضن تے مُریدن

کرِ وکتھ عام یمن چھُنہ کانہہ تہِ ثانی

توہی تامتھ چھے بس ونی سآنی شہرتھ

☆

اکھاہ آو پیشنس دو پہس یہ گو بیسٹ

ووٗنی ما چھُس کام کرن چھُس کرُن ریسٹ

سہٕ اوس ژاپان وُٹھ اندری ونان اوس

مے راوُدسگاہ بنیوٗس ون پینگ گیسٹ

☆☆

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔ بے دماغ آدمی کا مقبرہ بنا دیا تو کیا کیا۔ تُم نے چھاننی میں پانی ڈھویا تو کیا پایا؟

2۔ تُم نے اس آستان کی کیا قدرت اور طاقت دیکھی جو آنکھیں بند کر کے تُم نے اُس سے اپنی مراد مانگ لی۔

3۔آجکل فیشن نے چاروں طرف پیر پھیلائے ہیں سر پر عجیب عجیب فیشن بنائے ہیں۔سلک کی قمیض اور جین لگا کر لڑکیاں میرے وجود کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں۔

4۔ایک آدمی پنشن ہو کر گھر آیا۔گھر والوں نے کہا یہ بیسٹ ہوا، اب تم ریسٹ کرو۔وہ اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا کہ وہ اب تو پے انگ گیسٹ ہو کر رہ گیا ہوں۔

ساگر صاحب 27 مئی 2021 کو اس دنیا سے تشریف لے گیے۔

☆☆

میر محمد قاسم

میر محمد قاسم بانہال کے لامبر گاوں میں میر سیف اللہ کے گھر پیدا ہوے اور 1981 میں فوت ہو گے سنہ پیدائش معلوم نہ ہو سکا۔ یہ فقیر صفت انسان فی البدیہ اشعار کہتا تھا۔ طنز اور ظرافت کے اشعار اُسکی زبان پر ہر وقت رہتے تھے۔ یہ درویش صفت شاعر سماوار میں چاول بنا کر کھاتا تھا اور مرچیں کوٹ کوٹ کر سبزی کے طور پر استعمال کرتا تھا- وہ اُس وقت کے مشہور بزرگ اور نمبردار میر غلام محی الدین کے بھائی میر سیف اللہ کے گھر پیدا ہوئےتھے۔ اُسکی شاعری کی بیاض رحمتؔ بانہالی نے ترتیب دِی تھی جو اُس وقت چھٹی جماعت میں زیر تعلیم تھے۔ ایک آگ کی واردات میں تمام سرمایہ خاکستر ہو گیا۔ اسکے بعد کوئی بھی شعری مجموعہ وجود میں نہ آیا البتہ کچھ اشعار سینہ بہ سینہ چلے آرہے ہیں جو ہمیں دستیاب ہوئے- ذیل میں کچھ اشعار درج کیے جارہے ہیں:-

یِیئے خاک ڈوان آس آنگن۔ تِمےٚ پکن منز ٹانگن

وڈِتھ آمت ہوائی پر گژھُن چُھی مے خاک وسر

یوان مزہ چھُم مے بس گوگجہ ہاکس
بہ کیا منگہ ہے کبابن گوشتہ آبس
(کشمیری سے ترجمہ)

1۔ جو لوگ خاکروب ہوا کرتے تھے وہ آج کل ٹانگوں میں سوار ہو کر پھرتے ہیں۔ جیسے اُنکے پر لگ گیہوں یہ نہیں سوچتے کہ سب کو خاکستر ہونا ہے۔ (اس وقت کی اعلیٰ سواری ٹانگہ ہوا کرتی تھی)

مجھے بس شلغم کی سبزی کو مزہ آتا ہے میں کہاں کباب اور گوشتہ آبہ کھا سکتا ہوں مجھے تو اپنی مرچی یخنی کے برابر لگتی ہے کسی کو سمجھانے کی ضرورت نہیں۔

ستار ڈار

بانہال کے شمال میں ڈار پورہ ایک گاو?ں واقع ہے جہاں کا رہنے والا یہ شاعر ستار ڈار تھا۔ ستار ڈار 1914 عیسوی میں دنیا سے رخصت ہوا ہے۔ اس کے فرزند صاحب کا کہنا ہیکہ یہ شاعر طنز و ظرافت کہنے میں بڑا ماہر تھا مگر نا سازگار ماحول اور غربت کے ہوتے کوئی کلام کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئی۔ وہ وقت ایسا تھا کہ ہر جگہ پیدل سفر کرنا پڑتا تھا۔ پیسوں کی کمی ہوا کرتی تھی تو کتابیں چھپانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا ۔ کچھ کلام جو ہمارے پاس پشت در پشت پہنچا ہے اور سیف الدین ڈار جو خود بھی شاعر ہیں اور ستار ڈار کے بڑے فرزند ہیں کی وساطت سے ہمارے پاس پہنچا ہے۔ اُس میں سے نمونہ کلام یوں ہے؛-

امی عشقہ ژورن کورمے ژھل رسہ اکہِ بہ نیونس آرہ بل

لامبر، عشر ژرِلی۔۔۔۔۔ چھے شہرِ حُسنچ افسری

غافِل ستار ڈار تھاو گن۔۔۔۔۔۔ دردِل رٹن گرشھ ایں سُخن

اللہ ہُو پرٛاندری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چھےٚ شہرِ حُسنٛچ افسری

اس عشق کے چور نے میرے ساتھ بڑی بے وفائی اور مجھے کہاں کہاں نہیں بلایا مگر مجھے کہیں نہیں مِلا میں کیا کرتا حسن والوں کا حُکم جو تھا مجھ میں ٹالنے کی ہمت نہیں تھی مجھے لوکل گاؤں میں ڈھونڈنا پڑا۔ لوکل گاوں (چریل عشر لامبر)

غلام رسول کھوڑہ

غلام رسول کھوڑہ چناب ویلی کا ایک دل پسند شاعر تھا -- یہ شاعر قصبہ ڈوڈہ میں رہتا تھا - اس کی تاریخ پیدائش 27 نومبر 1922 ہے اور 3 مارچ 2011 میں خدا کو پیارے ہو گیے ۔ لڈی شاہ کے طرز پر انہوں نے بہت سی تخلیقات رقم کی ہیں ۔ نمونے کے طور پر کچھ کلام درج کیا جا رہا ہے :-

آمت چھُ از بازر چنگم اوٹ

مینڈ جورا کھیم ہول گو چونٹ

ژاپھ دِی دِی حض اُس تھکان

کتھ اُس نہ نیرن اُس اوس بند

کشمیری سے ترجمہ :-

1 ۔ آجکل کنٹرول (راشن گاٹ) پر چنگم والا آٹا آیا ہے دو تین لقمے کھا کر ہی میرا منہ تھک جاتا ہے اور چبا چبا کر ٹیڑھا ہو کر رہ جاتا ہے منہ سے تب آواز بھی نہیں نکلتی ہے ایسا آٹا گورنمنٹ بیچھتی ہے -

☆☆☆

غلام نبی جانباز

جانباز کشتواڑی جسکا اصلی نام غلام نبی ڈولوال تھا۔ کشتواڑ علاقے کا ایک اعلی پایہ کے شاعر گلوگا اور میوزک ماسٹر تھے۔

اسکے اجداد کشمیر سے ہجرت کر کے کشتوار کے علاقے ڈول میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اس طرح انکی نسبت ڈول سے ڈولوَال ہو گئی۔ جانباز غلام نبی 4/ اگست 1935 میں غلام علی مینگنو کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آٹھویں جماعت تک تعلیم حاصِل کی اور محکمہ جنگلات میں بطور فارسٹر تعینات ہو گئے۔ موسیقی کے ساتھ بے حد لگاؤ تھا جنگلوں میں بھی ریاض کرتے رہتے تھے اوار اعلی پایہ کے موسیقی کار بن گے۔

اُس نے چلنت نام سے ایک کشمیری راگ ایجاد کی جو ملک بھر میں مشہور ہو گیی۔ اسکی شاعری مذہبی رواداری باہمی اور انسانی مساوات کا آینہ ہے۔ اسکی شاعری کی تعریف کشمیر کے مشہور شاعر رحمان راہی نے بھی سراہی ہے اور اُس کو نئے طرز کا شاعر اور موسیقی کار بتایا ہے۔ جانباز صاحب ایک عوامی شاعر تھا

اور لوگوں میں بے حد مشہور تھا۔ ریڈیو کشمیر سرینگر اور دوردرشن سرینگر سے اکثر اپنے پروگراموں سے لوگوں کو محظوظ کرتا رہتا تھا۔

جانباز کو سرکاری اور غیر سرکاری بہت سے انعامات سے نوازا گیا ہے۔

3/دسمبر 1990 عیسوی کے دِن سوموار کو اس عالم فانی سے کوچ کر گیا۔ اور اس کا ساز بھی اسکے ساتھ ہی خاموش ہو گیا۔ سنجیدہ اور اصلاحی شاعری کے علاوہ جانباز مزاحیہ شاعری بھی کرتا تھا تاکہ لوگوں کا دِل بہلایا جاسکے۔

کلام کا نمونہ دیا جا رہا ہے:۔

بہ بنہ ہا مِس انڈیا ہیہ چاک دِنی پنہ نس گریبانس

پزس پیٹھ کانسہِ ژکھ یی تن یہ چھا غم مردمیدانس

☆

بیوٹی فُل مہرین واریو درائے

ویری گڈ مہراز آنگن ژاوٗ

زار بہ ونے بار خُدائے۔ یم گم انگریز بائے زائے

ونی کُس کاشر پاٹھی ونہ نائے۔ یم گم انگریز بائے زائے

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔ میں مِس انڈیا بنتا مگر میرا دشمن چاک گریبان کرے گا۔ سچائی پر اگر

کوئی ناراض بھی ہوگا تو ہوتا رہے مجھے اسکی فکر نہیں۔

2۔ بیوٹی فُل دلہن اپنے پیا کے گھر چلی اور ویری گُڈ دولہا اسکو لینے آیا ہے۔
میرے خدایا میری میری فریاد ہے کہ انگریز جیسی عورتوں نے اب کے جنم لیا
ہے اب کشمیری گانے (ونہ وُن) کون کہے گا۔

☆☆☆☆☆

بشیر احمد خطیب

بشیر احمد خطیب بشیر بھدرواہی کے نام سے مشہور ہے۔ بشیر بھدرواہی جموں و کشمیر کا ایک نامی گرامی شاعر ادیب قلم کار تواریخ نویس، تنقید نگار اور نثر نگار ہے۔ 24 جنور 1935 میں بھدرواہ کے ٹاون میں پیدا ہوے۔ ابتدائی تعلیم (میٹرک تک) حاصل کرنیکے بعد محکمہ ایجوکیشن میں بھرتی ہوئے۔ مختلف علاقوں میں کام کرتے کرتے انہوں نے تعلیم بھی جاری رکھی اور ایم اے بی ایڈ کر کے چیف ایجوکیشن آفیسر کی حثییت سے ریٹایر ہوئے۔ گرین کالونی بھدرواہ میں رہایش پذیر ہیں۔ ایک ایجوکیشنسٹ کے علاوہ ایک نامور تاریخ نویس بھی ہیں۔ جموں صوبہ میں نعتیہ ادب کے حوالے سے اُنکو ساہتیہ اکیڈمی کا ایوارڈ بھی مِلا ہے۔ بھدرواہ کی تاریخ و ثقافت ہمالیائی ریاستوں کے تناظر میں تواریخی کتاب رقم کی ہے۔ جو ایک اہم دستاویز مانی گئی ہے۔ اسکے علاوہ انہوں نے درجن بھر کتابیں لکھی ہیں، جس میں ضلع ڈوڈہ کے لوک گیت، گوشن ہندی پوش (شاعری) غلام نبی ڈولوال، وفا بھدرواہی (مونوگراف) سوچن ترایہ مقالات پر مشتمل کتاب وغیرہ کتابیں رقم کی ہیں۔ انہیں سرکاری وغیر

سرکاری بہت سے انعامات سے نوازا گیا ہے۔ کمراز ادبی مرکز جموں و کشمیر کی طرف سے انکو خلعت کمراز عطا کیا گیا ہے جو بانہال میں دو دِن کی ادبی کانفرنس میں دیا گیا ہے۔ سرکار کی طرف سے لایف ٹایم اچیومنٹ ایوارڈ کے لئے منتخب ہوئے ہیں جو عنقریب انکو تفویض کیا جائے گا۔

بشیر بھدرواہی نے بہت سی نظمیں لکھیں، جن میں مزاحیہ انداز اور طنز بھرا ہوا ہے جس سے ایک عجیب رونق اور لطف پیدا ہوتی ہیں کچھ نمونے حاظر ہے:۔

ژے رنگہ رنگہ پان پاراوتھ جچیر ے۔ یہ کیاہ گٹہ کارٹلہ ناوتھ جچیر ے

مگر دِل شُش ژے ہوژراوتھ جچیر ے

یہ کیا گٹہ کارٹلہ نووتھ جچیر ے

۔کلس پٹھ شوبہ وُن چلماہ ژ ِیتھاوتھ۔

ژے ششتر مال چمچ نال تراوتھ۔

سیدن سادن ژے مگروتھ راوراوتھ

یہ کیا گٹہ کارٹلہ نووتھ جچیر ے

۔چھ کُنہ لانیک ہجر ماران غریبس۔ چھُ کُنہِ اپز یک بجر ماران غریبس

گرِ ھی یی فریاد ہتھ کُنہِ حاکمس نش۔ چھُ انصافک دروجر ماران غریبس

۔لگ ملکھ کرنہِ از دَیِّس فریاد۔ زونہ پٹھ کیاز کھوت یہ پھاٹن واد

مۆلہ کیاہ یم بناوایٹم بم ۔ آبہ پھیور، بالہ میژ تہ آتش باد

☆☆ کشمیری سے ترجمہ

1۔تم نیاے حقے اپنے آپ کو رنگا رنگ سجایا ہے تو ایسا کیا کیا کہ تُم سب کا دِلجیت گئی۔ تُم نے جگر دِل اور چھاتی کا ستیاناس کر دیا پھر بھی لوگ تم کو پیار کرتے ہیں۔ تمہارے سر پر ایک چھوٹا سا تاج رہتا ہے جسمیں تما کو بھرا پڑا رہتا ہے اور لوہے کی زنجیر کے ساتھ آگ پکڑنے والا چمٹا بھی بڑی شان سے لٹکتا رہتا ہے۔ اور اسی ادا سے تم نے لوگوں کا راستہ بھٹکا دیا ہے۔

2۔قسمت کی ستم ظریفی کسی جگہ غریب کو مار دیتی ہے اور کسی جگہ جھوٹے وعدے۔ اگر کسی حاکم کے پاس زیادہ لے جانا بھی ہے تو وہاں اسکو انصاف کی مہنگائی مار دیتی ہے۔ سماوار کی نظم سے چند اشعار:۔

اکی نازنین حسینن کرگرائے سماوارس

مَل پیوس دوداتھن پوز کھیئے درائے سماوارس

اکھ آبہ چونچہ تراوتھ نی ناروار بورنس

کمہِ تاوسیت تراون ادچائے سماوارس

پھکھ لج دواں سیت نگلن دہہ چشمنی لگان لوگ

لوگ موختہ بناں اشکس گرکھ آئے سماوارس

نٔونس دٕدس تہٕ آبس سپدٕن گرم شراباہ

کور شوقہ دستِ حُسنَن اتھ لاے سماوارس

گمہٕ جوشہ ہرنہ چشموٗ ٹھسہ راے تٕجن پیالَن

۔اکھ گراے دِژن زُلفن اکھ گراے سماوارس

پیہ چانہِ نظر وٕپچھ اکھ ژھاے سماوارس۔ یم نازنتہ نگاراکتہِ آے سماوارس

امہِ بحر بیکرانک اکھ قطرہ دِتم ساقی یود خالقن چھُ تھووُمت تھود پاے سماوارس

جادو بیان بشیرؔس دِتہ داد از کلامس۔ یم مایہ چانہِ کتھ تام گرناے سماوارس

1۔ایک نازنین نے جب سماوار کو ہاتھ میں لیا تو پھرتی سے چاے ڈالنے کے لیے آگئی۔ پانی بھر کر بیچ میں آگ ڈالنے کا انداز بھی خوبصورت ہے اور پھر ایک ادا سے سماوار سے چاے ڈالتی ہے۔ جب وہ آگ میں پھونک مارتی ہےتو آنکھوں میں شبنم کے قطرے نکل پڑتے ہیں۔ چاے ڈالتے ہوےپیالیاں جب آپس میں ٹکراتی ہیں تو ایک ادا سے اپنے زلفوں کو پیچھے دھکیل کر نازک ہاتھوں سے چاے ڈالنا ایک عجیب سماں پیدا کرتا ہے یہ سارے ناز اور نخرے سماوار میں اُسی کے ناز و ادا سے پیدا ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆
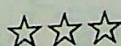
رند شمس بانہالی

خواجہ رند شمس بانہالی جموں و کشمیر کے بانہال علاقے میں رہتے ہیں۔ یہ گاوں ٹاون سے متصل آدھے کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہ ایک صوفی شاعر تھے اور صرف نصیحت آموز کلام لکھتے تھے۔ اُن کے تخلیقاتوں میں پرتو خیال، پند نامہ شمس، پرتو شمس پرتو نور اور گلدستہ رند شمس وغیرہ موجود ہیں۔ یہ شاعر 1930 میں پیدا ہوا پہلے پہل شمس بانہالی تخلص اختیار کرتے تھے بعد میں رند جوڑ کر رند شمس کر دیا اور اسی نام سے لکھنے لگے۔

اس شاعر کے متعلق ظاہر بانہالی نے ایک مونوگراف بھی لکھا ہے جو کشمیری اور اردو میں دستیاب ہے۔ اس شاعر نے نہ صرف سنجیدہ ادب لکھا ہے بلکہ طنزیہ اور مزاحیہ ادب لکھ کر ہمیں محظوظ کیا ہے:۔

نمونہ کلام یوں ہے:۔

ہمل دِل کمل کال ۔ ییو وشریو کھیوو سال

احد کنۍ وچھ جمال ۔ ییو وشریو کھیوو سال

عقلہ ہُند آگرو نان پانس تس ناداَنس ونے کیا

کاوس پزیاہ زاہ دِنۍ زیر سیاہ دِلس کیاہ ونہ سیر

ٹاوٹاوکران بوز ناوِ جہانس تس نادانس ونے کیا

**

زوجان کورتھ ضایع کمہِ آیہ شرابی

ایمان کورتھ ضایع کمہِ آیہ شرابی

چیتھ دام ڈُلیُ ہوش منوش گوی کیاہ

اہل وعیال کورتھ ضایع کمہِ آیہ شرابی۔

ہمل دِل کمل کال آوبچوکھاوپیواورسنواللہ ایک ہے۔ اسکا جمال ہر جگہ دیکھنے کوملتا ہے۔

2۔ جس نے بھی اپنے آپ کو عقل کا منبع سمجھا وہ غلطی پر ہے وہ نادان ہے۔ اپنی بات کوے کو کبھی بھی سنانا نہیں چاہے وہ تمام دنیا کو ٹاوٹاو کر کے سنایے گا اور تمہارا راز فاش کردے گا۔

3۔ اپنے آپ کو شراب پی کر ضایع مت کروایمان سے بھی اور صحت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اپنے آپ کو شراب پی کر ہوش اور جوانی ضایع مت کرو اور اپنے اہل وعیال کو بھی پریشان مت کرو۔ یہ شاعر 31 جون 2020 عیسوی کواس عالم فانی سے چلا گیا۔

☆☆☆

غلام نبی نایک

غلام نبی نایک نام اور شہباز تخلص رکھتے تھے۔ بھروٹ راجوری کا رہنے والا تھا۔ شہباز کا تاریخ پیدایش 24 فروری 1940 عیسوی ہے۔ یہ ادبی آسمان کا ایک چمکتا ستارہ رہا ہے۔ کشمیری، گوجری، پہاڑی اردو اور انگریزی میں لکھتے ہیں اور ایک ماہر استاد کی حثیت سے جانے جاتے ہیں۔ محکمہ ایجوکیشن میں اُستاد رہے ہیں اور پرنسپل کے عہدے سے ریٹایر ہوئے ہیں۔ انہوں نے ابھی تک پندرہ کتابیں لکھی ہیں جسمیں شاعری، تنقید، تواریخ وغیرہ اہم مضامین پر ایک کتاب ژھتہ گمژ آواز کو ساہتیہ اکیڈمی ایوارسے بھی نوازا گیا ہے۔ شہباز صاحب نے تعلیمی نظام کو بڑھاوا دینے کے غرض سے بڑا کام کیا اور غلام شاہ بادشاہ کو قایم کرنے میں ایک اچھا رول ادا کیا۔ ڈاکٹر عزیز حاجنی کا کہنا ہے کہ شہباز کی شاعری میں ایک انوکھا پن اور الگ خصوصیت ہے۔ سنجیدہ شاعری کے ساتھ ساتھ مزاحیہ شاعری بھی دیکھیے:-

خوداوندا مسلمانن چھ شامت

گرژھان رنگہ رنگہ دوہے کاژاہ ندامتھ

اِکس چھُم ککڑ ناٹن مال حضرت

چھُ بیا کھاہ جنت بدلے ہار کا سان

غریبن ژوچہ ورن کیُت پانسہ ٹیونکا

نوان وہلا وتھے ماہر چھِ آسان

کشمیری سے ترجمہ

1۔ خداوندا مسلمانوں کو اپنی ہی شامت ہر وقت گھیرے رہتی ہے ہر جگہ اُنکے پیچھے کوئی نہ کوئی مسلہ لگا رہتا ہے۔ حکومت اس وقت وہ لوگ کرتے ہیں جو جاہل اور نادان ہیں۔

2۔ ایک آدمی ایک روٹی کے لیے ترستا ہے تو دوسرا مرغ مسلم کھاتا ہے یہاں غریبوں کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہتا ہے۔

☆☆☆

عبدالغنی گیری

عبدالغنی گیری جنکا تخلص منشور بانہالی ہے، ہمارے ادبی حلقوں کا ایک باوقار اور جانا پہچانا نام ہے۔ منشور صاحب بانہال کے بنکوٹ گاوں میں قیام پذیر ہیں۔ جو بانہال ٹاون سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر واقعہ ہے۔ انکے والد کا اسم گرامی خواجہ غلام رسول گیری تھا وہ ایک بارسوخ اور متمول شخص ہو کر گذرے ہیں۔ کاروبار کرتے تھے۔ منشور صاحب جموں و کشمیر کے ایک عظیم شاعر قلم کار نثر نگار، تاریخ نویس، ترجمہ کار اور معلم ہیں۔ یہ قلم کار بنکوٹ گاوں میں 1948 عیسوی میں پیدا ہوئے۔ بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اردو اور انگریزی میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور ترقی پاتے پاتے پرنسپل کے عہدے تک پہنچ کر اپنی نوکری سے باعزت ریٹائیر ہو گئے۔

جناب بشیر بھدرواہی نے اِن کے متعلق لکھا ہے " منشور بانہالی ایک معروف شاعر نقاد مورخ اور ترجمہ کار ہیں ادیبوں کے کاروان میں ایک بڑا اور مقبول نام رکھتے ہیں

حال ہی میں اُنکو ساہتیہ اکیڈمی دہلی کی طرف سے اُنکی شاعری کی کتاب یتھ واو حالے ژونگ گس زالیکو سال 2023 کے بہترین کتاب کے طور پر

منتخب کیا گیا ہے۔" منشور صاحب کے کلام کا نمونہ دیکھیے :۔

چھُ قابِل درندامت یہ گیہ نقلیچ کرامتھ

چھُ نا قابِل سلامتھ یہ گیہ نقلیچ کرامتھ

گرٛ ھان یم نقلہٕ ستھن پاس بنیمتیٚ تم شہر کی باس

کران چھِ نہٕ تم حجامت یہ گیہ نقلیچ کرامتھ

بلیڈا ہتھ اتھس کیتھ کتابن چھی ہیوان نیتھ

خُلاصن آے شامتھ یہ گیہ نقلیچ کرامتھ

☆☆

بشن ہُش مُش کرتھ نیو حُکم جاری

عراقس پیٹھ کرن پیہم بمباری

پتولا کن کہین تتہ گونہ حاصِل

لچھووادے خلق مارکھ بچاری

**

بُنن یود وچھُے ژرے بوڈ فنکار اے دوست

ژکر تیلہ لا بیا تیار اے دوست

قندس یم نوٚن تِی نونس وَنن قند۔۔ ننے مُفتی گنڈِتھ دستار اے دوست

چھُ لُدنی علم اکھ اکرام رُبہ سُند ۔ أتن راوان چھِ بڈ عالم تہ فاضل

یہ چھے اکھ تور کُے فیضان آسان ۔ چھُ ٹیوشن پرنہ ستی ماگرشھان حاصِل

☆☆

کشمیری سے ترجمہ

یہ سب نقل کی کرامت ہے جو نا قابل پاس ہوئے اور قابل فیل ۔ جو نقل کر کے پاس ہوتے ہیں وہی شہر کے باس بن جاتے ہیں ۔ وہی خلاصوں کی حجامت کر کے اُنکی شامت لاتے ہیں ۔

1 ۔ حضرت بُش نے بے سوچے سمجھے حکم جاری کر دیا اور عراق پر بمباری کر دی تلاشی لینے پر وہاں سے کُچھ بھی نہ نکلا اور شرمندہ ہوا مگر تب تک بہت بے گناہ مار دیئے گے تھے ۔

2 ۔ اگر تُم نے ایک بڑا فن کار بننا ہے تو اپنی کوئی لابی تیار کرتے جاو جو میٹھے کو زہر اور زہر کو میٹھا بولتا رہے اور تیرے سر پر مفت کی پگڑی باندھیں گے ۔

☆☆☆

غلام محمد خان

غلام محمد خان بانہال علاقے کا ایک دِل پسند رومانی شاعر ہے اسکا تخلص دِلفگار ہے۔ اسکے والد کا اسم گرامی خواجہ احد خان تھا۔ دِلفگار کسکوٹ کے ہاڑ بیر علاقے میں رہتے ہیں۔ یکُم اپریل 1943 عیسوی میں پیدا ہوے۔ محکمہ ایجوکیشن میں استاد کی حثیت سے بھرتی ہوئے۔ اور سینئر ٹیچر کے عہدے پر پہنچ کر باعزت ریٹائیر ہوگے۔ جناب دِلفگار نے دو کتابیں رقم کی ہیں۔ جناب منشور صاحب نے اُنکو بانہال کا رُسل میر کہا ہے۔ یہ شاعر اپنے سامعین کو اپنے میٹھے اور سریلے آواز میں اشعار سنا سنا کر محظوظ کرتے رہتے ہیں۔ بچپن میں خود موسیقی سے کافی لگاو رہا ہے اور گانے کا شوق بھی پال رکھا ہے۔ اپنے لطیف کلام سے سامیعن کو ایک رومانی دنیا کی طرف کھینچ لیتے ہیں۔

بہ ودنا مدن وار رُٹھ میانن زچن پیٹھ
گرِ ھتھ رام ییہِ ناسہٕ ساسن لچھن پیٹھ
زچن باو کھوت جندہ گریو زٕور سخ روٹ
چھُ باقی پھرن میون وُنہِ کرِ ھ وچن پیٹھ

چیر مین صابس تہ گنہ لیس چھ وژھ مژ

اکس پاچہ ژاکس تہ دون بوقہ وچن پیٹھ

چھ دوشون گرن منز سخت شورِ غوغا

دپن شور وو تھمُت بھتس تے ژوچن پیٹھ

مکاے آس از لے مُزِ رمیادہ دادِس

بڈس گو بہانہ صرف شین وچن پیٹھ

ڈولے رنگ وچھتھ یام بُتھ پُلسہ واِلس

ژٹتھ راتھ سارے ژے تالو پچن پیٹھ

بندگی کری کری تہِ لوگھ سیود تہ ہول

زانہہ تہِ کر بوزُن توگُے شکرانہ میون

کشمیری سے ترجمہ

نمونہ کلام یوں ہے:-

1۔ میں کیوں نہ رولوں میرا معشوق دو روٹیوں پر روٹھ گیا اب اُسے ہزاروں لاکھوں میں بھی نہ خریدا جاسکے گا۔

2۔ پرانے کپڑے بیچنے والوں نے اپنا دام بڑھا لیا ہے مگر میرا پھرن ابھی تک باوجود بازو نہ ہونے کے بھی کام دے رہا ہے۔

3۔ چیرمین صاحب اور ڈپٹی چیرمین کی آپس میں لڑائی ہوگء، اس بات پر کہ بھیڑ کی چار ٹانگیں اور گردے اب کی بار کون لے کر گھر جائے گا۔

4۔ مکی کا آٹا تو پہلے ہی معدے کے لیے مضر تھا اب بوڑھا بیچارہ چھ روٹیاں کھا کر اس دنیا سے ہی چلا گیا۔

5۔ اے خدایا میں نے بندگی کر کر کیساری عمر گذاری مگر میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے کہا تھا کہ میرا گدھا خراب ہے اُسکو اس دُنیا سے لے جا مگر تُم میرے بیل کو لے گیے۔ تُم گدھے اور بیل میں فرق نہ کر سکے

محمد امین ڈولوال

محمد امین ڈولوال کشتوار کے رہایش پذیر ہیں - ایک اچھے قلم کار ہیں پیروڈی اور ظرافت لکھنے میں ماہر ہیں- امین صاحب جانباز کشتواڑی کے بھائی ہیں۔ اُن کے والد صاحب کا اسم گرامی عبدالغنی تھا - جناب اسیر کشتواڑ محسن لکھتے ہیں امین صاحب پچھلے پچیس سالوں سے طبع آزمائی کرر ہے ہیں۔ وہ کشتوار کے موجودہ دور کے شاعروں میں ایک اہم نام ہے جسکا کلام اکثر محفلوں میں گایا جاتا ہے۔ اسکا تاریخ پیدائش 13 مارچ 1946 عیسوی ہے

نمونہ کلام یوں ہے:۔

بوچھ ہوتاہ مومُت اوس منزوتہِ پیومُت اوس
تُھد یلہ تُلکھ وژُن تس یڈ پیٹھ یہ لیکھتھ اوس
سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
لوکن چھلہ ودل گیہ کامیاب دل بدل گیہ
کُرسی رٹھ مشتھ گوکھ یاد بس یتھوے چھکھ
اُتر اترے کِنارے جب کارواں ہمارا

کشمیری سے ترجمہ

1۔ایک بھوکا راستے میں مرا پڑا تھا- جب اُسکو اُٹھایا گیا، تو اُسکے پیٹ پر یوں لکھا دیکھا گیا

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

2۔لوگ بکھر گیے اور دِل بدلو کامیاب ہو گیے کُرسی پکڑ کے بیٹھ گیے اور بس اتنا یاد رہا (اُترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا)

3۔میرے سینہ کا زخم بہت گہرا ہے میں تُم کو دکھاتا مگر دکھانے سے منع کر دیا گیا ہے۔

☆☆☆

محمد عبداللہ گنائی

محمد عبداللہ گنائی المتخلص شیدا بانہالی مشہور مثنوی نگار اعمیٰ عبدالرحیم المعروف اعمیٰ بانہالی کے فرزندوں میں سے تھے۔ شیدا صاحب کے دادا جان اعمیٰ صاحب کا بھائی تھا۔ اعمیٰ صاحب کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ شیدا صاحب 1924 عیسوی میں ناگام کے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ شیدا صاحب نے آجکل وہیں مکان بنالیا ہے جہاں ایک وقت میں درس گاہ عبدالرسول قایم تھا۔ جہاں سے اعمیٰ صاحب نے تعلیم پائی تھی۔ شیدا صاحب کو اولین وقتوں سے ادب کا شوق وراثت میں مِلا تھا اور وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا گیا۔

شیدا صاحب پیشے سے اُستاد تھے اور بزم ادب بانہال کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ پڑھنے لکھنے کے ساتھ اُنکا گہرا رشتہ تھا۔ عام کتابوں کے علاوہ لٹریچر کے ساتھ گہری دِلچسپی رہتی تھی اور اکثر مذہبی کتابوں کی ورق گردانی میں مشغول رہتے تھے۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ کچھ کرو کرنے کا پھل ملے گا۔ زندگی کا ہر لمحہ قیمتی ہے اسکو گنوانا عبث اور نادانی ہے۔ شیدا صاحب نے بہت سا کلام لکھا ہے مجھے اسکی جو بیاض اُسکے فرزند ارجمند ڈاکٹر خالد رسول کی وساطت سے

میسر ہوئی، اُسمیں 168 غزلیں، نظمیں، مناجات اور نعوت مبارکہ درج ہیں -میں اُسکو ترتیب دے رہا ہوں انشااللہ جلد ہی منظر عام پر لائی جاے گی-شیدا صاحب ایک خوش پسند اور موزون مزاج رکھنے والے شاعر تھے۔ ہنسنا ہنسانا اُسکا فطرتی عمل ہوا کرتا تھا۔بچوں کے ساتھ بچہ بننا اور بڑوں کے ساتھ بڑا بن جانا اُسکی ایک خاص ادا تھی-اپنے سے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرنا اپنا فرض جان کر کرتے رہتے تھے۔اسکے کلام کہنے کا انداز نرالا اور نہ بھولنے والا ہوا کرتا تھا۔یہ قلم کار یکم ستمبر 2004 عیسوی میں اس دار فانی کو الوداع کر گیا۔کلام کا نمونہ دیکھیے :-

(کشمیری سیترجمہ)

پوز ہے بوز کھاپزوی ون۔ سیز رَس وُنی چھنہ کانہہ تہِ سَنن
پزرس چھنہ وُن جائی کانہہ۔ ینہ کانہہ بوزِی لائی کانہہ
ینتہٕ بے بوجس چھُنہ پُرسان۔حق ناحق کھتھ ہٹہ لِٹہِ سان
ینہ بَرکھ پروائی کانہہ۔ ینہ کانہہ بوزی لائی کانہہ

☆☆

سانی حالتھ وارداتھ بنیاۓ ۔ گھےحادثاتھ مُلا قاتھ بنیاۓ
باۓ بُندُتھ تہ لولُک نیاۓ۔مِلہ وِتھ خدشاتھ بنیاۓ

ۄلوٗل محبت عام گوٚتہ قدر قیمت گوٚس کم

حدروس رودس بنتھ یتھٕ دِلس منز درد وغم

1۔ اگر سچ جانو تو سچ مت بولو جھوٹ ہی کہہ ڈالو کیونکہ آجکل سچ کوئی نہیں سُنے گا۔سچایی کی اب کہیں جگہ نہیں ہے اگر سچ بولو گے تو ضرور پٹو گے۔

2۔ ہمارے حالات اب واردات بن گیٔے ہیں حادثات جب جب ہوے ہماری ملاقات کا سبب بن گیٔ۔ بھائی چارہ اور محبت کی داستانیں جب سنتے ہیں تو خدشات نے جنم لے لیا۔

3۔ محبت اب اتنی عام ہوئی کہ اسکی قدرو قیمت گھٹ گیٔ۔اس لیے حد سے زیادہ میں نے درد وغم اپنے اندر ہی پال رکھا ہے۔

4۔ یہ قلم کار یکم ستمبر 2004 عیسوی کو اس دنیا فانی کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اکیڈمی نے اسکی تربت پر لوح مزار لگا دیا ہے۔

وزیر محمد وزیر

بانہال کا ایک گاوں کسکوٹ ہے جو دو کلو میٹر کے فاصلے پر بانہال ٹاون سے دور پڑتا ہے- اسی گاوں میں وزیر محمد خان نے یکم جنوری 1946 عیسوی میں ایک باعزت گھرانے میں جنم لیا۔ خواجہ غلام رسول خان (لسہ خان) اُسکے والد کا نام تھا۔ شومیِ قسمت ابھی وزیر محمد بچپن کے دور سے ہی گذر رہی تھی کہ اُس کے والد صاحب کا انتِقال ہوا۔ اسکی ساری ذمہ داری اسکے بڑے بھائی ثنا اللہ نے سنبھال لی- وقت گذرتا گیا اور وزیر کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا مگر صرف آٹھویں جماعت پاس کر کے انہوں نے محکمہ ٹرانسپورٹ میں نوکری حاصل کی اکثر سکولوں میں آکر فلمی گانے گا گا کر بچوں کو ہنساتا اور محظوظ کرتا تھا - مجھے یاد ہے کہ ٹھہار ہائی سکول میں ہم اُسکے گانے اکثر سُن سُن کر خود بھی گانے کی کوشش کرتے تھے، اسطرح سے وہ ایک کلاکار کی حثیت سے سارے علاقے میں مشہور ہو گیا۔ کچھ وقت کے بعد وہ محکمہ انفارمیشن کے ساتھ بحیثیت ایک آرٹسٹ منسلک ہو گیا جہاں اُسکے فن اور تخیُل کو بلندی عطا ہوئی - ایک گلوکار ہونے کے ناطے وہ اپنے اشعار بھی لکھتا تھا - اور پھر اُنکو سُر اور ساز دے کر گاتا تھا-

اُسکا معیار بُلند ہوتا گیا اور لوگ اسکو ایک اچھا شاعر اور گلوکار کی حیثیت سے جاننے لگے۔ اپنے اعلیٰ فن اور محنت کی وجہ سے وہ میوزک کمپوزر کے عہدے تک پہنچ گیے اور تمام ساز از بر کر لیے۔ وہ ایک بہترین شاعر اور موسیقی کار کی ہونے کے ناطے سے ریڈیو کشمیر جموں و کشمیر، دور درشن سرینگر اور انفارمیشن ڈپارٹمنٹ میں اپنے پروگرام دیتا رہا۔ اُسکے کلام کو پڑھ کر ہمیں یہ باور ہو جاتا ہے کہ وہ ایک خدا دوست انسان تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر ہر وقت کُچھ نہ کچھ پانے کی تڑپ میں رہتا ہے نمونہ کلام یوں ہے:۔

اَحدس چھُ سوُرے بارِمے کیاہ دارِ بہ کُس چھُس
بہ تہِ پرار پننہ اَنوارِ مے کیاہ دارِ بہ کُس چھُس
یَس لانہ ازلےَ گارِسہ کھارِ ڈونگہ دِتھ لعل
نادار ناوکیاہ ہاتارِ مے کیاہ دارِ بہ کُس چھُس

☆☆☆

مے چھَ وانج ہنہ ہنہ سوختہ گمرِ ینہ موختہ چھلکھ نادانن منز
چھوکہ داوی جگر تیمی قومس کورسے واعظ پران ایوانن منز
یہ چھُ نذرانہ تہندن شُکرانن یمِ دوہ راتھ دِوان آس دینک دَم
بُتراثِہ تہِ کھرِ رَتہ پراژ برتھ کُس زہر بور کھ اِنسانن منز

مسمار کورِکھ مندر مسجد یتۍ نار دِتوک استانن تام

یہ چھۍ ورِنۍ کاشر کوٗر بچاری ہینہ آمژ دون شیطانن منز

کشمیری سے ترجمہ

1۔ خدایا مجھے نظر کرم فرما اگر تُم مجھے سیدھی نظر سے نہیں دیکھو گے تو کون ہے، جو میرا سہارا بنے گا۔

اسکے علاوہ لوگوں کو خوش رکھنے کے لیے کچھ مزاحیہ اشعار بھی ترتیب دیتا تھا

1۔ تمام کام تو اللہ کے ذمہ ہیں مجھے کیا کرنا ہے میں کس شمار میں ہوں۔ میں اپنی باری کا انتظار کرتا رہوں گا اور اپنی باری سے جاوں گا۔ جس کو اللہ نے پہلے ہی چن لیا وہ سمندر سے جواہر چنے گا غریب یا بے قسمت ناو ہی چلاتا رہے گا اسے کچھ بھی ملنے والا نہیں۔

2۔ میں جگر سوختہ ہو چکا ہوں نادانوں میں موتی مت لٹاو کُچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جس نے قوم کو غلط راستہ دکھایا وہ تو خود ایوانوں کی سیر کر رہا ہے یہ اُنکا کرم اور خیر ہے جو دین کا دم صبح و شام بھرتے ہیں۔

ملی ٹینسی نے ہماری ساری زمین کو خون ہی خون کر دیا ایسا زہر بھر دیا۔ مسجدوں اور مندروں کو مسمار کر دیا اور آستانوں میں بھی آگ لگا دی یہ بیچاری کشمیر کی دھرتی بے سروسامان کے دو شیطانوں کے بیچ پھنسی ہوئی ہے۔

غلام رسول خان

غلام رسول خان بانہال کے ناگام گاوں میں رہائش پذیر ہیں ۔خواجہ ارسلا خان کے گھر 15 مئی 1949 عیسوی میں پیدا ہوے۔ بنیادی تعلیم پرایمری سکول میں حاصل کی اور پانچویں پاس کر کے اپنے کاروبار کی طرف لگ گے۔شاعری کا شوق بچپن سے ہی تھا اسلئے ادب کے ساتھ جڑ گیے - ادبی مرکز بانہال کے اولین ممبروں میں سے ہیں۔کہنہ مشق شاعروں جیسے منشورؔ صاحب اور شیداؔ صاحب کے ساتھ رہ کر اسکا فن بھی پختہ ہوا- اور اچھے اچھے شعر کہنے میں مہارت ھاصل کی اکثر مشاعروں میں اچھا کلام لے کر آتے ہیں مزاحیہ کلام بھی لکھتے ہیں نمونہ حاضر ہے:۔

کتہ زدون کینہ اونچ تےٚ نیچ ۔۔۔۔یکجا ونہ کین خوجہ تےٚ موچ
کھارن نیٚ ڈارن ژورِ کچ پۆژ ۔۔۔۔۔۔وچھِوسہٕ بدماش کانسہِ ماکھوژ
چھانن کر پانس واتل کوٚر ۔۔۔۔۔۔حیران گوسورویتانترے پور
چھانن ماوچھ ہوکیاتہ بہ کیا۔۔۔۔۔۔۔واتل کورِ پرُن دانس تل نکاح
کتہ تام پادگو بیمارِ دیو۔۔۔۔۔۔۔انسانن رٹن گگہ پیٹھ زیو

کشمیری سے ترجمہ

1۔آجکل کی زمانے میں اونچ نیچ کہاں رہی اب تو خواجے اور موچی ایک جیسے ہو گیے۔لوہار نے ڈاروں کی بکری چوری کی دیکھو وہ بدماش کسی سے نہیں ڈر۔ترکھان نے موچی کی لڑکی سے شادی کی تمام علاقہ حیران ہو گیا۔عشق میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

کہیں سے بیماری کا دیو آ گیا جس نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ہمارے منہ بھی بند کر گیا ہے

☆☆☆

مختار احمد وائیں

مختار احمد وائیں راجوری تھنہ منڈی میں رہتے ہیں۔ آل انڈیا انسچیوٹ آف ہای جینز اینڈ پبلک ہیلتھ محکمہ میں بحیثیت سی - ایچ - او کے کام کرتے تھے۔ مختار صاحب نے تھنہ منڈی راجوری کے ایک باعزت وائیں خاندان میں یکم جنوری 1949 میں جنم لیا۔ پہلے پہلے پہاڑی ادب کے ساتھ جڑے ہوے تھے۔ پھر کشمیری ادب کے ساتھ دِلچسپی لینا شروع کیا۔ ثاقبؔ اپنا تخلص اختیار کیا اب کشمیری ادب اُس کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا ہے۔ پیر پنچال کوشر مرکز تھنہ منڈی راجوری پرونژ ادبی کاروان کے جنرل سیکریٹری ہیں۔ عام نظمیں لکھتے ہیں اور مزاحیہ رنگ بھی بکھیرتے رہتے ہیں۔ کلام دیکھیے:۔

خلاف فطرت ونے کہانی

زِ بجر سے مے آے جوانی

مے یاونگ سونتھ آم باغس ------- مے پھیوریژ کال آب ناگس

مے سونتھ سپد یوم پوہس تہ ماگس۔ مے گاش پھیورُم ہا اچھ چراغس

خُشک کشن منزآے رُوانی

زِ بُجر سیمے آئے جُوانی

دُبار گول شین کوہ سارن ۔۔۔۔۔۔۔۔ دبار جوش آو آبشارن

دو بار رُوے ہوو لالہ زارن ۔۔۔۔۔۔ دُبار پھل پوش مرغزارن

توے وڈان چھُس بہ آسمانی

زِ بجرُ سے مےٗ آئے جُوانی

مے کور نمے تمی اِشارے ۔۔۔۔ دِلس مے دُبرائےٗ گیہ دُبارَے

مے لولہ مس کُے کھوتُم خُمارے ۔۔۔۔۔۔۔۔ مے ثاقبا آم بالہ یارے

دِلس سٹھاہ گے مے شادمائی

زِ بجر سے مے آئے جُوانی

نظم ۔۔ (میأنی جوانی)

کشمیری سے ترجمہ

1۔ میں خلاف فطرت کہانی سُناوں گا۔ بوڑھاپے میں میری جوانی لوٹ کر آئی ہے ۔ اور میرے سوکھے چشمہ میں بہت دیر کے بعد پانی آ گیا ہے۔ میرے بہار میں بہار آ گئی ہے اور میرے چراغ میں پھر سے روشنی جل اُٹھی۔ میری کھجلی کم ہو گیی میرے بوڑھاپے میں پھر سے جوانی آ گئی۔

2۔ دوسری دفعہ برف کہساروں میں پگھل گئی اور آبشاروں میں جوش بھر گیا

دوسری دفعہ سبزاروں نے اپنا گلابی چہرہ دکھایا اور پھر سے مرغزاروں میں پھول کھلے لگے اسی لیے میں آسمانوں میں اڑ رہا ہوں کیونکہ بوڑھاپے میں جوانی پھر سے آگئی ہے۔

☆☆☆

محمد یوسف بٹ

محمد یوسف بٹ ایک پہاڑی علاقہ مہومنکت کے علاقے مہومنکت کے مہو علاقے میں رہائش پذیر ہے۔ یہ علاقہ ناچلانہ (رام سو) سے تقریباً بیس کلومیٹر دور ہے جو بانہال کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ مہو اور منکت دو الگ الگ گاوں ہیں اور انکا فاصلہ پانچ کلومیٹر ہے۔ اسکے ساتھ اور بھی کئی گاوں جڑے ہوئیہیں جن کے درمیاں میں بجہ ناڑی کا گاوں پڑتا ہے۔

پہلے پہل لوگ بانہال سے پیدل ہو کر جاتے تھے اور تقربا پانچ گھنٹوں کا پیدل سفر ہوا کرتا تھا جو میں نے بھی اپنی ڈیوٹی کے دوران کئی بار کیا ہے۔ اب سڑک ہونے کی گاڑی کی آمدورفت ہے اور آنا جانا آسان ہوگیا ہے۔ مہو ایک خوبصورت اور دِل پذیر علاقہ ہے۔ دیوداروں سے گھرا علاقہ ہے اور موسم بہار میں یہاں بہت خوشگوار موُسم رہتا ہے۔

اسی علاقہ کا ایک قلم کار محمد یوسف بٹ ہے جس نے اپنا تخلُص بمبور رکھا ہوا ہے، جو بومبرُن باغ کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ محمد یوسف بٹ نے ایم اے انگریزی بی ایڈ تک تعلیم حاصل کی ہے اور ایک اُستاد کے طور سے محکمہ تعلیم

میں کام کر رہا ہے۔ محمد یوسف بٹ نے بومبرُن باغ کے نام سے ایک ادبی تنظیم قایم کی ہے۔ جسکے وہ خود صدر ہیں۔ محمد یوسف کا جنم یکُم جنوری 1970 میں مہو کے گاوں میں عبدالعزیز بٹ کے گھر میں پیدا ہوا۔

اولین تعلیم مہو میں حاصل کر کے ہائیر سیکنڈری سکول بانہال میں بارہویں تک پڑھ کر اُستاد تعینات ہوئے۔ آجکل بجناڑی مہو میں تعینات ہیں۔ ادب کے ساتھ بڑی دِلچسپی ہے اور ادبی پروگراموں میں اکثر حصہ لیتے رہتیہیں۔ وہ ایک سماجی کارکُن بھی ہیں اور اپنے علاقے کو باقی ملک کی طرح خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ حکومت وقت تک اپنی گذارشات پہنچاتا رہتا ہے مزاحیہ ادب بھی لکھتا ہے کچھ نمونہ یوں ہے:۔

مے سیودو چھتہ بالہ یارو نتہ مارے پان
کھش کورتھ میانن اَمارن یی گواجان
لوکہ چارس ہاوتھم کَم کَم شالیٖ تارکھ
بجرس اندرونہِ تہِ چھُم مے چوُنے دھیان
اچھن تہ ناوَن چھُس ون دَوان تہ ژھانڈن
عشقہ موت ماژن بالیی چھُنہ آسان
سارے سے گامس جمع کرِتھ بہ کر فریاد

بمبورؔ چھُے یمبر زلہ ہندِ باپتھ پریشان☆

(کشمیری سے ترجمہ)

1۔اے وقت کے حاکم میری آہ وزاری سنو- میرے شہر کا بھی کچھ سوچو ہم دور دراز علاقے کے رہنے والے لوگ ہیں ہمارا کویی حاکم نہیں سُنتا ہمارے طرف بھی دھیان دو تاکہ ہمارا بھی بھلا ہو۔

2۔ ہمارا مہو کتنا اچھا ہے یہ جنت بن جاتا مگر کوئی اسطرف دھیان نہیں دیتا- ہماری طرف بھی دیکھو تاکہ ہمارے گاوں یا علاقے بھی پھول کھلیں گے۔

☆☆☆

گُل محمد لون

گُل محمد لون منکت کا رہنے والا ایک دوسرا شاعر ہے اسکا نام گُل محمد اور تخلص جان کرتے ہیں۔ مہو اور منکت دو گاوں ہیں۔ گُل محمد کی پیدائش یکم جولائی 1970 عیسوی میں کوٹجی کے چھوٹے سے گاوں میں ہوئی۔ اسکے والد کا اسم گرامی عبداللہ لون تھا۔ اولین تعلیم اپنے ہی گاوں میں حاصل کی اور ہائی سکول مہو سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ادب اور موسیقی کے ساتھ نہایت دِلچسپی ہے اور موسیقی کے ساتھ ساتھ اسکا اہتمام بھی کرتے رہتے ہیں اور محفلیں سجاتے رہتے ہیں۔ گُل محمد ایک سماجی کارکُن بھی ہیں۔ اپنے علاقے کی ترقی اور خوشحالی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ یہ اس علاقے کا سرپنچ بھی ہے اور آئے دِن افسروں کے ساتھ مل جل کر اپنے علاقے کے تعمیر و ترقی کے لیے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ مہو منکت علاقے کے لوگ سو فیصدی کشمیری بولتے، سمجھتے اور لکھتے ہیں۔ گُل محمد جان آیندہ نسلوں تک کشمیری زبان کو قایم رکھنے کے لیے کتنے کوشاں ہیں یہ اُن کے کام کرنے سے ہی پتہ چلتا ہے۔ اپنے علاقے کے مسایل استعاروں کے ذریعہ کموں اور اعلی افسروں تک پہنچا

کران کو حل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں نمونہ کلام دیکھئے :۔

چلیے کلانن ہاو کمال مشکِل گذران اَسہِ وند کال

نہ چھِ گُنہِ سہہ پکان نہ گُنہِ شال مشکِل گذران اسہ وند کال

رخ کیوتھ ہاوان پوہ تہ ماگھ یتہِ کس باسان زنہ پیودراگ

سبزی غاب گیہٕ غاب روز دال مشکِل گذران اَسہِ وند کال

افسر تہ ڈاکٹر رتہ کالہِ واتی شین پینہ برونٹھ تم گے غاب

ہسپتالن ونکنہِ یتہِ ون شال مشکِل گذران اَسہِ وند کال

بجلی تارن گوگٹہ کار افسر وگرِ ے کری بل تیار

بِل چھو آمژ برِ وفی الحال مشکِل گذران اَسہِ وند کال

بجلی والیو ہیو چھ نو وے ژھل زنہ تم ہاوان نار وزمَل

پرتھ کانہہ ہاوان نو و نو وچال مشکِل گذران اَسہِ وند کال

کتھ کھوتکھ تھدن بالن نفسہ باپتھ ۔ دِتھ دھمکی گوکھ شالن نفسہ باپتھ

آکھ ننگے وُدان اوسکھ زار زار ۔ ہنگہ منگے اَسنہ لوگُکھ وار وار

پتہ پتہ اوش والان نفسہ باپتھ ۔ دِتھ دھمکی گوکھ شالن نفسہ باپتھ

☆☆

کشمیری سے ترجمہ

چلے کلان (سخت سرد یکے دن) نے اپنا کمال دکھایا اور اُس میں وقت اور زندگی گذر رہا ہے سخت مشکل ہے۔حتیٰ کہ شہروں اور گیدڑوں کے لیے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا ہے۔پوہ اور ماگھ بڑا برُا منہ دکھاتے ہیں سبزی غایب ہو کر صرف دال پر ہی گزارا کیا جاتا ہے۔ڈاکٹر اور افسر بس بہار کے دِنوں میں نظر آتے ہیں اور پھر یک سر غایب ہو جاتے ہیں۔بجلی کی تاریں غایب ہیں ہاں بجلی کے بِل ضرور بنتے ہیں وہ لوگ نئ نئ چالیں کر کے ہم سے پیسے اینٹھتے رہتے ہیں اور ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

تُم تو ننگے پیدا ہوئے تھے، مگر اب نفس کی تگ و دو کے لیئے کیا کیا نہیں کرتے ہو اونچے اونچے پہاڑوں میں بس گئے تب بھی نفس تمہارا پیچھا نہیں چھوڑتا ہے۔

☆☆☆

عبدالوحید میر

عبدالوحید میر بانہال علاقے کے لامبر گاوں کے باشندے ہیں۔ اسداللہ میر جو (غلام محی الدین میر نمبردار) کا بھائی کا لڑکا تھا، کے گھر 1960 میں پیدا ہوا۔ اولین تعلیم لامبر کے پرایمری سکول میں حاصل کی اور ہائی سکول ٹھٹھہار سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میر خاندان پنچایت چریل لامبر کا ایک باعزت اور سربرآوردہ اور متمول خاندان رہا ہے۔ علم و ادب کے ساتھ تعلق رہنے والا خاندان ہے۔ میر غلام محی الدین میر اپنے وقت میں نمبردار رہیہیں اور چریل سے ذیلدار ہوا کرتا تھا۔ چریل سے میر اسداللہ میر سابقہ منسٹر بھی رہے ہیں۔ میر غلام محی الدین نے اپنے ہاتھ سے ایک قران پاک لکھا تھا جو ہمارے گھر میں محفوظ تھا مگر وہ ہماری نادانی کی وجہ سے ضایع ہو گیا۔ عبدالوحید کے والد صاحب ایک اچھے پڑھے لکھے انسان تھے اور محکمہ ابریشم میں سپروایزر تھے۔ موسیقی کے ساتھ دل چسپی رکھتے تھے اور اکثر اُنکے گھر میں اس طرح کی محفلیں سجتی رہتی تھیں ہم بچپن میں اکثر راتوں میں جاگ کر گانے سُنتے رہتے اور کتابیں جیسے کہ سام نامہ، لیلی مجنون، گلبدن نونہال اور مختلف جنگ نامے وغیرہ سُنتے رہتے تھے۔ ان جنگ ناموں کو میر اسداللہ پڑھتے اور

وزیر محمد بیگ (میرے نانا جی) معنی بتاتے رہتے تھے۔ عبدالوحید میر پیر پنچال ادبی فورم کے نایب صدر بھی ہیں۔ انہوں نے بہت سا ادب لکھا ہے مگر ابھی تک کوئی کتاب منظر عام پر نہیں آئی ہے۔۔ سنجیدہ شاعری کے علاوہ مزاحیہ شاعری بھی کرتے ہیں

نمونہ حاضر ہے:-

کرونا ہن کورٕنم سن تہ لولو۔ بالیئے یارس ون تہ لولو

امی زاجَنم ہن ہن تہ لولو۔ بالیئے یارس ون تہ لولو

نس تے آس گیہ یتہِ بند۔ امی یارن کورٕنم کوتاہ فند

ماسکَن ژٹی وُنی کن تہ لولو۔ بالیئے یارس ون تہ لولو

سانہِ گامہ گُواز بوڈ ہیو کانڈ۔ ٹکرِ تُل کم تام رَ ہزنن ٹھانڈ

افواہ تراوہا کہ نلن تہ لولو۔ بالیئے یارس ون تہ لولو

از گوژھ آسُن رسہ بتہ جان۔ گوژھ نہ بییہ یُن کانہہ گرمہمان

ہا کھ بتہ کھیہ کھیہ گہلیومن تہ لولو۔ بالیئے یارس ون تہ لولو

ولیو واز ہڑتال کرہاوأسی۔ اکہِ دوہہ نہ کھینہ سیت مرونہ أسی

ہارِوُون گُوتَرن گُن تہ لولو۔ بالیئے یارس ون تہ لولو

☆☆

کشمیری سے ترجمہ

1۔ کرونا نے مجھے اندر بند کر دیا ارے میرے راز دار میرے یار کو جا کر بولو۔ اس دور رہنے نے میرے سینے میں آگ لگا دی ہے۔ تُم جا کر میرے یار کو کہہ دینا۔ ناک اور منہ بند ہو گئے ہیں، بات کریں تو کیسے کریں ماسک لگا لگا کر میرے کان بھی کٹ گیے۔ یہ رویداد میرے یار کو جا کر سُنانا۔

2۔ آج میں چاہتا ہوں کہ گوشت کا شوربا خوب کھاوں اور مہمان بھی کوئی نہ آئے کیونکہ سوکھے چاول کھا کھا کر معدہ اور منہ کا مزہ خراب ہو گیا ہے۔ اگر ایک دِن کھانے سے پرہیز بھی کریں تو کچھ فرق نہیں پڑنے والا ہے۔

☆☆☆

ڈاکٹر مطلوب احمد ٹاک

مطلوب صاحب ڈوڈہ کے رہنے والے ہیں اور غلام نبی ٹاک صاحب کے فرزند ارجمند ہیں۔ ڈوڈہ کے بس اڈہ کے ساتھ ہی منشی محلّہ میں رہتے ہیں۔ اور اُنکے بھائی بھی ایک آفیسر ہیں۔ اُنکے والد صاحب خود ایک اچھے اور جانے پہچانے شاعر ہو گذرے ہیں اردو اور کشمیری میں لکھتے تھے۔ اُنکی ایک کتاب " آیئن ضمیر " ہمارے پاس آچکی ہے۔

ڈاکٹر مطلوب نے اسی منشی محلّہ میں 28 فروری 1962 عیسوی میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم ڈوڈہ سے حاصل کی اور پھر بمبئ ویٹرنری کالج سے بی وی ایس۔ سی کی ڈگری حاصل کر کے محکمہ اینمل ہسبنڈری میں تعینات ہوئے۔ شاعری اور ادب کا شوق اُنکو وراثت میں مِلا ہے اسلئے انکا ادب کے ساتھ جڑا رہنا اور اچھی شاعری کرنا ایک قدرتی عمل ہے۔

محکمہ اینمل ہسبنڈری میں مختلف عہدوں پر تعینات رہے اور چیف ایکزیکیٹیو آفیسر لایئو سٹاک بورڈ جموں کے اونچے عہدے سے 2022 میں سبکدوش ہو گئے۔

ڈاکٹر مطلوب غزلیں اور نظموں میں طبع آزمائی کرتے ہیں مگر ساتھ ساتھ رومان پرور طنزیہ، اور ظرافت بھرے اشعار انکی بیاض میں ہمیشہ چھپے رہتے ہیں اور موقعہ محل جان کر سامعین کو محظوظ کرتے ہیں۔ کچھ نمونہ حاضر ہے:۔

فرض کرآو ناد س از شرین ہُند مول بہ ژھن ساترٹھ
مے گرِنتھ اگر دِتنم تمی دَ کہ دول بہ ژھن ساترٹھ

کرِتھ خدمتھ اُمس کرلوگ میہ چھاسروگ یہ معصوم پان
بہ ریتی . یا پچھ ژھنن ترآوتھ یہ پھُٹ مت ڈھول بہ ژھن ساترٹھ

کجر چشمن اینوٹ ہیوآس کنن تام ناپ پراژن ہُند
سدا چھس تالہِ آسن نس یہ چھا گرووُل بہ ژھن ساترٹھ

لگن چھُس کامہ کیوت بس کیٔل کھیون کیٔت چھ ہاپت ہیو
وچھن کیوت زن تہ چھُن متھمُت فیوی کول بہ ژھن ساترٹھ

یہ بینہ چھس نارتینبر اہش ترٖھی آگر پچھنۍ ہش موج
تیوٖھی لیکہ لونٹ نولا ہیوامہ سُند مول بہ ژھن ساترٹھ

نحوست بیاکھ یہ بڈی ہش میانی یہ تینبر کانی سوملچ نانی
چھُ آسن امی تہِ ترآومت بینوی ہیڑوول بہ ژھن ساترٹھ

یہ فٹہ وانگن منزم ہیو دروٗے دوان آسن ہوافتنن

یہ ہاونی گوڈ پننہ پیٹھ کرتھ کنٹرول بہ ژھن ساترٹھ

بہ چھُس مطلوب بیچھ عزتچ بہ زنانہ زور کتھ کری مژی

دو ہے کتہِ ہال چھم وچھ نس یہ پنزی ینہ وول بہ ژھن ساترٹھ

(کشمیری سے ترجمہ)

اگر بچوں کا باپ مجھے لینے کو آئے گا تو میں اُسکے ساتھ جا کر کیا کروں گی۔ اُسنے اگر میرے ساتھ بھر بد تمیزی کی تو میں نے اُسکے ساتھ نہیں رہنا ہے۔ میں نے اُس پھٹے ڈھول کو ہفتے دس دِن میں چھوڑ دینا ہے۔ اتنا سا بڑا منہ اور غصہ ناک پر رہتا ہے میں اُسکے ساتھ نہیں جاوں گی۔ کام تو کچھ کرتا نہیں اور کھانے کے لیے ہوشیار رہتا ہے شکل جیسے فیوی کول لگایا ہوا ہے۔ اُسکی بہن آگ برستی رہتی ہے اور ویسی ہی میری ساس اور تو اور میرا سسر نیولا جیسا صرف گالیاں بکتا رہتا ہے۔ میری بڑی ساس نحوست جیسی صبح و شام چلاتی رہتی ہے اور سب گاوں کی نانی بنی ہوئی ہے۔ میرا منجھلا دیور تو فتنے اُٹھانے کو ماہر ہے مگر اپنی بیوی کو سنبھال نہیں سکتا۔ میں عزت کی بھوکی ہوں کہاں ان سب کا مقابلہ کر سکتی ہوں مجھ سے یہ بندروں کی جنگ اچھی نہیں لگتی۔

☆☆☆

پریم ناتھ شاد

پریم ناتھ شاد قاضی باغ بڈگام کے رہنے والے ہیں۔ یہ شاعر ۲ اپریل ۱۹۳۴ عیسوی کو پیدا ہوئے۔ پیشے سے وہ ایک اُستاد تھے۔ جب کشمیر میں حالات خراب ہوئے وہ جموں آکر بن تالاب میں زندگی کے باقی دِن اپنے اہل و عیال کے ساتھ گزار رہے ہیں۔ اُنہوں نے بی اے بی ایڈ کر کے سرکاری نوکری میں لگ گئے تھے۔ ایگریکلچر میں ڈپلوما بھی کیا ہوا ہے۔ انہوں نے ابھی تک ۱۳ کتابیں تحریر کی ہیں۔ انہوں نے معروف شاعروں میں اپنی جگہ بنالی ہے اور اکثر ریڈیو اور دوردرشن سے اُنکے گانے نشر ہوتے رہتے ہیں۔ شاد۔ صاحب غزل، نظم، رُباعی بھجن، نوع، نعت شریف، وغیرہ سبھی اصناف سُخن پر لکھتے ہیں۔ یادن ہُند آدن گام، پوت نظر، وندنا، پوشہِ پوزا، بھجن وغیرہ کتابوں کے خالق ہیں۔ شاد صاحب نے ۱۹۸۶ میں ریاستی سرکار کا انعام لیا ہے۔ شاد صاب ادبی دُنیا کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور اکثر مشاعروں اور ادبی پروگراموں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ بڑی سنجیدہ شاعری لکھتے ہیں مگر دِل بہلانے کو طنزیہ اور مزاحیہ شاری سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ نمونہ کلام دیکھیے:۔

پری صورت بنتھ آیم أ چھن تل ۔۔ شہج نظراہ گرتھ شوٗٹھس کڈن گل

اندر اژ نک یتھے گورنم اشارہ ۔۔ بہ چھُس نبر ے اندری تھونم مےٚ ہأنگل

☆☆

خلق بدظن ٔگمتی سرکأری حلقن ۔۔ سمتھ عرضی کران اسمأنی ملکن

مےٚ کور معلوم زِ ہے تو ہیہ مسلہٕ کیا چھوو ۔۔ دوٚ ہُتھ گوآب ینہ سےٕ ہفتہٕ نلکن

☆☆

کِتا باشأعر ہنز چھاپم اٹرُگو

بأرتھ بو ہر بن یہ المار بن برُن پہو

ہمس گھرٕ ژکھ ڈبکس لأین گُنی ژنڈ

پھرن دَنہ َکنی لرٕ ڈھل تأرم نبر دَو

☆☆ ایک پری صورت میری آنکھوں کے سامنے آگئی اور بڑی ہی شفقت والی نظروں سے میرا دِل لے بیٹھی۔ پھر مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں ابھی باہر سے قدم رکھ ہی رہا تھا کہ اُس نے تالا چڑھا دیا اور مجھے بند کر دیا۔

لوگ سرکاری حلقوں سے بدظن ہو گیے ہیں اور اب فرشتوں سے مدد مانگ رہے ہیں کہ ایک ہفتے سے نلکوں میں پانی نہیں آرہا ہے کُچھ کرو۔

میں ایک بڑی غلطی کر گیا کی ایک کتاب چھائی۔ بس پھر کیا تھا ساری الماریاں

اور طاقچے بھر گیئے۔ میری بیوی نے جھاڑو اُٹھا کر میری پٹا شروع کردی۔ اور مجھے چھُپنے کو بھی جگہ نہ مِلی۔

کشمیری ڈراما میں طنز اور مزاح

کشمیری شاعری میں طنز و مزاح کے علاوہ کشمیری شاعروں نے ڈراما اور نثر میں بھی طنزیہ اور مزاحیہ انداز اختیار کیا ہے۔ کشمیری قلم کاروں نے کشمیری ادب میں مزاحیہ ڈراما لکھ کر سٹیج پر دکھانے کا سامان مہیا کیا ہے۔ اور یہ مشغلہ ابھی بھی جاری ہے۔ کہانی کار اور افسانہ نگار اس میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں اور اپنا نام اونچا کرتے رہتے ہیں۔ پچھلے زمانوں سے ہی کشمیری لوگ اور قلم کار ڈراما لکھ کر پھر اس کو سٹیج کر کے لوگوں کے سامنے دِل بہلانے کے لیے دکھاتے اور ریڈیو پر سُناتے آئے ہیں۔ یہ ڈرامہ اس طرح سے ریڈیو پر سُنے جاتے کہ جیسے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا ہوتا ہو۔ انکے کردار وہی ہوا کرتے تھے جو ہمارے آمنے سامنے ارد گرد ہوا کرتے تھے ریڈیو پر اس قسمکے ڈرامے سنوا کر اُس وقت کے انجینیر وں اور آرٹسوں کا کمال دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر ہمارے سامنے ٹیلی ویژن کا زمانہ آ گیا تو تمام چیزیں ہمارے سامنے حرکت کرتی نظر آ گئی۔ اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز نے بھی اس میں زبردست رول ادا کیا۔ کشمیر میں اولین وقتوں سے ہی ڈراما لکھنے کا اور اُسکو سٹیج کرنے کا چلن رہا ہے۔

کلہن لکھتے ہیں کشمیر میں ایک کوی (شاعر) چندراخ ہو گذرا ہے جو دوسری صدی (اے ڈی) کا ایک ادیب تھا وہ ڈراما لکھتا تھا اور آے دن سٹیج بھی ہوا کرتے تھے۔ وہ اپنے ڈراموں میں اُجاگر کرتے تھے جن کا کوئی مذہب کوئی ذات وغیرہ نہ ہوتی وہ صرف انسانیت کا سبق سکھاتے -صرف انسانی جذبات شامِل کر کے لوگوں کو ہنساتا اور خوش رکھنا ہی مقصد ہوا کرتا تھا۔ یہ سنسکرت زبان کا اسکالر تھا۔ سوا سوامی پانچویں صدی کا شاعر تھا جو کشمیری تھا اور ایک اچھا قلم کار ہو گذرا ہے۔ شیا مالک shyamalik ایک اور ادیب تھا جس نے ڈرامے لکھے اُس نے بانی Banni ٹایپ کا ڈرامہ لکھا جو طنز اور ظرافت سے بھرپور ہوا کرتے تھے- اُس میں ایک ہی کردار کام کرتا تھا جو خود ہی بولتا ہے خود ہی جسمانی حرکات کرتا اور اسکے کردار بھی خود ہی ادا کرتا ہے۔ سوال بھی خود ہی کرتا ہے اور جواب بھی خود ہی دیتا ہے یعنی ایک ہی کردار ایک ہی دفعہ کئی کام کرتا ہے- اسکا کمال یہ ہے کہ یہ کردار لوگوں کو تب تک اپنی طرف مایل رکھتا ہے جب تک وہ اپنا کمال دکھا کر ختم نہیں کرتا - اس طرح کے کردار کو مونو لاگ Monologue یا مونو ایکٹنگ کہتے ہیں - یعنی ایک ہی آدمی بہت سے کردار انجام دیتا ہے-

کشمکندرا (kishmkindra) 910-990 عیسوی کا ایک معروف

شاعر تھا جس نے ایک ڈرامہ کرن سپندری لکھا جو چار حصوں میں لکھا گیا تھا
-کالی داس کے ڈرامہ اگنی رام انا لو یک اور ہرش رتنا ولی ناٹکوں میں بھی سنگار
رس پایا جاتا ہے-

کشمیری زبان کی تعریف کرتے بلہن لکھتے ہیں، ڈراما کے دکھانے اور پیش
کرنے میں جنت یعنی سورگ سے اپسرائیں آتی ہیں اور اُن میں حصہ لیتے ہیں
جنکو وہ چتر لیکھا اروشی اور رَمبا جیسے نام دیتا ہے- اگر اس میں تھوڑی سی مبالغہ
آرائی بھی مان لیں مگر یہ بات تو سچی ہے کہ ڈراما صنف نازُک کے کردار کے بغیر
مکمل نہیں ہوتا-

ویشنو دھرم اوتار اور نیل مت پُران ساتویں صدی کی لکھی ہوئی دستاویز
ہیں ۔ان میں کشمیر کی سماجی اور کلچرل رنگ کے متعلق بہت کچھ لکھا ہوا ہے- اس
میں ڈانس، میوزک، ساز اور جمالیات (حسن کے متعلق) بہت کچھ لکھا ہے-
اس دوران کچھ ڈرامے لکھے جاتے تھے مگر جو مکالمہ لکھے جاتے اداکار اُنکو خود
اپنے اپنے انداز اور طرز سے ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے اور وقت کے
ساتھ ساتھ اسکے یہ مکالمے ذہن سے نکل بھی جاتے تھے۔

زین العابدین (بڈشاہ کے زمانے میں ڈرامہ لکھے جاتے تھے۔اُس دور کے
دوادیب بودھ بٹ اور سوم بٹ کشمیری زبان کے پختہ کار شاعر تھے۔انہوں نے

بڈشاہ کی زندگی پرایک ڈراما لکھا جسکا نام زینہ رکھا گیا تھا اور وقتاً فوقتاً کھیلا گیا۔ اسکے بعد 1925 عیسوی مہاراجہ ہری سنگھ کے دور حکومت میں ایلفرڈ کمپنی بمبء ریاست میں ڈرامہ سٹیج کرنے آئی۔ پرانی منڈی جموں میں اس ناٹک کو کھیلا گیا اور ان اداکاروں نے اپنے مکالموں اور اداکاری سے لوگوں کو خوب ہنسایا اور محظوظ کیا۔ مہاراجہ کو ان کلاکاروں اور اداکاروں کا کام بہت پسند آیا۔ مہاراجہ نے خواہش ظاہر کی کہ ہمارے سٹیٹ میں بھی ایک اداکاروں کی ایسی ہی جماعت ہونی چاہیے۔ جو ہنسانے کا کام کرے گی۔ اس سلسلے مین ایک ڈراما کمپنی بنائی گئی، جو سیدھے طور پر مہاراجہ کے تحت کام کرتی تھی۔ اس کو امیچر Amature ڈراما کمپنی نام رکھا گیا۔ اس کمپنی کے تحت آغا کشمیری، بیتاب اور باقی مشہور قلم کاروں کے ڈرامے کھیلے گیے جو سارے اردو زبان میں لکھے گیے تھے۔

کشمیری زبان میں جو ڈرامہ سب سے پہلے لکھا گیا۔ وہ نند کول کا لکھا ہوا تھا۔ یہ ڈراما 1929 میں لکھا گیا اور سرینگر میں سٹیج کیا گیا۔ اس ڈرامہ کا نام ستچ کہوٹ نام رکھا گیا تھا۔ کول صاحب نے بہت سے اور ڈرامہ لکھے جس کے نام دیہ لول، رامن راج، پرہلاد بھگت وغیرہ تھے۔ 1938 میں پروفیسر محی الدین حاجنی نے گریس سُند گرہ ڈراما لکھا۔ دینا ناتھ نادم اور سدھا جی کول جنھوں نے

کچھ ڈرامے لکھے مگر وہ کبھی چھپائینہیں گئے۔جی این کول نے 1950 میں
ڈرامہ زون لکھا جو بڑی دھوم دھام سے سٹیج کیا گیا اور پھر چھپایا بھی گیا۔

1941 عیسوی میں ڈرامہ لوگوں کو ایجوکیٹ کرنے اور حکومت کی مختلف
اسکیمیں سمجھانے اور اُنکی اہمیت بتانے کے لیئے لکھے گیے اور سٹیج کیے گیے۔
سرکاری کام اور پروگرام کامیاب کرنیمیں یہ ایک اہم ذریعہ بن گہا۔تاراچند
بسمِل کشمیری ڈرامہ نویس تھا اُسنے ستج وتھ ڈراما لکھا1940 عیسوی کے دوران
مذید بہت سے ڈرامے لکھے گیئے،جنمیں سوشل اور سماجی مسلے اُٹھاے گیئے اور
لوگوں کو سمجھائے گیئے۔اولاد ایک ایسا ہی ڈرامہ تھا جو نوجوان نسل کے
مسلوں کو اُجاگر کرتا تھا۔اور اُسکا سد باب بھی بتاتا تھا۔

یہ ڈرامہ سروانند بھان نے لکھا اور اُسی نے ڈایرکٹ بھی کیا۔1947 عیسوی
میں کچھ نامور شاعر،ادیب اور آرٹسٹ مِل گیے اور کلچرل فرنٹ کے نام سے
ایک انجمن قایم کی۔مقامی مسلوں کو اُجاگر کرکیحکومت تک پہچانے کے لیے
کوشش کی گ ٔ۔پھر کلچرل فرنٹ کلچرل کانفرنس میں تبدیل ہو گیا بہت سے
نامور ادیب اور کلاکار اس کے ساتھ وابستہ ہو گیئے۔

دینا ناتھ نادم کشمیری زبان کا پہلا ادیب ہے جس نے ڈرامہ بمبور اور یمبر زول
لکھا جو 1953 عیسوی میں لکھا گیا تھا یہ ڈرامہ نیڈوز ہوٹل میں کھیلا گیا۔نادم

صاحب نے 1956 عیسوی میں ہیہ مال اور ناگرائے ڈراما لکھا جسکو جشن کشمیر کے دن حضوری باغ میں سٹیج کیا گیا۔ سیلاب کی تباہ کاریوں پر تین ڈرامہ لکھے گیے جو علی محمد لون، امین کامل اور نور شاہ روشن نے انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کے تحت لکھے اور سٹیج کیے- 1960 عیسوی تک بڑے رایٹر ڈرامے لکھتے رہے مگر 1962 میں جب ٹیگور ہال تعمیر ہوا اسکا طرز اور وطیرہ ہی بدل گیا۔ بہت سے نئے لکھاڑی سامنے آئے اور ڈرامے لکھنے کی طرف راغب ہوئے- جن میں لوگوں کے مشکلات اور غموں کا ازالہ کرنے کے لیے بہت سے ڈرامے سٹیج کیے گئے۔ علی محمد لون اور پشکر بھان اس موضوع پر مستقل لکھتے گئے، جن میں تقدیر ساز اور ہیرو مچامہ سرکردہ ڈراما تھے۔ پشکر بھان نے ان ڈراموں میں نوجوانوں کے مسایل کو اُبھارے کا کام کیا پشکر بھان اور سوم ناتھ سادھو نے مل کر ڈراما چپاتھ اور گرینڈ رہیرسل لکھا جو طنز و مزاح سے بھرے پڑے تھے۔- سجود سیلانی ایک ایسے ڈرامہ نگار تھے جو برابر لکھتے رہتے ہیں اُنکے ڈراما بہ چھس ژور، اولاد، تلاش، دلہ ہرش وغیرہ بہت عمدہ اور اچھے ڈرامیہیں۔

پروفیسر ہریکرشن کول نے دستار نام سے ایک ڈراما لکھا جو مزاح اور ظرافت سے بھرا پڑا تھا یلہ وتن چھُ کھریوان ایک سوشل ڈراما تھا جو ہنسانے اور خوش ہونے کا ایک زبردست ڈراما ہے۔

محمد سبحان بھگت (1971-1927) ایک بھانڈ آرٹسٹ ہے اُس نے بھگت تھیٹر قایم کیا جسکے ذریعہ اُس نے ڈراما صنف کو زندہ رکھا۔ اُس نے بہت سے ڈرامے لکھے جس مین تقدیر یتہِ چھ بنہ وُن، پوز اپز، منٹہ لیجہ پانز و وغیرہ ڈرامے لکھے یہ ڈرامہ بانڈ پاتھر میں بھی دکھائے جاتے ہیں۔

جناب اسیرؔ کشتواڑی بھگت صاحب کے متعلق لکھتے ہیں۔ "نئے زمانے میں بہت سے ڈرامے لکھے گئے۔ انہوں نے ویژ راتھ، نیند، لکہ ہندر چھتھ پوتر پان، وغیرہ ڈرامے لکھے۔ انہوں نے ڈراما کو فروغ دینے میں اکنگام بھگت تھیٹر کی وساطت سیا یک تاریخی رول ادا کیا ہے۔ پرانے کاشر بانڈ پاتھر کی روایت کو زندہ کرنے آج کے پر ہنگامے دور میں زندگی کو سامنے لاکر کشمیری تھیٹر اور ڈراما میں زندہ رہنے کے نیے امکان روشن کئے۔ محمد سبحان بھگت (1927-1953) کی رہبری میں بھگت تھیٹر مقبول ترین تھیٹر بن کر کشمیر کے کونے کونے میں رنگ بکھیرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔"

لوگوں کے مسلے مسایل اُبھار کر اور سامنے لاکر یہ تھیٹر لوگوں میں بہت مشہور اور مقبول ہو گیا۔

شملہ مفتی بھی ایک ڈراما نویس ہیں جنہوں نے بہت سے ڈرامے لکھے۔ اڈ پھول گُلاب، پوتر پان۔ نندر ہشر اُنکے لکھے ڈرامہ ہیں۔ جو عوام میں بہت

مقبول ہوئے۔ اسکی کتاب کا نام اس لوکھ (ہم لوگ) ہے جو 1977 میں شایع ہوئی۔ سبحان بھگت نے فوک ڈراما پر ایک کتاب لکھی جسکا نام سِول کنہ سرکاری رکھا گیا ہے غلام رسول بھگت اسکا بڑا بھائی۔ تھا وہ ایک زبردست آرٹسٹ تھا ان بانڈ پاتھروں میں نہ صرف ظرافت اور طنز سے بھرا مواد ملتا رہا ہے، بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اسکی نزاکت کے مقابق لوگوں کے مسلے اور انکا احتجاج بھی چھپا رہتا ہے۔ جسکو حکومت وقت تک پہنچانے کی کوشش لگی رہتی ہے کہ حل ہو جائیں بانڈوں نے کشمیر کے فوک لور میں ایک اہم رول ادا کیا ہے اور قدیم زمانے سے تقریب تفریح کا سامان مہیا کیا ہے۔

اسی قبیلے کا ایک نوجوان قلمکار اور ڈراما نویس طاہر بھگت راضی جو اکنگام انت ناگ میں رہایش پذیر ہے اس روایت کو برقرار رکھے ہوئیہے۔ وہ افسانہ بھی لکھتا ہے اور ڈراما بھی لکھتے اور سٹیج کرتے ہیں۔ جن کو وہ ڈایریکٹ بھی کرتے ہیں ا بھی تک انہو ں نے خبر آوما، یہ چھا انصاف قیامت وغیرہ ڈرامے لکھے ہیں اور ادبی ھلقوں میں ایک خاص پہچان بنائے ہوئے ہے۔ اسکو ساہتیہ ایوارڈ بھی تفویض کیا گیا ہے۔ بانڈ کشمیری فوک لور کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ مسخرہ پن کے ساتھ ساتھ لوگوں کو ہنساتا اور خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

موتی لعل کیموہ 1933-2018 کے ایک زبردست ڈرامہ نگار اور ہدایت

کار ہیں- یہ سرینگر میں پیدا ہوے اور انہوں نے جموں و کشمیر یونیورسٹی کے تحت گریجویشن کی پھر محکمہ تعلیم میں بھرتی ہوئے۔ انہوں نے بہت سے ڈرامے لکھے۔ انکو پدم شری کا ایوارڈ بھی تفویض کیا گیا ہے- ترنو و، ژھاے یلہ بہ درایس لولرے، طوطہ، تروچ، آنہ وغیرہ اُسکے بہترین ڈرامے ہیں۔ ساہتیہ اکیڈمی کا بہترین ڈراما لکھنے کا ایوارڈ بھی اُنکو عطا کیا گیا ہے۔

غلام رسول سنتوش مرحوم بھی ڈرامہ لکھتے تھے۔ اکہ نندُن وغیرہ لکھ کر اُس نے اپنا نام روشن کیا - رادھا کشن بھی ڈرامہ نگار تھے انہوں نے بھی بہت سے ڈرامے لکھے، جس میں یا ہواور ریش وار نامی ڈرامہ کافی مشہور ہوئے۔

اشوک کاک در بھی ایک مشہور ڈرامہ نگار ہیں اُسکی کتاب، ستھ سودر بازار میں آ کر اپنا نام مشہور کر چکی ہے-

1974 کے بعد ڈرامہ نویسی اور اُسکی اداکاری کو بہت مقبولیت اور وسعت مِل گئی۔ بہت سے قابل اور محنتی ڈرامہ نویس سامنے آئے - جن میں سومناتھ سمبلی، مکھن لعل صراف۔ سوم ناتھ سادھو، اشوک جیلخانی، ایم ایل کھیر، فاروق فیاض، سجود سیلانی، سنتوش، پران شنگلو، نردوش بنسی، علی محمد ساگر، بھارتی زارو وغیرہ اور بھی مشہور نام لینے کے قابل ہیں۔ انہی ایام میں کشمیر سے پیر پنچال کے اِس پار بانہال میں ڈرامہ سٹیج کرنے کا چلن رہا۔ چریل بانہال اور

لامبر بانہال کے دو ڈراماٹک کلب بہت مشہور ہوا کرتے تھے۔ پرنس لامبر ڈراماٹک کلب، لائنز ڈراماٹک کلب بانہال کے نام سے مشہور تھا اُس نے حقیقت ڈرامہ سٹیج کیا جو اُس وقت کے کلاکاروں عبدالحمید میر، محمد شریف میر، عبدالمجید وائیں، محمد حفیظ وایئں وغیرہ نے سٹیج کیا تھا۔ اُسکے بعد 1975 میں ظاہر بانہالی کا لکھا ڈراما کشمکش، یہ چھاپوز وغیرہ ڈرامے لکھے اور سٹیج کئے گئے جو بانہال ٹاون چملواس اور بہت سے جگہوں پر سٹیج دکھائے گئے اور بہت مقبول ہوئے۔

نئے ڈرامہ نویس اس وقت بھی ظرافت اور مزاحیہ ڈراما لکھتے ہیں اور لوگوں کو ہنسنے ہنسانے کا سامان بہم کرتے ہیں جس سے لوگ کچھ دیر کے لیے غم بھول کر راحت محسوس کرتے ہیں۔ ان ڈرامہ نگاروں میں عیاش عارف، بشیر دادا، نذیر جوش، راکیش روشن بٹ، زاہد مختار، رتن لعل شانت، ہردے کول بھارتی، فاروق مسعودی، ستار شاہد، محمد امین بٹ، نثار نسیم، یعقوب دِلکشِ عزیز حاجنی شوکت شہری وغیرہ شامل ہیں۔

بشیر دادا ایک اونچے درجے کے اداکار ڈایریکٹر رایٹر اور شاعر ہیں۔ یہ ہمیشہ ایسی کہانیاں اور مسلے ابھارتے ہیں جن میں لوگوں کے مشکلات چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ غزلیں نغمے اور ڈرامہ لکھتے ہیں انکا کہنا ہے جب تک لوگوں کے جذبات اور اُنپر گذری مشکلات اس آرٹ میں شامل نہ ہو تب تک آرٹ کچھ

بھی نہیں مجھے تو یہ بے معنی لگتا ہے جب تک آرٹسٹ اپنے سماج کی رہنمائی Represant نہیں کر سکے گا تب یہ ایک کلاکار کی موت ہے۔

بشیر صاحب نے بہت سے ڈراموں میں کام کیا ہے اور لوگوں میں بہت مشہور اور مقبول ہے۔ ابھی بھی لوگوں کو ہنسانے کا کام کرتے ہیں۔

زاہد مختار انت ناگ کے نئ بستی میں رہتے ہیں۔ یہ ڈی ڈی کشمیر میں کام کرتے ہیں اور صبح گاہی پروگرام گڈ مارننگ جے اینڈ کے کی میزبانی کرتے ہیں ایک اچھا شاعر ہونے کے ساتھ مزاح سے بھی انکا رشتہ جڑا رہتا ہے تینبر ہلم Tenber i halam انکا شاعری کا مجموعہ ہے۔

عیاش عارف ایک اداکار، ڈراما نویس، شاعر، ہدایت کار اور مکالمہ نگار ہیں۔ یہ متواتر ڈراما لکھتے ہیں اور سٹیج بھی کرتے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔

آج کے دور میں اب ڈرامہ کی ترویج ٹیلی ویژن اور فون کیو ٹیوب کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اداکار ایکٹ کر کے اسکو یوٹیوب میں شامل کرتے ہیں لوگ اسکو گھروں میں بیٹھ کر آرام سے دیکھتے ہیں۔

ٹیلی وژن ایک اہم اور بڑا ذریعہ بنا ہوا ہے جس سے ڈرامہ کے علاوہ ہزاروں پروگرام گھر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اکثر ڈراما نگار چھوٹے چھوٹے ڈرامے

ایکٹ کر کے یوٹیوب میں اپنا اکونٹ بنا کر ڈالتے ہیں جو آسانی کے ساتھ بہم ہو جاتے ہین۔ ان ڈراموں میں ظرافت اور مزاحیہ انداز بھرا پڑا ہے۔

ان اداکاروں نے اپنے نام کچھ ایسے رکھے ہیں کہ نام سُن کر ہی اپنے آپ میں ہنسی چھوٹتی ہے اور ایک لطیف احساس جنم لیتا ہے۔ گُلزار فایٹر، بشیر کوتُر، تنویر ٹنگو، بادشا خان، مچامہ جیسے نام رکھکر یہ لوگ عوام کا دِل جیتنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ راجہ محمد یوسف ایک ادیب ہیں جو ڈراما، کہانیاں اور افسانے لکھتا رہتا ہے ان کی کہانیوں اور افسانوں میں بھی جگہ جگہ طنز اور مزاح بھرا رہتا ہے۔ اسکی کتاب ویتھ تواریخ کے تناظر میں لکھی ڈرامائی انداز میں لکھی کتاب ہے۔ یہ ادیب نثر لکھنے میں زیادہ مشغول ہے۔ ڈراما کے متعلق راجہ محمد یوسف کا کہنا ہے کہ ڈرامہ دیکھنا اور کھیلنا کشمیری لوگوں کے خون میں شامل ہے چاہیے وہ پچھلے زمانے کا لڑی شاہ ہو یا دھان کے کھیتوں کا رباب بجانے والا، سارنگی والا ہو یا ریچھ والا بندر والا ہو یا آنگنوں میں پھرنے والا عورتوں کے بھیس میں ہجڑا، ناچنے والا بہروپیا قلاباز یا تماشے دکھانے والا بازی گر ہو۔ اسطرح سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ ڈراما نگاری اور سٹیج کرنے میں طنز اور مزاح کا ایک خصوصی رول رہا ہے جو واقعی کشمیری لوگوں کے خون میں ملا ہوا ہے۔

☆☆

کشمیری زبان اور ادب میں لڈی شاہ کا مزاحیہ کردار

ہم تمام جانتے ہیں کہ کشمیر کا ادب بہت پرانا ادب ہے۔ اس ادب کو ترقی کی منازل طے کرنے میں بہت سے ادیبوں شاعروں قلم کاروں اور تواریخ دانوں نے اپنے اپنے طور سے بھرپور حصہ دیا ہے۔ کشمیری ادب میں بھی بہت سا مزاحیہ اور ظرافتی ادب موجود ہے اور ابھی بھی استعمال میں لایا جاتا ہے۔

احسن صاحب ایک کشمیری قلم کار اور مفکر لکھتے ہیں "لڈی شاہ ایک اصطلاح ہے جو تین الگ الگ معنوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ ایک لوک فن یا لوک مو سیقار دوسرا کلام یا شاعری جو فن کار لڈی شاہ دھر نامی ساز پر چڑھا کر گاتا اور سناتا ہے اور ایک مزاحیہ ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ تیسرا وقتی مسلوں کی وضاحت بھی اس میں شامل ہے۔

جناب آتش صاحب (ایک مفکر اور شاعر) لکھتے ہیں (بھونچال، خطرناگ آگ، ہوا، قحط، سیلاب، بیگاری، سیاسی و سماجی تبدیلی جو بھی نئے پرانے رسم و رواج ایک مخصوص انداز میں بیان کرنا اور آگے بڑھانا لڈی شاہ کیلوک شاعری کا

ایک اہم کردار ہے اور ایک اہم شاعری زبان بھی ہے۔ لڈی شاہ ہمارے کلچر کا ایک ایسا کردار ہے جو لوگوں اور حکومت وقت کے درمیان ایک پُل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کردار صرف ہنسانے کا کام ہی نہیں کرتا بلکہ سنجیدگی سے اور بلا واسطہ ایسے اشعار بناتا ہے جسمیں مذہبی تفریق نہیں ہوتا اور ہندو اور مسلمان نہیں دیکھتا ہے۔ وہ صرف انسانی ہمدردی کو دیکھتا ہیاور اُن مشکلاتوں غایئلاتوں اور آفاق سماواتی کے حادثاتوں کی نشاندہی کرتا ہے، جن میں لوگ گھرِے ہوئے رہتے ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ مہاراجہ ہری سنگھ کے زمانے میں جب نمک نایاب ہوا تھا تو لڈی شاہ نے اپنے اشعار یوں باندھ لئے:۔

وتھ ساژ لو ملک پنجاب ۔۔ نو نہ روس زندہ روزُن چھ عذاب

اُٹھاو بستر چلو پنجاب بھاگ چلیں کیونکہ بغیر نمک کے زندہ رہنا مشکِل ہے۔

لڈی شاہ کے ہاتھ میں ایک لوہے کا 75 سنٹی میٹر ایک لمبی راڈ Rod (ڈنڈا) ہوتا ہے جس میں گول آکار چوڑیوں جیسی رِنگیں (Rings) ہوتی ہیں۔ ان رِنگوں کو اس لوہے کے ڈنڈے میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ ڈنڈہ ایک طرف کو مڑا ہوا رہتا ہے تاکہ رِنگیں باہر نکل نہ جائیں۔ جونہی یہ چوڑیاں ڈنڈے کے ساتھ ٹکراتی ہیں اس میں سے ایک مدھر اور حسین آواز نکلتی ہے۔ اسی زیر و بَم کے تحت لڈی شاہ اپنے اشعار کہتا رہتا ہے اور لوگ اس سے لطف اندوز ہوتے

ہیں۔ان ہی شعروں میں لڈی شاہ اپنا مدعا اور مقصد بھی بیان کرتا ہے اور اس کے سوز و گداز میں مست ہو جاتا ہے۔لڈی شاہ موضوع کے اعتبار سے دو دو مصروں پر اپنے اشعار بیان کرتا ہے۔ یہ مصرع عام فہم اور خود کے تخلیق کردہ ہوتے ہیں اور کسی بھی مشکل کے بغیر لوگوں کے سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ یہ اشعار اَز بَر ہوتے ہیں اور کہیں بھی درج نہیں کیئے جاتے بلکہ زیادہ تر فی البداہیہ بھی تیار کیئے جاتے ہیں۔لڈی شاہ کشمیری لوک ادب کا ایک منظور نظر کردار ہے جو کسی ادب اور زبان میں نظر نہیں آتا۔لڈی شاہ نام کا ایک رقص پنجاب پاکستان میں بھی رائج مگر اس ناچنے میں گانا شامل نہیں ہوتا یہ صرف ناچنے تک محدود رہتا ہے۔ یہ صرف شادیوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔اس میں خوشی کا عکس نمایاں رہتا ہے۔

دہر جیسا ساز لکھنو کے کئی علاقوں میں بھی نظر آتا ہے۔لکھنو میں کچھ شیعہ لوگ ایک دوکان سے دوسری دوکان گا گا اور پھر پھر کر پیسے جمع کرتے ہیں۔اسکے علاوہ بنگال میں چھاہو chahu، کرناٹک میں گی گی Gee Gee، مہاراشٹر میں لاوانی Lavani تامل ناڑو میں وِلو پوٹا villu putta کھیلا جاتا ہے۔ یہ سارے گانے اور ناچنے کے قسم اور وطیرہ ہیں جو ملک کے مختلف علاقوں میں استعمال میں لائے جاتے ہیں۔لڈی شاہ میڈیا کا ایک منظور نظر

کردار ہے۔ یہ اپنے طور طریقے سے لوگوں کی بات حکام تک پہچانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ یہ گاؤں گاؤں پھیر کر حکومت کی بات لوگوں تک پہچانے کا ایک مضبوط ذریعہ رہا ہے۔ اس میڈیا کو سماجی اور سیاسی کمپین Compaign کرنے کا ایک اہم طریقہ رہا ہے۔

اسی طریقہ سے تامِل ناڈو میں ایک شاعر سبرامنیم نے اشعار لکھ کر برٹش حکومت کے ظلم و جبر کے خلاف استعمال کئے جاتے تھے۔ ایک مفکِر زاول فرماتا ہے کہ فوک میڈیا لوگوں میں بات پھیلانے اچھی یا بُری بات کہنے کے لئے استعمال میں لانے کے لئے ایک بہترین ہتھیار ہے۔

لڈی شاہ کسی کسی جگہ ظلم اور جبر کرنے والے حاکموں کی بھی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ وقت اور اُنکے مشکلات کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے۔ سماج کے حالات واقعات ظلم و جبر آسائش کا پتہ دیتی ہے۔ یہ فوک لٹریچر کا ایک خاص فرد ہوتا ہے جو کنسٹرکٹیو تنقید Constructive criticism کرتا ہے۔

اس لئے اسے ایک عوامی شاعر لوک فن کار اور لوگوں کا غم گسار کہا جاتا ہے۔ جو مردہ دِلوں کو خوش کرتا ہے۔ پروفیسر (ڈاکٹر) فاروق فیاض ایک جگہ لکھتے ہیں کہ لڈی شاہ دراصل پلوامہ کے لار خاندان کے ساتھ تعلق رکھتا تھا یہ شخص اشعار لکھ کر لوگوں کو سُنایا کرتا تھا۔ یہ شاعر لار شاہ کے نام سے مشہور ہوا اور بگڑتے

بگڑ تے لڈی شاہ میں تبدیل ہوا۔ مگر اسکے برعکس ظریف احمد ظریف کہتے ہیں کہ لڑی شاہ کا اولین نام لڑ ہے اور شاہ کسی شخص کو تعظیم کے لئے بولا جاتا ہے۔

اس طرح یہ لڑ شاہ کے نام سے جانا گیا اور آہستہ آہستہ لڈی شاہ میں تبدیل ہوا۔ ایک اور کہاوت بھی اسکے ساتھ جڑی ہوئی بتائی جاتی ہے۔ ایک بادشاہ کشمیر میں مکند لعل کے نام سے ہوا کرتا تھا۔ اُسکے لمبے لمبے کان ہوا کرتے تھے۔ اور وہ ایک بڑی پگڑی اسکے ارد گرد باندھا کرتا تھا۔ مگر اُسکے نائی کے سوا کسی کو اس کا پتہ نہیں تھا۔ بادشاہ مر گیا تو دوسرا نائی اسکی جگہ تعینات کیا گیا۔ راز فاش ہو گیا یہی شخص پھر لڈی شاہ کے نام سے جانا گیا۔

مکھن راجس موشہ ہندی گن ۔ کن چھس تیتیاہ ییتیاہ وَن

مکھن راجے کو بھینس جیسے بڑے بڑے کان ہیں اور اُنپر جیسے جنگل بنا ہوا ہے" ڈاکٹر فیاض لکھتے ہیں کہ راج ترنگنی میں لڈی شاہ کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ اس سے یہ بات واضع ہو جاتی ہے کہ یہ صنف اٹھارویں صدی میں وجود میں آئی جب سیلاب، بھونچال اور وبائی بیماریاں پھوٹ پڑی تھیں۔ اپنی لاچاری اور بے سرو سامانی حکومت تک پہچانے کے لئے یہ اشعار وجود میں لائے گئے اور اسکا نام لڈی شاہ رکھا گیا۔

لڈی شاہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی بھی وقت کبھی بھی اور کہیں بھی فی البدیہ

اشعار گڑ کر سنا سکتا ہے۔ گو کہ ان اشعار میں کسی جگہ کبھی کبھی ردیف اور قافیہ کی کمی رہتی ہے مگر پھر بھی یہ "دھر" پر اپنا وزن برابر رکھ کر لوگوں کو محظوظ کرتے ہیں۔ اس میں بُنیل نامہ، پشٕ نامہ انگریز نامہ پہل نامہ، بہار نامہ وغیرہ شامل ہیں۔ شیر سنگھ کے دوران حکومت میں یہاں قحط پڑا تھا۔ لڈی شاہ نے اس کو اپنے طور سے شعروں میں پرویا ہے

دیشہ سنگھ خوشہ سنگھ صاحب کار

ہیوان اوس مالیہ دوان اوس مار

سلرس کُلرس ٹلکھ گٹہ کار

یزارن منز ژلان نیرتھ اِدرار

ملک کشمیرس کیاہ بنتھ آو

شیر سنگھ دراگہ مگل بنتھ آو

صوبہ دار دفع گو دراگ دیوژول

خُدا یس عار آو شیر سنگھ گول

(دیشہ سنگھ کے دور میں قحط پڑ گیا مار مار کے زمینداروں سے مالیہ وصول کرتے ہیں۔ سلر اور کلر میں تباہی مچائی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہاں سے دفع ہو گیا اور اُسکا خاتمہ ہو گیا۔)

لڈی شاہ عموماً اُس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے جن کے پاس زمین نہیں ہوتی۔ یہ لوگ ہر سال ستمبر، اکتوبر میں زیادہ متحرک ہوتے ہیں جب لوگ دھان وغیرہ جمع کرتے ہیں یہ لوگوں کے کھلیانوں میں جا کر شعر سناتے ہیں اور بدلے میں دھان وصول کرتے ہیں اس طرح سے انکے پاس سال بھر کے لئے دھان جمع ہو جاتا ہے جس سے اُنکے اہل و عیال کا گذارا ہو جاتا ہے۔ حکیم حبیب اللہ، منور شاہ، لالہ لکھمن جو لڈی شاہ کے صِنف کے اُستاد مانے جاتے ہیں۔ انکی بہت سی شاعری جن کو لاز نامہ نام دیا گیا ہے غلام محمد نور محمد تاجران کُتب کی وساطت سے منظر عام پر آئے ہیں۔ مختلِف گوشوں سے متعلِق کہنے والے یہ لوگ فوک لور کے تواریخ داں بھی مانے جاتے ہیں ۔ اگر غور سے لاز ناموں کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں اس میں سوسایٹی کے سبھی چہرے سامنے آئیں گے۔ اُن دِنوں کے ظلم و ستم آفات سماوی قحط وغیرہ سبھی سامنے آئیں گے۔ لڈی شاہ کو ایک سوشل ریفارمر کا نام بھی دیا گیا ہے اسکی بات موضوع کے ساتھ مِل کر وابستگی پیدا کرتی ہے۔ انسانی نابرابریوں کا اس میں اظہار کیا گیا ہے لڈی شاہ زیادہ تر ان پڑھ ہی دیکھے گئیے ہیں۔ اُنہوں نے سب اشعار ازبر کر رکھے ہوتے ہیں۔ لہذا لکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لڈی شاہ بڑا زیرک باہوش اور ہوشیار کردار مانا گیا ہے۔ اُسکی باڈی لنگو یجز ہی اسکے ناچنے اور دوسری کیفیات

پیدا کرتے ہیں جن سے لوگ ہنسنے اور لطف اُٹھانے کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

اب جب کہ لڈی شاہ کا کردار عام نہیں رہا اور ناپید ہونیکو تیار تھا مگر ای، ٹی وی کی وساطت سے راجیش رینہ اور جتیندر تِکو صاحب کی کوششوں سے یہ کردار دوبارہ زندہ ہوا اور اسکی ابھی تک وہی افادیت اور اہمیت ہے جو اسکی پرانے وقتوں میں رہی ہے۔ تمام لوگ شام کو اتوار کے دِن اس کو بے تابی سے سننے کو تیار رہتے ہیں۔ یہ زمانے اور موضوع کے اعتبار سے مناسب اشعار تخلیق کرتے لوگوں کو آسودگی فراہم کرتے ہیں۔ اور جب طنزیہ انداز میں کچھ کہنا ہو تو یوں اشعار باندھتا ہے:۔

گر پیٹھکِ زامتر کڈ کھژارژاری

تراگہ بل بیگار دِتکھ دارداری

تراگہ بل واتتھ کورکھودنا

یتہٖ یورگر پیٹھ گژھ زِنہ زانہہ

سیلاب پرکُچھ اشعار

استہ پاٹھی آب یلہ ژاوحاجن

آب تم لودنے گگرواجن

آج کل کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے لڈی شاہ یوں رقمطراز ہے

ڈبل ماسک لگایو از گل ـ ـ وبا نشہ بچنگ بس چھُ یئی حل

وارِس چھاوچھن ہیوند مسلمان ـ ـ پازیٹیو آے بیہ لوکہ ساسا

سمٹم ون چھُنہ بیمارن کانہہ ـ ـ نہ پتھ پانس نہ نس پشپان

بوزیو خلایقو روزیو ہُشیار ـ ـ ـ زیادہ چھُنہ پھیرُن گرِ ھیو بیمار

پھیرنس از گل چھُنہ کانہہ سار ـ ـ زیادہ چھُنہ پھیرُن گرِ ھیو بیمار

کووِڈن سارسے وولُمت نال ـ ـ اکھ اکس از گل مہ کریو سال

دور پرتھاویو از آر پار ـ ـ ـ ـ ـ زیادہ چھُنہ پھیرُن گرِ ھیو بیمار

کوِڈ مکلِتھ پھیریو باغن ـ ـ ـ ـ یہ بیمار ہر جایہ چھِیٔ زاگن

جان گو اندرے روزُن یار ـ ـ ـ ـ زیادہ چھُنہ پھیرُن گرِ ھیو بیمار

نبر یلہ نیر یو لاگیو ماسک ـ ـ ـ ـ ـ تھاوِیو زہ گز دُور پٹھن

مصافہ تہٕ نالہ مت کیاہ دِین تار ـ ـ ـ ـ زیادہ چھُنہ پھیرُن گرِ ھیو بیمار

لڈی شاہ وَنن چھُیٔ یہے نصیحت ـ ـ ـ ـ بوز کھے روز کھ ژی سلامتھ

عملاوُن چھُیٔ مہ کر اِنکار ـ ـ ـ ـ ـ ـ زیادہ چھُنہ پھیرُن گرِ ھیو بیمار

صبح و شام پرتو استغفار ـ ـ ـ ـ ـ ـ زیادہ چھُنہ پھیرُن گرِ ھیو بیمار ☆

(ظاہر بانہالی) ☆☆

اکیڈمی نے بہت سے لآزنامے لکھوائے ہیں۔

گھر جوایوں کو چن چن کر نکالا گیا اور تراگہ بَل پہنچا کر اُنکی پٹائی کیگئی۔

آرام آرام سے سیلاب جب حاجن پہنچ گیا تو چوہوں کے بِلوں میں بھی پانی پہنچ گیا۔آج کل ڈبل ماسک لگاو یہی بچنے کا حل ہے۔

یہ کرونا ہندو لور مسلمان نہیں دیکھتا اور بہت سے لوگ پازیٹیو ہو گئے۔

کوئی بھی نہیں ہے نہ تو کھانسی ہے نہ زکام ہے پھر پتہ نہیں کیا ہے دیکھو لوگو زیادہ ادھر ادھر نہیں پھرنا ہے۔ زیادہ پھرنے سے بیمار بھی ہو سکتے ہو۔کوڈ نے ہر جگہ جال بچھایا ہے اسلیے ایک دوسرے کی دعوت دینا بند کرو دوری آر پار برقرار رکھو تا کہ تُم بیمار نہ ہو۔آپس میں گلے لگنے سے کیا مِلے گا جب کوڈ ختم ہو گا تب سب کُچھ کرنا ابھی احتیاط کرنا لازم ہے۔

☆☆☆

بانڈ پاتھر اور مزاح نگاری

بانڈ پاتھر (کشمیری مزاحیہ ناچ) کشمیر کے قدیم دور سے تعلق رکھتا ہے زین العابدین (بڈشاہ) کے دور میں یہ لوگ موجود تھے اور جشن کرتے تھے ایم کے رینہ لکھتے ہیں۔ 1775 عیسوی میں بانڈوں کو اودھ (حیدر آباد) کے نواب نے اپنے بیٹے کی شادی پر بُلا کر جشن بانڈ پاتھر کرایا تھا" اسکے بعد بہت سے بانڈ کشمیر سے ہجرت کر کے لکھنو بس گیے تھے جو ابھی بھی وہاں موجود ہیں۔ اِن کو کشمیری بانڈ کا نام دیا گیا ہے۔ بہت سے بانڈوں کو کئی ریاستوں میں وظیفہ اور سرپرستی حاصل رہی ہے۔ غلام محی الدین عاجز ایک تحقیق کار ہیں۔ بانڈ پاتھروں پر اُس نے بہت سی تحقیق کی ہے وہ لکھتے ہیں" کشمیر کی تواریخ بہت پُرانی ہے چونکہ بانڈ پاتھر کرنے کی مثالیں نیل مت پران میں بھی ملتی ہیں۔ خاص اور متبرک موقوں میں بانڈوں کا ناچنا بانڈ پاتھر کھیلنا ایک ریواج ہوا کرتا تھا اور عام طور پر کھیلا جاتا ہے۔ بانڈ پاتھر کرنے پر اُنکو کھانے پینے اور نقدی انعام سے نوازا جاتا تھا۔" کلہن پنڈت (راج ترنگنی) میں ذکر کرتا ہے کہ کشمیر میں لوک تھیٹر باقاعدہ کیا جاتا تھا جسمیں متبرک دنوں اور عُرس پر کلاسکی طور پر یہ ڈراما کھیلے جاتے تھے۔ عبادت گاہوں اور اور متبرک جگہوں کو اِن سے ایک

تقدس میسر ہو گیا تھا - ناچ اور مسخرہ پن لوگوں کو بہت پسند آتا تھا اور لوگ ہنسنے ہنسانے پر مجبور ہو جاتے تھے وہ اس سے اپنی روح کو تازہ کرتے اور خوشی محسوس کرتے تھے۔

شری در " کشمیری لیکھک:" کہتے ہیں " بڈ شاہ بھی خود ایک سجی سجایی ناؤ میں بیٹھ کر اپنے درباریوں کے ساتھ اس بانڈ پاتھر کو دیکھتے اور ان سے لطف اُٹھا کر محظوظ ہو جاتے - اداکاروں (بانڈوں) کو انعام واکرام سے نوازا جاتا اور اُنکی عزت افزائی کی جاتی "

اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کشمیریوں کو بانڈ پاتھر کرنے اور دیکھنے کی بہت پہلے سے روایت رہی ہے - کلہن پنڈت نے راج ترنگنی میں اسکا ذکر ہوا ہے وہ کہتے ہیں " کشمیر میں لوک تھیٹر باقاعدہ سے کام کرتے آ رہے تھے جس میں متبرک دنوں میں کلاسکی طرز پر ڈراما شعروں میں کھیلا جاتا تھا - رنگ شالوں یا متبرک آستانوں اور درگاہوں کو مرکزی حثیت ملی ہوئی تھی ۔ عبادت گاہیں ایک خاص وقعت رکھتی تھیں - لوگ جوق در جوق آ کر فن کاروں کے یہ رنگ وروپ دیکھنے آتے تھے اور ایک میلے کا سماں لگا رہتا تھا - اُنکے روپ اور مسخرہ پن دیکھکر روح میں نئ جان آ جاتی اور ایک محظوظ ہونے کی کشش ہوتی تھی " نیل مت پران

بانڈ لفظ ذہن میں آکر ہمارے شعور میں ایک ایسی تصویر اُبھر کر سامنے آتی ہے جس میں ناچنا ہنسنا ہسانا کھیلنا اور مسخرہ پن موجود رہتا ہے - بانڈ ہندوستان، بنگلہ دیش نیپال، اور پاکستان میں بستے ہیں یہ فوک لور کو پنپنے اور وجود میں رکھنے کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں فوک لور انٹرٹین منٹ Entertainment کا ایک اہم ذریعہ ہے - اسکو ایک بہترین انداز سے اسطرح بیان کیا گیا ہے Band ipather is a traditional kashmiri dramatic performance that incorporates dance,playing of musical instruments and acting' - بانڈ ایک کشمیری ناچ ہے جس میں کھیلنا اداکاری اور ساز بجانے کا عمل رہتا ہے باانڈ ایک تحقیق کیمطابق سنسکرت لفظ "پاتر" میں سے نکلا ہے جسکا معنی اداکار، فن کار، یا نقال کہا جاتا ہے- سر والٹر لارنس بانڈ پاتھر کا ذکر کرتے اسکی افادیت یوں بیان کرتے ہیں- مہاراجہ پرتاب سنگھ کے وقت میں بادشاہ نے ایک جاسوسی محکمہ اس کام کے لیے مختص کر رکھا تھا کہ وہ بانڈوں پر نظر گذر رکھیں کیونکہ وہ گاوں گاوں پھرتے رہتے ہیں کہیں وہ بادشاہ کے خلاف کوئی ایسا ڈرامہ ناچ (پاتھر) مت دکھاتے ہیں جو بادشاہ کے حق میں نہ ہو- یہ جاسوس بادشاہ کو اسکی رپورٹ

دیتے رہتے تھے اور انکو سرکاری ملازم تصور کیا جاتا تھا - ڈانسر Dancer ناچنے والے داستان گو اور اداکاری ایک ہی جگہ جمع ہو کر کوئی بھی ایکٹ کر سکتے ہیں۔سر والٹر لارنس نے اسکا تذکرہ دی ویلی آف کشمیر میں بھی کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کشمیر میں گاوں کے سماجی اور سیاسی زندگی سہل اور آسان طریقے سے بانڈ لوگوں یا حکام تک پہنچاتے میں اور پھر اسکا مداوا کرنے کی تمنا کرتے ہیں۔ بانڈ حاکموں کے چالاکیوں اور ناروا سلوک کی کیفیت اِنہی پاتھروں میں دَرشاتے ہیں اور حاکموں تک اس آواز کو پوہنچاتنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اُنکے پیسے جمع کرنے کا کوئی مخصوص طریقہ نہیں ہے بلکہ ایک بانڈ "مسخرہ" حاضرین سے پیسے جمع کرتا ہے اور باقی تمام اپنا کام کرتے رہتے ہیں-بانڈ خصوصی ڈراما دکھانے میں طاق ہوتے ہیں۔ یہ لوگ مِل جُل کر ایک گروپ کی صورت میں مسخرہ بازی کرتے ہیں اور کبھی کبھی کسی خاص ایکٹ کو دکھانے کے لیے ایک خاص کردار اکیلے ہی اس پاتھر کو دکھاتا ہے اور باقی ساز جس میں زیادہ "شہنائی اور ڈھول"" ہوتے ہیں بجاتے رہتے ہیں۔ یوں ایک سماں پیدا ہو جاتا ہے- ان میں اُتر پردیش کے بانڈ، پنجاب کے نقال، اُستاد اور جمبور ٹائپ کے اداکار بھی شامل ہیں- کشمیر کے بانڈ لوگوں کو پرانے

بادشاہوں کے ظلم و ستم، بیگاری واقعات رشوت خوری کی واردات وغیرہ طنزیہ اور مزاحیہ انداز میں سٹیج کے بغیر بھی کھلے میدان میں دکھاتے ہیں اور لوگوں کو محظوظ کرتے ہیں- اس میں کوئی بھی لکھا اسکرپٹ نہیں ہوتا بلکہ اسکے ڈایلاگ زبانی زبانی یاد کیے جاتے ہیں اور یہ ڈایلاگ سینہ بہ سینہ یا پیڑی در پیڑی آگے منتقل ہوتے رہتے ہیں- ادکاری performance نئے نئے طریقوں سے کیے جاتے ہیں اور ایکٹ کے مطابق بھی ڈایلاگ بنائے جاتے. ہیں -بانڈوں کو بھارتیہ ناٹیہ شاستر میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں- بانڈ ہر فن میں طاق ہوتے ہیں ۔کوئی بھی ایکٹ جس کو عرف عام، میں پاتھر کہا جاتا ہے کسی بھی صورت میں دکھا سکتے ہیں۔ اُنکی جماعت میں ڈانسر dancer، بازی گر Acrobat سازندے Musician اداکار actor شامل رہتے ہیں- ڈراما یا ایکٹ میں کوئی نہ کوئی ن ء بات رہتی ہے اِن اکٹوں میں گوسانی پاتھر (سادھو پاتھر) شکار پاتھر ,انگریز پاتھر، گوجری پاتھر، بادشاہ پاتھر، واتل پاتھر، درز پاتھر، بیگاری پاتھر وغیرہ شامل ہے- اسکے علاوہ ان پاتھروں میں سیاسی، سماجی غیر سیاسی اور بہت سے موضوعاتوں کا ذکر بھی کیا جاتا ہے- یہ پاتھر دماغی دباو کو ہلکا کرنے اور کچھ دیر کے لیے زمانے کے مشکلات کو بھلا دینے کا کام کرتے ہیں اور انسان کو خوش اور فرحت محسوس کرنے کا کام کرتے ہیں- اسکا

لطف اُٹھا کر انسان کچھ ہلکا پن محسوس کر کے خوشی محسوس کرتا ہے۔ یہ پاتھر لوگوں کے سامنے اچھی باتیں اور پیغام رسانی کا پیغام بھی لے کر آتے ہیں۔ حال ہی میں بانڈ پاتھر کرونا بیماری کی وبا میں استمال کیا گیا ہے اور لوگوں کو یوں پیغام دیا گیا۔

Decates old Band pather organised in 19-Budgam village to spread the covid prevention meaures advised by the Govt

کشمیر کے بانڈ عموما کولگام، انت ناگ اور بانڈی پورہ ڈسٹرکٹ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں اکنگام، مہر پورہ، شانگس، گنڈ پورہ، اچھ بل، کیموہ، کوکڑ ناگ، فرصل، آرونی، واتھورہ بڈگام، ڈوروشاہ آباد اور بنڈ پور وغیرہ شامل ہیں جن میں یہ آباد ہیں۔ بانڈوں کا ذکر حضرت شیخ العالمؒ نے بھی کیا ہیاور کیی صوفی شاعروں نے اسکی طرف اشارہ کر کے کچھ نہ کچھ فرمایا ہے

جس نے تمہارے دروازے پر حاضری دی اُسکو اپنی عارفانہ شربت خود ہی پلائی۔ ایک ہی ماگُن ہے مگر پاتھر ایکٹ الگ الگ ہیں جس کو وہ اللہ پسند کرے گا وہی نجات حاصل کرے گا۔ (ماگُن) گرو، بہروپیوں کا سردار

(شیخ العالمؒ)

اسکے علاوہ کشمیر میں طنز وظرافت گاؤں گاؤں میں جا کر بھی کیا جاتا ہے۔ اس میں ریچھ والا، بندر کے کرتب دکھانے والا، ڈھول بجانے والا، شہنائی بجانے والے وغیرہ گاوں گاوں آ کر ساز بجاتے بھی ہیں اور مختصر ناٹک بھی دکھاتے ہیں ۔مگر اب اسطرح سے کئے جانے والے ناٹک تقریباً ختم ہو گئے ہیں اور اسکے بدلے میں نئے طریقے جیسے ٹیلی ویژن، فون وغیرہ ایجاد ہو کر لوگوں کی دِل بہلائی کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

کشمیری زبان اور ادب میں داستان گوئی طنز و ظرافت کے تناظر میں

داستان اُس نثری قصہ یا طویل کہانی کو کہا جاتا ہے جسکی بنیاد یا تو تخیُل پر ہو یا سچی بات پر۔ رومان پرور جذبات اور مافوق الفطرت عناصروں سے بھری پڑی ہو۔ داستان کہیں کہیں خیالی اور کہیں مثالی دُنیا کی کہانی ہوتی ہے۔ جو محبت کی سحر انگیز اور طلسم وغیرہ عناصروں پر مشتمِل ہوں۔ یہ مصنف کی آزادانہ اور زرخیز دُنیا کی پیداوار ہوتی ہے۔ داستانوں میں مافوق الفطرت عناصروں واقعات اور مقامات سے بھری رہتی ہے۔ جادو بیانی اور جادوئی کرامات خزانہ، جن، پری بھوت پریت شہزادے اور شہزادیوں کی محبت کا مِلن اور بچھڑنا۔ بادشاہوں کا ذکر قصہ در قصہ ان داستانوں کی زینت بنی رہتی ہے۔ داستان میں کسی بھی طوالت کی حد مقرر نہیں ہے اس کو جتنا لمبا کھینچا جا سکے کم ہے۔ اس میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس میں پلاٹ کردار نگاری، مافوق الفطرت عناصروں کی بھرمار رہتی ہے۔ منظر نگاری تہذیب اور معاشرے کی عکاسی اخلاقی درس، قصہ کا اچھا یا بُرا انجام، زبان اور بیان کا پھیلاو بنا رہتا ہے۔ داستان کو ناول، ناولٹ یا افسانہ کا جدامجد بھی کہا جاتا ہے۔

دُنیا کے ہر ادب میں داستان موجود ہے اسکی وجہ شاید یہ ہے کہ انسان کی شعور کا حیرت پسندانہ سطح علم و عرفان کی فروبخش اور سائینسی ایجادوں کا آج کل کا انسان اس سحر زدہ فضا سے باہر نکل کر ایک نءدُنیا میں قدم رکھنا چاہتا ہے۔ قدیم وقتوں میں جب انٹرٹینمنٹ Entertainment کا کوئی ذریعہ نہیں تھا لوگوں نے انہی داستانوں کو سُناتے سنتے اپنا وقت کاٹ کر خود کو لطف اندوز کرنے کے جتن کئیہیں -قدیم وقتوں میں اسکا بہت چلن رہا ہے اور لوگ اسکو پسند بھی کرتے تھے۔ داستان گو (داستان کہنے والا) کو گھر میں بُلا کر داستان سُنی جاتی تھی اور رات بھر بیدار رہ کر یہ شُغل چلتا رہتا۔ کشمیر کے لئید استان گو ایسا ہی کلاکار ہے جیسا سانتا کروز یوپی کے بچوں کیلیے ہوسکتا ہے یہ لوک ادب میں شُمار ہو کر ظرافت اور مزاح کا مجموعہ ہوتا ہے۔

کشمیری ادب میں داستانی ادب کو پنپنے کی ایک اور وجہ بھی ہیچو یہاں کے موسمی حالات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں کا لمبا سردی کا ٹھٹھرتا موسم کشمیر کی زندگی پر بہت اثر انداز ہوتا ہے سردیوں کے موسم میں باہر آنا جانا تو مشکل ہے ہی راستوں کی ناہمواری میں آج کل جیسے رسل و رسایل نہ ہوتے کی وجہ سے صرف تخلیقی پرواز کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تفریح کا سامان بھی آج کی طرح میسر نہ تھے۔ نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ بڑے چھوٹے بزرگ جوان ایک ہی جگہ یا

چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں کمروں میں بیٹھ کر کہیں گپ شپ لڑاتے، کہیں کھیلتے، اور کہیں اکثر داستانیں سنتے سناتے - ابھی ابھی کچھ ہی وقت پہلے کشمیر میں کتاب کا رواج ہوا کرتا تھا۔ گاوں کے ان پڑھ لوگ بھی کوئی نہ کوئی مثنوی خرید کر لاتے اور پھر سردیوں کے دنوں میں ہمسایوں کو بلا بلا کر کسی داستان گو سے داستان سُنتے - اس دوران میزبان داستان سنانے والے اور تمام سُننے والوں کی خدمت گذاری کرتا اور اُنکی عزت کرتے ہوئے اُنکو کھانا بھی کھلاتا ۔ یہ ادب سینہ بہ سینہ بھی چلتا رہتا تھا اور ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ بنا ہوا ہے۔ اسطرح سے دانائی کی باتیں آگے چلتی رہتی۔ کشمیری ادب میں ان محفلوں کو اور مجلسوں کو بہت ہی عزت سے دیکھا جاتا تھا اور یہ کارآمد بھی ہوا کرتی تھیں۔

داستانوں میں من گھڑت کہانیاں قصے واقعات اس انداز سے بیان کیے جاتے ہیں کہ سُننے والے کو آخیر تک ایک تجسُس قائم رہتا ہے کہ پتہ نہیں آگے کیا ہونے والا ہے۔ ان میں ایسی واردات اور واقعات شامل ہوتے ہیں جو انسانی فطرت سے بالاتر اور بعید ہوتے ہیں۔ شہزادے اور شہزادیوں کے قصے حسن و عشق کی رقابتیں اور کہانیاں وارداتوں کے پیچیدہ اور مشکل حیران کرنے والے واقعات زبان اور بیان کے حادثات حیران کُن محیرالعقل لمبی باتیں

داستان میں ایک خاص اور شیرینی کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ یہ ان داستانوں کے جُز بھی مانے گیے ہیں۔ قدیم وقتوں میں داستان گو درباریوں کے ساتھ بھی منسلک رہتے تھے اور بادشاہ اور درباریوں کو خوش کرتے تھے۔ داستان گو کو انعام واکرام سے نوازا جاتا تھا۔ مفکروں کا قول ہے کہ بہت سی داستانیں نثر یا نظم میں موجود ہیں پراچین ویداور پراکرت میں موجود ہیں یہ سنسکرت بان میں ہوا کرتی تھی جو ہندوستان سے ایران اور عرب کے مملک میں ترجمہ ہوتے رہے اور پھر واپس ہندوستان آگئے جہاں انکا مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا گیا جس میں کشمیری زبان بھی شامل ہے۔ دوسری ایک تحریر میں یہ کہا گیا ہے کہ داستان کا آغاز تیرویں صدی میں ہوا ہے فارسی میں اسکی ابتدا 1411 کی صدی میں ہوا کچھ وقت کے لیے یہ فن ناپید ہوا۔ اسکو پھر نئے سرے سے زندہ کردیا گیا۔ اردو ادب میں اسکا بہترین مواد ہے سب رس اردو ادب کی پہلی داستان ہے جو ملا وجہی نے لکھی اسکے بعد تو تا کہانی لکھی گی۔

قدیم ترین داستان میں امیر حمزہ کی داستان جو 46 جلدوں میں پھیلی ہوتی ہے لکھی گئی ہے۔ برصغیر (ہندوستان) میں یہ فن عروج پر قایم تھا۔ افسانے کے حوالے سے قدیم یونانی بادشاہ ہومر اور اگسٹن کے دور میں رومی شاعر ورجیل Virijil کی تصنیف ایکلا گذ اینی ایڈ اور ہومر الیڈ منظوم داستانیں لکھی

گئی ہیں- ان تمام موضوعات کا موضوع جنگ اور سفر ہی رہا ہے- ہندوازم میں
ویداور پراکرت تمام پرانا لٹریچر مانا گیا ہے-

داستان دراصل فارسی لفظ داستان سے مستعمل ہے جو کہانی یا طویل کہانی کو کہا
جاتا ہے۔ کہنے والے کو داستان گو" کہا جاتا ہے تیرھویں صدی کا ایک شاعر
امیر خسرو اپنے وقت میں اپنے پیر و مرشد حضرت نظام الدین اولیا کو داستان
سُنایا کرتے تھے۔ جب وہ ایک دفعہ سخت بیمار ہوئے تو اُنکو قصہ چار درویش باغ و
بہار سنایا گیا جس سے اُس کی بیماری جاتی رہی اور وہ شفایاب ہوئے۔ ماہر
بشریات غوث انصاری فرماتے ہیں کہ داستان گوئی کے جز و قبل از اسلام بھی
عرب میں موجود تھے اور عربی ادب میں ملتے ہیں- اسکے بعد یہ فن ایران اور
ایران سے کشمیر آیا- جسطرح باقی فنون کشمیر چلے آئے- داستان گوئی کا فن خوشی
خوبصوری محبت دھوکا دہی وغیرہ موضوع پر ہوتا ہے- پہلے پہل صرف الف لیلوی
قصہ اور قدیم قصے موجود ہوتے تھے جن میں ظرافت وغیرہ رہتی تھی مگر اسلام کے
آنے کے بعد ان میں مسلمانوں کی بہادری کی داستانیں اور واقعات شامل
کیئے گئے-

کشمیر کی داستان گوئی جیسے کہ پہلے کہا گیا ہے ایران سے ہی مستعار لے کر
ہمیشہ لوگوں کی دِل بہلانے کے لیا استعمال کیا جاتا رہا ہے- یہ لوگوں کے دِل

بہلانے کا سامان رہا ہے۔ سردیوں کی لمبی لمبی راتوں میں برف کے منجمد سرد گھروں میں اندر رہ کر ان داستانوں کا لطف اور ان سے محظوظ ہونا ایک قدرتی عمل تھا۔ اُس زمانے میں تقریباً تمام لوگ فارسی جانتے تھے اور فارسی میں ہی کتابیں لکھی جاتی تھیں ایک کتاب پڑھتا تھا اور دوسرا معنی نکالتا رہتا تھا۔ اسطرح سے مجلس گرم ہوا کرتی تھی۔ ہنسی اور ہنسانے کے موقع فراہم کیے جاتے اور اپنا وقت اچھے سے گذارتے تھے۔ اکثر داستانوں کے ماخذ عربی اور سنسکرت یا فارسی ہوتا ہے۔ فارسی اور عربی لفظ از بر ہوا کرتے تھے اور فارسی داں لوگ بڑی آسانی سے پڑھتے تھے۔

آتش صاحب (ایک کشمیری ادب کا ناقد اور اسکالر) ایک مقالے میں لکھتے ہیں "فارسی زبان کے ساتھ بہت سے شعر صنفوں کے ساتھ اور بھی بہت مثنویاں کشمیر میں پہنچی جو کشمیر کے مزاج کے ساتھ کافی مطابقت رکھتے تھے۔ ہمارے عشقیہ داستانوں سماجی واقعاتوں حتیٰ کہ جنگ ناموں کی مقامی روایت جو آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی۔ اس روایت کا لکھنے کا انداز زین العابدین بڈشاہ کے زمانے میں لکھے کشمیری کتابوں میں ملتا ہے۔ ان میں اکثر کتابیں ابھی تک ناپید ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بھٹ اوتار کی بانا سر کتھا بھی کہیں سے دستیاب ہوئی ہے اسکے متعلق پرتھوی ناتھ پشپ لکھتے ہیں:۔

بانا سر کی لخت جگر اُشا یہ اور کرشن جی کے انردن کا دل سے میل ہوتا ہے۔ چار سو بندوں میں سے نصف سے زیادہ ہی جنگ کے ہنگامے میں لکھے گیے ہیں۔ اُشا یہ اور انردھنی کی محبت والی داستان کو اوتار بھٹ شاعری کی صیح طرح بناتا کشمیری ادب بہت اعلی ہو جاتا"

تب بھی بانا سر کتھا کو کو بہت اہمیت ہے زبان اور اسلوب کے لحاظ سے یہ کشمیری ادب میں اعلی مقام پر فائز ہے اور ایک دستاویز کی حثیت رکھتی ہے۔ (انہار کشمیر یونیورسٹی جلد 5 شمارہ 8 صفہ 41) آتش صاحب لکھتے ہیں کہ محمود گامی (کشمیری شاعر) سے پہلے ساڑھے تین سو سال بھی کشمیری مثنوی کا رواج رہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کشمیر پر سالوں سال دوسرے ملکوں کے حکمرانوں نے حکومت کی مغل بادشاہ اکبر کشمیر پر قبضہ کرنے کے بعد کشمیری بالکُل خاموش ہو گئے اور انہوں نے اپنے اندر کے جذبوں کو دوسروں کے حوالے کیا حاکموں کے خلاف بولنے کی کس میں ہمت تھی۔ جاگرداری نظام میں محبت کا اظہار کرنا بھی گناہ تھا۔ اس کم زور اور ناتواں قوم کی قسمت میں مفلسی اور لاچاری لکھی گئی تھی۔ ہنسنے ہنسانے کے وسیلے بھی دستیاب نہ تھے۔ ایک بانڈ پاتھر حبہ خاتون کیلکھے وژن گاو؟ں کے میلے ٹھیلے اور لوک گیت کے کُچھ انہار اپنے من کو کو محظوظ کرنے کے لیے میسر تھے۔ مگر گرمیوں کے کچھ مہنوں کے علاوہ

سردی کے زیادہ دِن اندر ہی اندر گذارنے پڑتے تھے۔ یہ لمبی سرد راتیں کاٹنے کے لیے داستان گو بُلائے جاتے تھے اور داستانوں کو سُنتے اپنا من ہلکا کرتے اور اِن لمبی راتوں کو پل پل کاٹ لیتے۔ یہ تمام مثنوی ہونے کی بدولت ہوا کرتا تھا۔ مثنوی آ گئ تو مجلس آرائی شروع ہو گیی مثنوی خوانی کی مجلس محلّہ بہ محلّہ گھر گھر اور گاوں گاوں شروع ہو گئ۔ گاؤں کے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر مثنوی کا دِل پسند کھیل کھیلتے اور دنیا کو بھول کر مثنوی سُننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ کشمیری لوگ سالہا سال مثنویاں سُنتے رہے اور اپنے غم کم کرتے رہے۔

چھاپ خانے نہ ہونے کی وجہ سے لوگ دور دور سے مثنویاں منگاتے رہتے۔ جب چھاپ خانے آ گئے تو مقبول مثنویوں کے ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ بِکنے لگے۔ محبت بھری مثنویاں کشمیری لوگوں کو راس آ گیں اور ایران کی اِن فارسی مثنویوں میں انکو اپنا ہی چہرہ غم درد اور دکھ محسوس ہوتا تھا۔ جنگ نامے اور سماجی اور عقیدتی مثنویوں نے انکی غیرت عود کر آتی غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف نفرت کا جذبہ بھی پیدا کرتی تھی۔ مثنوی خوانوں نے بہت دیر تک اپنی کام کیا جو آج ٹی وی اور ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈر دیتے ہیں۔ مثنوی غیر رسمی تعلیم کا ذریعہ بھی ثابت ہو گیی۔ ناخواندہ کشمیریوں کو کم ہی سہی مگر مثنویاں سُن سُن کر اُن علاقوں کے رہن سہن اور زبان سے تھوڑی واقفیت بھی ہوتی گئ۔ چاہیے وہ ایران ہو یا

پنجاب تھا یا ہندوستان کا کوئی دوسرا علاقہ "-محمد یوسف ٹینگ لکھتے ہیں "مثنوی کی برکت سے کشمیریوں میں زبانی اور تحریری ادب میں ایک بھرپور حصہ ملا اور وہ ادب کو سمجھنے اور جاننے لگے

کشمیری ادب میں حاتم تلہ وانی ایک مشہور داستان گو ہو گذرا ہے- جسکا ذکر سر آرول اسٹاٹاین نے ایک کتاب میں کیا ہے جو سر جارج گریرسن نے ایڈٹ کر کے چھاپی تھی- اس نے آٹھ داستانوں کو اس میں رقم کیا ہے- جنکا انگریزی ترجمہ کیا ہوا ہے یہ داستانین یا کہانیاں اسکو اور پنڈت گوند کول صاحب کو حاتم تلہ وانی نے 1896 میں سنائی تھیں جو پھر لندن سے 1923 میں چھپائی گئیں- جے ہنٹن نو ویلیز نے کشمیری مشن سکول کھولا اور اُسکا سربراہ ہوا- اُس نے کشمیری کہانیاں سُنیں اور انگریزی میں ترجمہ کیں 1887 چھپائی گئی اِن کہانیوں کو ٹیلز آف کشمیر Tales of Kashmir کا نام دیا گیا 2020 عیسوی میں پروفیسر بشیر بشر نے پھر انکو کشمیری میں ترجمہ کیا-

جناب اسیر کشتواڑی اپنی کتاب "جومس تہ کشیر منز کاشر زبان و ادب" میں لکھتے ہیں "نندہ ریشی شیخ العالم کی نظم نام حق یا صدوسی سال مثنوی کا سب سے پرانا نمونہ ہے اُس دور کا ایک نا معلوم شاعر حضرت ابراہیم کا واقعہ مثنوی میں بیان کرتا ہے- اٹھارویں صدی میں کشمیری مثنوی کا باقاعدہ آغاز ہوا- میر عبداللہ

بقھی کی وساطت سے اُس نے مختصر مثنویاں لکھیں- اسکا سال وفات 1226ھ ہے میر عبداللہ بقھی نے کشمیریوں میں ترجمہ کا آغاز بھی کیا ہے- اُس نے مولانا عطار کی فارسی مثنوی صنعان، قصہ سنگ تراش، قصہ حضرت موسی کشمیری میں ترجمہ کیا-

شاعری کر کے اُس نے شاعری کا سارا رس سمیٹ لیا- موضوع، ہیت اور زبان میں اُس نے ایک ن ء روایت قایم کی جو آجتک کوئی شاعر نہیں کر سکا- محمود گامی تمام مثنوی نگاروں کے سرفہرست ہیں- جبکہ مثنوی کے نمونے اُس سے پہلے بھی ہماری شاعری میں نظر آتے ہیں- محمود گامی کی مثنوی شیرین خسرو کشمیری شاعری اور ادب میں پہلی مکمل مثنوی گردانی جاتی ہے محمود گامی نے کُل دس مثنویاں لکھی ہیں جو تمام کی تمام فارسی سے لکھی گیی ہیں-

اسی کتاب میں اسیر صاحب ذکر کرتے ہیں کشمیری مثنوی نگاری کے ادب میں محمود گامی کے بعد اہم مثنوی نگار مقبول شاہ کرالہ واری 1802-1877 ہے- اُسکی مثنوی گلریز، یوسف زُلیخاہ کے بعد تمام مثنویوں سے اعلی اور مقبول ہے اس نے بہت سے وژن اور نعت بھی لکھے ہیں- مثنوی گلریز کی کہانی مشہور داستان "شکاسپ تتی" سے لی گئی ہے جسکا ترجمہ فارسی میں طوطی نامہ" کے نام سے کیا ہوا ہے-

ان سب کا حوالہ دینے کا مقصد اور غرض و غایت یہی ہے کہ باور کرایا جائے کہ ان مثنویوں کو کشمیری لوگ اپنی سردیوں کا سامان بنا کر گذارا کرتے تھے۔ داستانوں کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں سُنانے کا بھی رواج رہا ہے جن کو اکثر بزرگ لوگ سُنا سُنا کر بچوں اور عورتوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس میں چاٹھ، مخول کرنا افسانہ، روف ونہ وُن اور محاورے بھی شامل ہیں یہ تمام صنفیں لوگوں کو راحت کا سامان بہم کرتے ہیں۔ اِن صنفوں کو مزید بڑھاتے ہوئے اور بلندی تک پہچانے کے لیے بہت سے ادیبوں، مصنفوں اور شاعروں نے اس میں شعر کہے، کہانیاں لکھیں اور بچوں کے لیے محاورے لکھے۔ تاکہ اس سے ہرایک آدمی محظوظ ہو سکے۔ جناب آتش صاحب نے اکیڈمی کے کہنے پر بچوں کے لیے چھوٹی چھوٹی کہانیاں جمع کر کے انکو ایک ہی کتاب میں جمع کر کے بچوں کے ادب کے تحت چھپایا ہے جن میں بہت سے شاعروں اور ادیبوں کی نثری و نظمی تخلیات موجود ہیں۔ کہانیاں لکھنے والوں میں پروفیسر محی الدین حاجنی (الف لال) مرغوب بانہالی (کُلیلہ و دَمنہ) شنکر بھان اور اختر محی الدین (دلیلہ) پروفیسر شام لال سادھو (ویتھ ہندی ملر) محمد احسن احسن (کاشر لکہ کتھ) غلام حسن غمگین (گُلستان سعدی) غلام نبی آتش (حکایات رومی) غلام محی الدین عاجز (مولانے روم سنز دلیلہ) علی محمد لون

وِیتال پچیسی) وغیرہ بہت سے ادیب اور نثر نگار شامل ہیں جنہوں نے فارسی، انگریزی اور اردو سے ترجمہ کر کے بے شُمار کہانیوں کو کشمیر روپ دے کر ادب کا حصہ بنایا - بہت سا مواد بچوں کے لیے بھی لکھا گیا جسکو غلام نبی آتش صاحب نے (کاشر شُرٗ ادبُک تواریخ) نامی کتاب میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے- کشمیری ادب میں ادیبوں ادیبوں اور قلم کاروں نے داستان لکھنے کی طرف توجہ کی اُنکی فہرست بہت لمبی ہے ؟ ک ءایک کے نام یہاں درج کر کے اس مقالے کو اختتام تک پہنچاتے ہیں- ان ادیبوں میں عبدالوہاب پرے، کرشن راز دان، لسہ کان (گُل بکاولی) سونہ اللہ کریری، پنڈت پچھمن کول بُل بُل، محمود گامی، مقبول شاہ کرالہ واری، عبدالغنی ٹھوکر، عزیز میر سو یہ بُگ ، ولی اللہ متو، غلام محمد لون، علی گنئے (عاشق) عبدالغفار، مہاتما لچھ کاک (بھگوت گیتا کا ترجمہ) امیر شاہ کریری 1903-1938 سام نامہ و خاور نامہ کا خالق وغیرہ میر غلام حسن،، پیر غلام محمد حنفی سوپوری 1937-1846 لال مجنون) حبہ خاتون وغیرہ مورخ حسن شاہ کھویہامی (خلافت نامہ) علی شاہ ہرل 1935-1981) جنگ ناموں کا خالق (جنگ خاور جنگ خیبر) محی الدین مسکین (یوسف زُلیخاہ قصہ ہارون رشید)) عزیز اللہ حقانی (بے نظیر بدر منیر میر عبدالغنی رتن پوری، محی الدین مسکین، نور الدین کشمیری شیخ نور الدین ریشی

(گونگل نامہ) علی شاہ کشمیری (تمیم انصار) مہاتما سوامی پر مانند منشی محمد یوسف پرکاش رام (منظوم راماین) پنڈت شیو جی دھر، ناجی منور، فاروق نازکی، عبدالرحیم اعمی بانہالی، عبدالقدیر کشمیری، محمد ایب شاہ (ایوب صابر) مثنوی اور بہت سے شاعر قلم کار اور ودھوان اس صنف میں شامل ہیں۔ اسکے علاوہ کشمیری ادب میں ونہ وُن وغیرہ بھی ظرافت اور مزاح کے اچھے چہرے ہیں جو دلوں کو فرحت محسوس کراتے ہیں
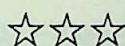
کشمیری زبان اور ادب میں
روف اور ونہ وُن ایک مختصر پہچان

ونہ ون کشمیر کا ایک ایسا گانا ہے جو عورتیں یا لڑکیاں چھوٹی ٹولیوں میں جمع ہو کر گاتی ہیں یہ کشمیری کلچر کا ایک اہم حصہ رہا ہے۔ زیادہ تر یہ خوشی کے موقعہ خاص کر شادیوں، نکاح عید مقدس دنوں وغیرہ پر گائے جاتے ہیں۔ اس میں مختلف موقوں پر مختلف مطابقت رکھنے والے گیت گائے جاتے ہیں۔ اِن گانوں میں رِدم اور سوز برابر رہتا ہے حتی کہ انکو عورتیں خود بھی گھڑتی ہیں اور موقعہ محل کے مطابق پیش کرتی ہیں۔ یہ صنف کشمیری عورتوں سے تعلُق رکھتی ہے اور مردوں میں اسکا رواج نہیں ہے۔ اِن گانوں میں استعاروں میں ساز کے ساتھ میٹھی آواز او طنز و مزاح کا بھرپور مُربہ ہوتا ہے۔ جس سے ایک تو خوشی دوسرا مزاحیہ ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دولہا دُلہن اور ارد گرد کے لوگ اس سے محظوظ ہو جاتے ہیں۔ ان گیتوں میں دُلہا دُلہن کی تعریف کے پل باندھے جاتے ہیں

اور وہ بھی پُر اثر مزاحیہ انداز میں۔ جناب آتش صاحب ونہ وُن کے تناظر میں لکھتے ہیں۔عورتوں کسی شادی یا کسی خوشی کے موقعہ پر گیت گانے کو ونہ وُن کہا جاتا ہے(ہور) یا ہُر عموماً دو مصروں کا ہوتا ہے اور ہُر (ہور) ایک کا شعر بنایا جاتا ہے۔ہُر جوڑی کو بھی کہا جاتا ہے۔گانے کے وقت اسکا ایک شعر چھوٹا یا بڑا (ضرورت کے مطابق) کیا جاسکتی ہے اس میں عروض وقواعد کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ونہ وُن کے گیتوں میں لہجے اور الفاظوں میں روانی اور لچک ہوتی ہے ان میں دو، دو کی ٹولیاں بنائی جاتی ہیں جن میں دو، تین یا زیادہ عورتیں یا لڑکیاں ہوسکتی ہیں ایک ٹولی پہلے گانا شروع کرتے ہیں اور پھر دوسری ٹولی اُسی کو دھراتے ہیں۔اسطرح سے ایک عجیب سماں پیدا ہوجاتا ہے۔ونہ وُن میں دُلہے اور دُلہن کی تعریف وازے (کھانا پکانے والا) شیف کی مدح، میزبان اور اُسکی بیوی کی تعریف وتوصیف، اُسکے حُسن وجوانی اور نازنخروں کی توصیف اور تعریف کیئےجاتے ہیں۔

مہمانوں کو دیر سے آنے کا گلہ اور شکوہ شکایات کیئے جاتے ہیں۔پھر جب دُلہن کو میکے سے الوداع کیا جاتا ہے اور سسرال بیجھا جاتا ہے تو سسرال والوں سے دلہن کو اچھے سے رکھنے کی گذارش کی جاتی ہے اور اچھا برتاو کا سلوک کرنے کی عاجزی کی جاتی ہے۔عاجز محی الدین لکھتے ہیں "ونہ وُن سُنتے ہی روح کو

ایک سکون اور شادمانی محسوس ہوتی ہے کشمیر کے روایتی کلچر کے ساتھ مرد و زن کی اتنی وابستگی ہے جتنا گوشت اور ناخنوں کا آپس میں ہوتا ہے۔ اگر کہ ونہ ون صرف عورتوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے مگر کشمیری طبقہ کے ہر مرد و زن کے لیے یہ ایک میٹھا پیغام لے کر آتا ہے - اور اس میں خوش خلقی کا مظاہرہ رہتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ دُنیا میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہوگی جہاں نسوانی اظہاروں اور جذباتوں کو ایسے جامے پہنایے جاتے ہیں اور ایسا کلچر زندہ جاوید رہتا ہے۔"

ونہ ون کشمیری فوک لور کا ایک خاص صوفیانہ اظہار رکھتا ہے۔ جس میں طنز و مزاح بھی بھر کر رہتا ہے جناب آتش صاحب لکھتے ہیں" ونہ وُن شعروں میں احساسوں کا تعجب خیز عکس بندی ہوتی ہے وہ بھی موقع محل دیکھ کر حالات کے مطابق ان شعروں میں کوئی نازُک خیال کہنے والیوں کو سر سے سر جوڑ کر شعوری کوشش کرتی رہتی ہیں۔ کسی بھی صورت حال کے مطابق ونہ ون کے شعروں کو ذہن میں جوڑا جاتا ہے ونہ ون گیت گانے والیاں اکثر جو دیکھا گیا ہے ان پڑھ ہی ہوتی ہیں مگر اُن کے دماغ سے ایسی ایسی ردِم والے شعر نکلتے ہیں جو کسی اصلاح کے محتاج نہیں ہوتے - اُن شعروں میں خوشی اور مزاح کا عمل بھرا رہتا ہے- وہ عام انسان کو متاثر کرتے ہیں ہنساتے ہیں اور کبھی کبھی رُلاتے بھی ہیں- احساس اور جذبوں کے بہاو کو خود بخود نادر اور لامثال استعارے اور الفاظ جڑ

جاتے ہیں جو ایک شاعر کبھی سوچ کر بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر دیکھا جائے تو ہر ایک شعر خود اپنی جگہ ایک واقعہ ہوتا ہے جو خوش گوار مکالمہ یا چھوٹا مو؟ ٹا ڈرامہ دکھتا ہے۔ ونہ وُن اور بھی کء جگہوں پر گایا جاتا ہے۔ پرانے زمانے میں بادشاہوں یا سیاسی قد آور شخصیتوں کے تعریف کرنے کے لیے بھی یا مُسلمان لڑکوں کی سُنت Circumastance کرنے، بچپن کے بال کٹانے پر کہے جاتے رہے ہیں۔ یہ کشمیری کلچر کو ایک اہم خوش مزاجی کا لطف بہم کرتے ہیں۔ بقول آزاد صاحب " ونہ ون کے بول بجا طور سے واقعاتوں کی نشاندہی کرتے ہیں ونہ وُن میں ایک شاعری کا ایک صحت مند اور ہشاش بشاش روح دیکھنے میں نظر آتا ہے۔ جس سے اُسکے شگفتگی کیجذبات ہم آہنگی اشاریت اور بے ساختہ پن نظر آتا ہے۔ یہ تمام روف ہمیں مختلف مقطوں پر ملتے ہیں " کشمیری زبان اور شاعری"

اسکے علاوہ رروف بھی ہمارے کلچر کا ایک حصہ رہا ہے گو کہ آج کل یہ کم ہو رہا ہے مگر کچھ سالوں پہلے یہ خوش ہونے خوش کرنے اور غم گین دِلوں کو ہنسانے کا ایک اہم ذریعہ رہا ہے۔ لڑکیاں یا عورتیں چھوٹی ٹولیوں میں آنگنوں میں آ کر رنگین اور اچھے کپڑے پہن کر گیت گاتیَ ہیں۔ خاص کر ماہ رمضان کے مہینوں اور مقدس و متبرک دِنوں میں یہ روف خاص طور پر کیا جاتا ہے۔ یہ

ہمارے لوک ادب کا ایک خوش اطوار اور بے انتہا آئینہ ہے جو ہمیں خوشی میسر کرتا ہے۔ آتش صاحب اسکو اپنے انداز میں کہتے ہیں۔ رووِ یا روف لفظ کا معنی نکالنے ہوئے لکھتے ہیں "رووِ یا روف لفظ کا معنی ناچنا، رقص کرنا، دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں گول دایرہ بنا کر خاص انداز اختیار کرنے کو کہا جاتا ہے -مگر اکثر گول دائرہ بنا کر ایک دوسرے کے کاندھے پر ہاتھ رکھکر ناچا جاتا ہے۔ یہ ناچ آہستہ آہستہ بھی ہوتا ہے اور تیز بھی یہ روف عید کے تہواروں پر عام ہوتا ہے جب چاند کی سفید روشنی میں لڑکیاں رنگ برنگ کپڑے پہن کر گانے کا سُر چھیڑتے ہیں تو ایک عجیب سرور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکے علاوہ لڑکیاں اسمیں دو دو کر کے بھی ناچتی ہیں جسکو "ہو کچہ " کہا جاتا ہے اس سے بھی لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔

ونہ وُن کی مثال دی جاتی ہے ؛-

مہندی لگاتے وقت دلہن کے لیے کہا جاتا ہے

تُم مت رو و کیونکہ کسی کو بھی میکے میں نہیں رہنا ہے اپنے میکے کی چابیاں جو ابھی تک تمہارے سپرد تھیں، اپنی ماں کے حوالے کر دو اور نکلنے کی تیاری کرو

-سُسر کے لیے ہدایات ؛-

اُدھر سے آتے وقت آپ ڈرڈر کے آگئے اور یہاں سے دُلہن کو لیکر موچھوں کو

تاو دے کر جا رہے ہو۔

دولہا کے لیے:-

اے دُولہے راجا آپکو ہم خدا کا واسطہ دیتے ہیں یہ لڑکی بڑی نازوں سے پلی ہے اب تمہارے حوالے اسکا دھیان رکھنا۔

روف کا ایک نمونہ:-

مہینوں میں کون سا مہینہ اچھا ہے ماہ رمضان جو اپنے آپ میں ایک اچھا اور سجیلا مہینہ ہے

ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیسے بہترین اور اعلی بنی تھے جنہوں نے خود بھی ماہ رمضان کیروزے رکھے اور ہمیں بھی اسکی تعلیم دی- ماہ رمضان میں روزے رکھنے چاہیے، یہ ہمارے بیماریوں کی دوا بن کر آیا ہے۔

☆☆☆

کارٹون، اُسکی طنزیہ اور مزاحیہ حثیت

کارٹون کا مطلب مزاحیہ شکل تصویر یا ہنسانے والے خاکہ کارٹون ڈچ لفظ کارٹون Kartoon یا cartoon سے لیا گیا ہے۔ اسکو دو جہتی تصویری اور بصری فن کی ایسی شکل سے تعبیر کیا گیا ہے جو ایک کلاکار کے ذہن میں ترتیب پاتی ہے۔ پھر لکیروں کی صورت میں کاغذ پر مُنتقل ہو جاتی ہے۔ جدید تعریف میں کارٹون ایک غیر حقیقی یا نیم حقیقی ترسیم یا نقاشی جسکا مقصد بگاڑی ہوئی تصویر جو مزاح پیدا کرتی ہو اور اُس جیسی تصویر کی جمالیاتی طرز بھی ہو۔

کاغذ پر ترتیب دینے والا عکس یا خاکہ وہ سب کُچھ بیان کرتا ہے جو ایک کارٹون بنانے والے کے ذہن میں بسا رہتا ہے۔ یہ ہماری زندگی کے دن بدن ہونے والے واقعات، واردات، حادثات، اتفاقیات، سیاسی ہل چل ورد و بدل سماجی بدلتے ہوے احساسات اور طور طریقے حتی کہ ہر کوئی موضوع لیکر ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ یہ خاکے ہر قسم کی ظرافت میں استعمال کیے جاتے ہیں جو فن کار یہ کارٹون بناتے ہین اُسکو کارٹونسٹ کہا جاتا ہے یعنی مزاحیہ شکل بنانے والا۔ یہ ایک ایسا انوکھا آرٹ ہے جس سے انسان اسکی شکل دیکھتے ہی ہنسنے یا

مسکرانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا فن ہے کہ جس سے سب کچھ مظاہرے میں لایا جاتا ہے جو زمانے میں ہوتا آرہا ہے یا ہونے والا ہو۔ مجموعی طور پر یہ تمام واقعات سیاسی اتھل پتھل سماجی بدلاو، ملک اور شہر کی صورت حال دُنیا کی اجتماعی چال کو کچھ ہی لمحوں میں لکیروں کے ذریعہ شکل کی صورتمیں ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ اپنی مقناطیسی ٹیڑھے میڑھے اور عجیب وغریب شکل کے زور سے ہی یہ قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ سیاسی کارٹون پہلے پہل جیمز گلیری کی وساطت سے ترتیب دیا گیا- 1841 عیسوی میں پنچ Punch نام کیبرٹش میگزین نے اسکا نام کارٹون اختیار کیا، جو تمام دُنیا تک پہنچ گیا اور اب تک اسی کو اختیار کیا جارہا ہے۔ جان رچٹی richti John ایک انگلینڈ کا ادیب تھا کیمبرج ہسٹری آف انگلش لٹریچر نام کی کتاب میں رقم طراز ہیں کہ انگریزی گراف satire واقعی طور ہوگرتھیس Hogerthis کے ہاتھوں شروع ہوا-ولیم ہوگرتھیس کی (فرینسیکو پینٹنگ) تصویریں مزاح کی بنیاد پر کشیدہ کی جاتی تھیں- اسکے کارٹون کا ہدف (تارگیٹ) اُس وقت کی برٹش حکومت یعنی اٹھارویں صدی کی برٹش حکومت جو کورپشن اور طرف داری کی طرف مایل تھیں۔ اسکے بعد یہ صنف ترقی کرتی رہی تھامس رولینڈسن اور جیمس گلری Thomas Rawlandson, James Gilliray جو

دونوں لندن کے رہنے والے تھے نے اسکا بہت استعمال کیا جو لوگوں کو از حد پسند آئے۔ اُنہوں نے اس فن میں مظاہرہ کر کے اس فن کو بلندیوں تک پہنچایا اور اپنا نام بھی روشن کیا۔ اس میں

John Tenniel, Richerd doylr, john loech

Thomas nast, Benjamin Frank lin

وغیرہ کارٹونسٹ شامل تھے۔ اسکے بعد یہ دُنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا اور ہر ایک زبان نے اسکی آبیاری کی۔ کشمیری ادب میں اس کا استعمال ہوا ہے پہلے پہل یہاں کشمیری اخبار نہیں نکلتے تھے، مگر آج کل اردو اخباروں کے ساتھ ساتھ کشمیری اخباروں میں بھی کارٹون نظر آتے ہیں۔ کشمیر میں زیادہ تر اردو زبان کے اخباروں کا چلن رہا ہے۔ اُنکے ساتھ جو کارٹونسٹ کام کرتے تھے اُنکے ذہن میں ہمیشہ کشمیری کلچر بسا رہتا تھا اور اردو اخباروں میں کارٹون ہونے کے باوجود کشمیری کلچر کی جھلک اُس میں نظر آتی تھی - اُن کارٹونسٹوں میں بشیر احمد بشیر، میر سوہل نقشبندی، ایس طارق اور بہت سے فن کار وابستہ ہو کر کارٹون کا شُغل اختیار کیے ہوے ہیں- اِنکی کچھ جانکاری لینا یہاں اچھا رہے گا۔

بشیر احمد بشیر

بشیر احمد صوفی غلام محمد صوفی کا چھوٹا بھائی ہے۔ غلام محمد صوفی سرینگر ٹائمز کے

مالک اور ایڈیٹر ہوئے ہیں۔ بشیر احمد سرینگر کے ڈل گیٹ کے پچھواڑہ محلّہ میں رہتے ہیں۔ بشیر صاحب کا کہنا ہے کہ دسویں جماعت تک میں صرف لکیریں بناتا تھا اور یہی میرا مشغلہ تھا۔ ان لکیروں کا کوئی بھی معنی نہیں ہوا کرتا تھا۔ میرے بھائی نے اخبار نکالنے کا اہتمام کیا تو میں بھی اُس کے ساتھ جڑ گیا اور کام کرنے لگا۔ یہ 1969 عیسوی کا زمانہ تھا۔ اس اخبار کے ساتھ کام کرنے سے میرا ذہن کُھل گیا اور میں نے نئیانداز سے سوچنے کی سعی کی۔ صوفی صاحب نے کہا کہ ہمیں کچھ نیا کرنا چاہیے۔ تاکہ ہمارا اخبار ایک الگ اخبار کہلائے اور لوگ محظوظ ہوسکیں۔ میں نے اَن جانے میں ہی کچھ آڑی ترچھی لکیریں ترتیب دیں اور اسکو کارٹون کا نام دیا۔ اخبار کے ذریعے سے جب یہ لکیریں لوگوں کے پاس پہنچ گییں تو اُنہوں نے اس کام کو بہت پسند کیا۔ یہ کشمیری ادب میں ایک نئی چیز تھی۔ 1971 عیسوی میں سرینگر ٹائمز میں میرا پہلا مستقل کارٹون شایع ہوا جو اندرا گاندھی اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیاں ہوا تھا۔ اسکے بعد اس میں توسیع ہوئی اور ابھی تک تقریباً چالیس سال کا زمانہ گذر گیا کہ میں یہ کام جاری رکھے ہوئے ہوں (ایک انٹرویو ویڈیو کلپ) آج کل بشیر صاحب اس اخبار کے مالک اور ایڈیٹر ہیں کیونکہ اُنکے بڑے صوفی صاحب اس دُنیا میں نہیں رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سیاسی ظرافت اور طنز کو

محسوس کرانے کے لیے ایک انسان کو متوجہ کرنا ضروری بنتا ہے- وہی ایک اچھے کارٹون کا مقام حاصل کرتا ہے- تو یہ بات بشیر صاحب پر پوری طرح منطبق ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کارٹون وقت کے مطابق بنا کر لوگوں کو خوش کرتے ہیں- انہوں نے کُچھ تاریخ ساز کارٹون بھی وضع کیے ہیں جن کے لیے اُسے مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا اور عدالتوں کی حاضری بھی دینی پڑی اس میں 1981 کا اسمبلی میں ہنگامہ۔ ووٹ ڈالنے کا میجک بکس شیخ اندرا ایکارڈ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آرٹ کو اپنی کچھ تشریح یا Explanations ہوتی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ لوگوں نے میرا کام اُسی طریقے سے دیکھا سمجھا اور سُنا ہے جیسے اُنکی مرضی ہوتی ہے-

بشیر صاحب ایک ادیب اور شاعر بھی ہیں وہ کہانیاں بھی لکھتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں اسکے علاوہ وہ گولف کے نمائندہ کھلاڑیوں میں شمار کیے جاتے ہیں- انکی بہترین کارکردگی پر اُنکو کئی انعامات دے گیۓ ہیں اور جموں و کشمیر ایڈیٹرس فاونڈیشن کی طرف سے گولڈ میڈل سے نوازا گیا ہے جو اُسکی کارکردگی محنت، ہمت اور آرٹ کا اعتراف ہے-

میر سوہل قادری ایک بہترین کارٹونسٹ ہیں جو 25 جنوری 1979 عیسوی میں کاوڈارہ سرینگر میں پیدا ہوے۔ یہ ایک آرٹسٹ خاندان میں

پیدا ہوے اور بڑے ہوئے -اُسکے دادا جان ایک زبردست اور مشہور سارنگی نواز ہو گذرے ہیں- انکا بڑا بھائی ایک کلاکار (سنگر) ہیں مگر اسکے باوجود قادری صاحب نے بُرش اُٹھایا اور شکلوں میں رنگ بھرنے لگے-اسی میں اُس نے آڑی ترچھی لکیریں بھی دینا شروع کیں اور آج کل وہ ایک زبردست اور کامیاب کارٹونسٹ مانے جاتے ہیں۔ سینیر سکینڈری تک تعلیم حاصل کی اور پھر فاین آرٹ کالج سرینگر سے گریویشن کا امتحان پاس کیا وہ رایزنگ کشمیر کے ساتھ وابستہ ہوگیے- جہاں اُسکے فن کو نکھار آ گیا اور اُسکے کارٹون دنیا کے مختلف کونوں تک پہنچ گئے۔ لوگوں نے اُسکے اس فن کو بہت سراہا اور آج کل بھی اس شغل میں مشغول ہیں۔

ملک سجاد صاحب 1987 میں پیدا ہوے اور صرف چودہ سال کی عمر میں ہی گریٹر کشمیر اخبار کیلیے کارٹون بنانے لگے- ملک سجاد نے سرینگر آرٹ کالج میں تعلیم پائی ہے۔ اسکے بعد لنڈن کے گولڈ اسمتھ کالج میں پوسٹ گریجویشن حاصل کی -سجاد صاحب ناولیں بھی لکھتے ہیں انہوں نے مُنو Munuu نام سے ایک گرافک ناول لکھا ہے جس میں ایک بچے کی کہانی بڑے ہونے تک (سجاد بننے تک) بیان کی گئی ہے۔

عائشیہ خان

یہ کارٹونسٹ 1994 عیسوی میں سرینگر کے صورہ میں پیدا ہوا جہاں وہ شاہ فیصل کالونی میں رہتے ہیں یہ ایک چارٹرڈ اکونٹنٹ ہیں اور کارٹون بنانے میں پوری دِلچسپی رکھتے ہیں وہ کلرفُل (رنگ آمیز) کارٹوب بنانے کو ترجیح دیتے ہیں جن میں طنز وظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔

سوہل نقش بندی گریٹر کشمیر کے ساتھ وابستہ ہیں اور ہماری خوشی کا سامان مہیا کرنے رہتے ہیں۔

ایس طارق ایک اور زبردست کارٹوں نگار ہیں اور کشمیر امیج کے ساتھ وابستہ ہیں ☆☆

فریسکو پینٹنگ:۔

قدیم زمانے میں گیلی مٹی کے دیواروں پر روغن یا رنگ پوت دیا جاتا تھا تو پھر لکیروں کی مدد سے ان پر شکلیں بنائی جاتی تھیں۔آرٹسٹ لکیروں سے ان شکلوں کو اجاگر کرتے تھے بس یہی پُرانے زمانے کا کارٹون ہوا کرتا تھا جو ایک دیوار پر بھی بنایا جاسکتا تھا۔اسی کو فریسکو پینٹنگ کہا جاتا ہے۔

☆☆

HOSPITAL

AMBULANCE

کتنا اچھا ہوتا اگر فی ترامی
50% شرکت کی اجازت ہوتی

BAB

آگے مت بڑھو سماجی ڈوری ہے ضروری

قرض خواہ

قرض دار

BAB

کتابیات

☆☆☆
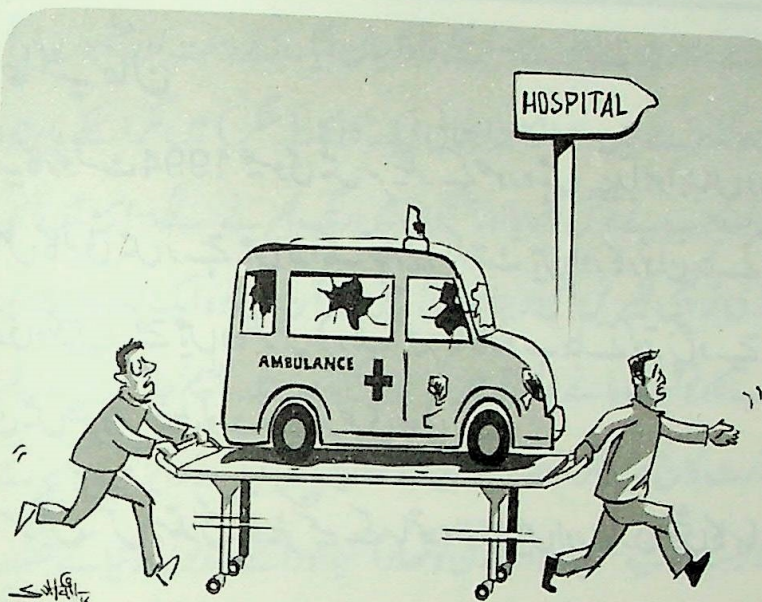
۱۔سونچن ترایہ۔۔۔بشیر بھدرواہی

۲۔ضلع ڈوڈہ کی ادبی شناخت۔۔اسیر کشتواڑی

۳۔امین کامل۔۔۔شیراز (خصوصی شمارہ) اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز جموں و کشمیر۔

۴۔ کشیر تہ جومس منز کاشر زبان و ادب (تواریخ و تنقید)۔۔اسیر کشتواڑی

۵۔طاہر بھگت راضی۔۔مقالہ سحر پاتھر

۶۔کاشر شُر ادبچ سومبرن۔۔غلام نبی آتش

۷۔پوشہ چمن۔۔ظاہر بانہالی

۸۔شیراز جلد (۱۴ شمارا۔۳) اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز

۹۔گوشن ہند پوش۔۔بشیر بھدرواہی

۱۰۔گلبار۔منظور ہاشمی کلچرل فورم وترگام، شمارے ۱۱ء ۱۲۔

۱۱۔اردو میں طنز و ظرافت۔۔۔اردو فورم دہلی

۲۱۔مقدمہ شعر و شاعری۔۔مولانا الطاف حسین حالی

۳۱۔مینوسکرپٹ۔اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز جموں و کشمیر۔

۴۱۔سرمایہ تہ سام گوڈ نیک، دویم تہ تریم حصہ۔غلام نبی آتش

۵۱۔طنز و مزاح ایک مطالعہ۔ہارون رشید لاہور یونیورسٹی

۶۱۔تفسیر نعیمی۔حصہ اول مفتی احمد یار خان۔

۷۱۔طنز و مزاح سرسید سے لیکر محمد باقر تک۔شیما مجید۔۔لاہور یونیورسٹی

۸۱۔کاشر لکہ لیہ۔سنٹرل انسچٹیوٹ آف انڈین لنگویجز میسور۔

۹۱۔کانٹ۔ولیم والیس (ایم اے۔ایل ایل ڈی)

۰۲۔انہار محمود گامی نمبر۔شعبہ کشمیری یونیورسٹی آف کشمیر

۱۲۔کاشرِ یک گرامر۔شفیع شوق

۲۲۔کلیات مقبول۔مرتبہ (محمد یوسف ٹینگ) اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز سرینگر

۳۲۔پرو۔محمد احسن احسن نمبر۔ادبی مرکز کمراز۔

۴۲۔صحراون منزار چ گل۔شعر سومبرن۔ڈاکٹر شیدا حسین شیدا

۵۲۔ گلریز اصلی۔ مقبول شاہ کرالہ واری۔

۶۲ ہیہ پوش۔۔۔شعر سومبرن۔ دلفگار بانہالی

۷۲۔ تواژن۔ (تحقیق و تنقید) اسیر کشتواڑی

۸۲۔ britsh magazine(punch)Satire

۹۲۔ Human and satire by Tanzeem gul

۰۳۔ غلام محی الدین عاجز۔۔ مقالہ بانڈ پاتھر

۱۳۔ گاش پگہک۔ شعر سمبرن۔ شبیر حسین شبیر

۲۳۔ کلیات قادر بیرواڑی۔ (کلام قادر بیرواڑی) مرتبہ اسیر کشتواڑی۔

۳۳ تار کھنب شعر سومبرن۔۔۔ ظاہر بانہالی

۴۳۔ پوپرن گتھ، شعر سومبرن۔۔۔ شہباز راجوروی

۵۳۔ کلیات رسول میر۔ اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگو یجز جموں و کشمیر۔

۶۳۔ آبشار۔۔ سالانہ رسالہ۔۔ پیر پنچال ادبی فورم بانہال۔

۷۳۔ عبدالرحیم اعما مونوگراف مصنف۔ مرغوب انہالی، ساہتیہ اکیڈمی دہلی

۸۳۔ پھلون سنگر۔ شعر سومبرن۔ جانباز کشتواڑی

۹۳۔ اردو ادب میں طنز و مزاح۔۔۔ وزیر آغا لاہور

۰۴۔ فیروز الغات۔۔ فیروز الدین

۱۴۔ آموز فارسی۔۔۔ فارسی گرایمر

۲۴۔ شیراز جلد (۴۷ شمارا۔۵) اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگو یجز مر جموں و کشیر (میر غلام رسول نمبر)

۳۴۔ Lin.Y.U.Tang Importance of Living By

۴۴۔ للہ دید۔۔ جیالال کول

۵۴ رند شمس بانہالی فن تہ شخصیت۔۔ مونوگراف۔۔ ظاہر بانہال

۶۴ کلیات رسل میر۔ محمد یوسف ٹینگ

۷۴۔ لل دید نمبر۔۔۔ جموں و کشمیر اکیڈمی سرینگر

۸۴۔ بانڈ پاتھر تہ رنگہ باوتھ۔۔۔۔۔ غلام محی الدین عاجز

۹۴۔ یتھ واوحالے ژونگ گس زالے۔ (شعرس مبرن)۔ منشور بانہالی

۰۵۔ اُن ترایہ ۔۔۔ امین کامل ۔۔ کلچرل اکیڈمی آف جموں و کشمیر

۱۵۔ گوگل ۔۔۔ اِنٹرنیٹ ۔۔۔ یوٹیوب ۔۔

☆☆☆

مصنف کی شایع شدہ کتابوں کی فہرست

۱۔ پوشہ براتھ کاشر کلام ۸۹۹۱ عیسوی

۲۔ رند شمس تہ صوفی شاعری کاشر نثر ۳۰۰۲ عیسوی

۳۔ شمس بانہالی ایک تعارف اردو ۱۰۰۲ عیسوی

۴۔ برم چاکی کاشر افسانوں پر مبنی کتاب۔ ۸۰۰۲ عیسوی

۵۔ تارکھ نب کشمیری کلام ۹۰۰۲ عیسوی

۶۔ سفرنامہ لداخ۔ اردو انگریزی اور کشمیری میں۔

۷۔ چراگاہوں کی سیر۔ اردو ۱۱۰۲ عیسوی

۸۔ سونہ سندی دور کشمیری افسانے ۴۱۰۲ عیسوی

۹۔ پوشہ چمن منتخب کشمیری شاعروں پر مضامین، ۵۱۰۲ عیسوی

۱۰۔ سفر محمود اردو۔۔ ۵۱۰۲ عیسوی

۱۱۔ رند شمس بانہالی شخصیت تہ فن۔۔ ۷۱۰۲ عیسوی (مونوگراف)

۱۲۔ شیطان پورے کا باغی۔۔۔ اردو افسانہ ۷۱۰۲ عیسوی

۱۳۔ آبہ تلی شراکھ کاشر افسانہ۔۔۔ ۷۱۰۲ عیسوی

۱۴۔ مشاہیر عالم تہ خاص دوہ۔۔ کاشرس منز ۸۱۰۲ عیسوی

۱۵۔ ونہ پوش کشمیری افسانے۔۔ ۱۲۰۲ عیسوی

۱۶۔ توی کنارے اردو افسانوں پر مبنی کتاب ۰۲۰۲ عیسوی

۱۷۔ آبشار کشمیری سالانہ میگزین۔۔۔۔۔۔ ۹۱ شمار

۱۸۔ روح چھنہ مران کشمیری افسانے ۱۲۰۲ عیسوی 19

۱۹۔۔ کاشرس ادبس منز طنز تہ مزاح

20۔ کشمیری زبان و ادب میں طنز و مزاح 2024

آبشار۔۔ 23 شمارے

:۔ ملنے کا پتہ:۔ مسرور پرمیسر محلہ عالم شاہ صاحب بانہال 788952 7398

شکرانہ

من غلامے از غلامانِ نبیؐ۔مہبط انوار و اسرارِ وحی

موضع لامبر سکونت مے کُنم ۔بانہالی با علاقہ نِسبتم

ظاہر از مرشد تخلص یافتم۔ شُغل با علم و ادب مے کُنم

روز و شب کار دارد مے کُنم ۔طنزیہ کشمیری ادب کردم رقم

یا الٰہی کُن عطا فضل و کرم۔ بدہ ہر ساعت علم و عمل دمبدم

دریں دُنیا سرخرو کُن یا الٰہی ۔ دور از شیطان بدِ بے پناہی

اختِتام

ظاہر بانہالی ایک ہمہ گیر شخصیت

ظاہر بانہالی ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک ہیں جنہیں نثر و نظم دونوں میں دسترس حاصل ہے ۔ اگر چہ کشمیری غزل اور نعت اُنکا خاص میدان رہا ہے لیکن اِن کے قلم سے بہترین افسانے بھی عالم وجود میں آئے ۔ کشمیری زبان اور ادب میں طنز و مزاح ظاہر بانہالی کی ایک تحقیقی اور تنقیدی کتاب ہے، جس میں طنز و مزاح کا تعارُف اسکی اہمیت و افادیت اور کشمیری شعرا کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری کو یکجا کر کے منظر عام پر لایا گیا ہے ۔ اردو ادب میں یہ کتاب اُس وقت نہایت ہی اہمیت کی حامل ہو جاتی ہے جب ظاہر بانہالی اس کتاب کو اردو میں تصنیف کر کے اردو دانوں کے قارئین کو مطالعہ کا موقع فراہم کرتے ہیں ۔ ظاہر بانہالی چونکہ اردو، کشمیری، فارسی اور انگریزی زبانوں پر بھر پور دسترس رکھتے ہیں اس لئے اس مشکل فن کو سرانجام دینے میں کامیاب ہوئے ہیں ۔

زیر نظر کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے اور جموں و کشمیر کی یونیورسٹیوں کے ساتھ ساتھ کالجوں کے نصاب میں پڑھانے کے قابل ہے ۔ اور نئے طلباء وَ اِسکالرس کے لیے کافی کارآمد ثابت ہوگی

ڈاکٹر خالد رسول گنائی

پرزیڈنٹ اعلیٰ عبدالرحیم فاونڈیشن بانہال

KASHMIRI ZABAN AUR ADAB MEIN TANZ-O-MAZA

by

Dr. Zahir Banhali

اردو زبان اگر چہ جموں وکشمیر کی سرکاری زبان ہے لیکن کشمیری زبان یہاں کی سب سے بڑی تسلیم شدہ علاقائی زبان ہے جو شعر و ادب تاریخ اور فلسفہ کے گراں قدر سرمایہ سے بہرہ مند ہے۔

کشمیری زبان کی تاریخ قریباً پانچ ہزار سال پرانی ہے جس پر سنسکرت عربی اور فارسی زبان کے اثرات بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ دنیا کی بڑی زبانوں کی طرح اس کے فنون ادب میں، فکر وفلسفہ، محبت و انسانیت، اخلاقیات وروحانیت کے علاوہ طنز وظرافت کی ضیافت طبع کا وافر سامان موجود ہے جس سے کشمیریوں کی اعلیٰ ذہانت بزلہ سنجی، معاملہ فہمی اور دور اندیشی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ظاہر بانہالی ہمارے کاروان ادب کے ایک بے لوث اور سرگرم سپاہی ہیں جنکی بہت سی کتابیں منظر عام پر آچکے ہیں۔

ظاہر بانہالی نے کافی محنت اور تحقیق کے بعد اِس موضوع کے حوالے سے ایک اچھا خاصا مواد فراہم کر کے اردو زبان کے طلباء اور شائقین ادب کو اس خوان یغما اور ضیافت طبع سے لطف اندوز ہونے کا موقعہ فراہم کیا ہے، جو قابلِ ستائش ہے امید ہے شائقین اردو اس کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور اسکی سرہانا کریں گے۔

منشور بانہالی

بانہال جموں وکشمیر

KASHMIRI ZABAN AUR ADAB MEIN TANZ-O-MAZA

by

Dr. Zahir Banhali

اردو زبان اگر چہ جموں وکشمیر کی سرکاری زبان ہے لیکن کشمیری زبان یہاں کی سب سے بڑی تسلیم شدہ علاقائی زبان ہے جو شعر وادب تاریخ اور فلسفہ کے گراں قدر سرمایہ سے بہرہ مند ہے۔

کشمیری زبان کی تاریخ قریباً پانچ ہزار سال پرانی ہے جس پر سنسکرت عربی اور فارسی زبان کے اثرات بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ دنیا کی بڑی زبانوں کی طرح اس کے فنون ادب میں، فکر و فلسفہ، محبت و انسانیت، اخلاقیات وروحانیت کے علاوہ طنز وظرافت کی ضیافت طبع کا وافر سامان موجود ہے جس سے کشمیریوں کی اعلیٰ ذہانت بزلہ سنجی، معاملہ فہمی اور دور اندیشی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ظاہرؔ بانہالی ہمارے کاروان ادب کے ایک بے لوث اور سرگرم سپاہی ہیں جنکی بہت سی کتابیں منظر عام پر آچکے ہیں۔

ظاہرؔ بانہالی نے کافی محنت اور تحقیق کے بعد اِس موضوع کے حوالے سے ایک اچھا خاصا مواد فراہم کر کے اردو زبان کے طلباء اور شائقین ادب کو اس خوان یغما اور ضیافت طبع سے لطف اندوز ہونے کا موقعہ فراہم کیا ہے، جو قابلِ ستائش ہے امید ہے شائقین اردو اس کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور اسکی سرہانا کریں گے۔

منشور بانہالی

بانہال جموں وکشمیر